ترمیم شدہ ایڈیشن

دیس سندر پے

محبت میں جہاں اطمینان مل جائے وہیں جدائی قیام کرلیتی ہے

ماورا طلحہ

ماورا طلحہ

ڈیپ سٹڈیز

digest library.com

''اے ایس پی ہارون لیاقت پختہ راہداری پہ مضبوطی سے قدم رکھتا تیز رفتاری سے آگے بڑھ رہا تھا۔اس کے انداز و اطوار عجلت کے گواہ تھے۔ سر پہ پہنی ٹوپی اتار کر بغل میں دبا لی۔اس کے قدموں کی دھمک پیچھے چلنے والوں کو لرزا رہی تھی۔ وہ سب اس کے ہم قدم رہنے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ اس کا چہرہ دیکھے بنا بھی جانتے تھے کہ آگے چلنے والا انسان شدید غصے میں تھا اور غصے کی حالت میں اس کا چہرہ تناؤ کا شکار ہوتا، پیشانی کی رگیں ابھر کر اپنی موجودگی کا اعلان کرنے لگتیں اور وہ غصہ ضبط کرنے کی کوشش میں ہونٹوں کے اوپر موجود گھنی مونچھوں کو مسلسل تاؤ دیے جاتا۔

وہ ایک کمرے کے سامنے پہنچ کر رک گیا۔اس کے رکتے ہی سب کے قدم جام ہوئے تھے۔ کمرے کا دروازہ ٹھوکر سے کھولتے اندر داخل ہوا اور گول میز کا چکر لگاتے ہوئے دوسری طرف رکھی آرام دہ کرسی پہ جا بیٹھا۔ بغل میں دبائی ٹوپی اور ہاتھ میں پکڑی گول خوب صورت سی چھڑی میز پہ رکھ دی۔ وہ سب میز کے سامنے قطار میں کھڑے ہو گئے اور اس کی کڑوی کسیلی سننے کے لیے خود کو تیار کرنے لگے۔

''آج مجھے تم سب کی نالائقی کی وجہ سے افسران کے سامنے شرمندگی ہوئی ہے۔ میں تم سب کو کئی بار بتا چکا ہوں کہ ہڈحرامی کی عادت چھوڑ دو ورنہ میرے ماتحت زیادہ دیر کام نہیں کر سکو گے لیکن ایک کان سے سنتے ہو اور دوسرے سے نکال دیتے ہو۔ اب ایسا نہیں چلے گا۔ آج جو شرمندگی مجھے ہوئی ہے اس کا حساب تم لوگوں کو دینا پڑے گا۔'' وہ اپنی سرخ آنکھیں ان پہ مرکوز کیے سخت لہجے میں بول رہا تھا۔

''سر! ہم پوری کوشش کر رہے ہیں لیکن مجرم بہت چالاک ہے۔'' سامنے قطار میں کھڑے لوگوں میں سے ایک نے گلا تر کرتے ہوئے جواب دیا۔

''کوئی بھی مجرم معصوم اور بھولا نہیں ہوتا۔ چالاک اور شاطر ہوتے ہیں تب ہی جرم کرتے ہیں اور تم سب کیا چاہتے ہو کہ وہ خود چل کر تم لوگوں کے پاس آئے اور کہے کہ میں حاضر ہوں میرے آقا مجھے گرفتار کیجیے۔ اپنا دماغ استعمال کرو اور اس کی کھوج لگاؤ۔ یہ محکمہ تم لوگوں کی توند پالنے کے لیے نہیں ہے بلکہ لوگوں کے تحفظ کے لیے ہیں جس میں تم سب بری طرح ناکام ہو رہے ہو۔'' اس نے سب انسپکٹر کے جواب کو چٹکی میں اڑایا۔

''سر! ہم نے اس کا سراغ لگا لیا تھا لیکن وہ......'' اس بار دوسرے نے وضاحت دینی چاہی۔

''مجھے یہ لیکن، اگر، مگر، کچھ نہیں سننا ہے۔ مجھے مجرم چاہیے۔'' اس نے غصے سے اپنا ہاتھ میز پہ مارا۔ اس نے جس شدت سے ہاتھ مارا ایک لمحے کو میز پہ لگا کانچ ٹوٹنے کا خدشہ ہوا۔

اسی لمحے دروازے پہ دستک دیتے ہوئے ایک نوجوان کمرے میں داخل ہوا۔ ہاتھ پیشانی تک لے کر گیا اور سینہ تان کر قطار کی دائیں جانب کھڑا ہو گیا۔ سب نے پر امید نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا جیسے وہ ہی ان کا مسیحا ہو۔

''مجھے کوئی بری خبر نہیں چاہیے ارسلان......'' اس نے آنے والے کو پہلے ہی باخبر کیا۔

''نہیں سر۔ میں کامیاب لوٹا ہوں۔'' اس کا

ناولٹ

جواب سنتے ہی سب کا سانس بحال ہوا۔ سب نے ممنون نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

''بولو......'' وہ بنا وقت ضائع کیے تفصیل سننا چاہتا تھا۔

''سر! ملزم بہت شاطر ہے۔ اس نے چھپنے کے لیے ایسی جگہ کا انتخاب کیا ہے جو ہمارے وہم و گمان میں نہیں تھی۔''

''مجھے پہیلیاں مت بجھواؤ ارسلان، تفصیل

Digest Novels Lovers Group ❤❤

pklibrary.com

بتاؤ۔" وہ مجرم کے مزید قصیدے نہیں سننا چاہتا تھا اس لیے فوراً سے روک دیا۔

"وہ گرلز ہاسٹل میں چھپا ہوا ہے۔" اس کا انداز سنسنی خیز تھا۔

"کون سے گرلز ہاسٹل میں......؟" وہ فوراً سے آگے ہوا، میز پہ کہنیاں ٹکاتے ہوئے مزید تفصیل جاننی چاہی۔

"کچہری روڈ پہ پرائیویٹ ہاسٹل ہے۔" ارسلان نے فوراً سے جواب دیتے ہوئے لب بھینچ لیے۔

وہ جانتا تھا کہ بات سن کر وہ سخت ردعمل ضرور دے گا اسی لیے الفاظ اس کے حلق سے بامشکل ادا ہوئے۔

"کسی غلطی کی گنجائش تو نہیں؟" چہرے کی سختی کے برعکس لہجے میں تشویش تھی۔

"نہیں سر۔" ارسلان کے جواب کے بعد خاموشی چھا گئی۔ وہ ان لڑکیوں کے گھر والوں کا تصور کر رہا تھا جنہیں خبر بھی نہیں تھی ان کی بچیوں کے سر پہ خطرہ منڈلا رہا ہے۔ وہ اپنا ایک رشتہ کھو چکا تھا، کھو دینے کا کرب اس سے بہتر کوئی نہیں جانتا تھا تو وہ کسی دوسرے کو اس اذیت کا شکار نہیں ہونے دینا چاہتا تھا۔ وہاں موجود لڑکیاں اس وقت اپنی ذمہ داری محسوس ہو رہی تھیں۔

سامنے کھڑے سب باوردی افراد اس کی خاموشی کو حیرانی سے دیکھ رہے تھے۔ اس کی پریشانی سے انجان تھے۔ وہ فولادی اعصاب کا مالک پریشان دکھائی دے رہا تھا اور یہ ان کے لیے عام بات نہیں تھی۔ انہوں نے اسے کڑے سے کڑے حالات کا بھی ڈٹ کر مقابلہ کرتے دیکھا تھا۔ کئی دہشت گرد حملوں میں امدادی کارروائیوں میں اسے صف اول میں دیکھا تھا۔ خطرناک مجرم پکڑتے اور کسی کے دباؤ میں نہ آتے دیکھا تھا اس لیے آج اس کا پریشان انداز حیران کن تھا۔

"سب جائیں اور ریڈ کی تیاری کریں۔ ارسلان تم ڈی آئی جی سے رابطہ کر کے انہیں صورت حال سے آگاہ کرو، گرلز ہاسٹل کا معاملہ ہے ہائی اتھارٹی کے علم میں ہونا ضروری ہے اور ریڈ کے وارنٹ نکلواؤ۔" اس نے دوبار چٹکی بجائی جو کہ عجلت کا اشارہ تھی۔

اس اشارے کو سب نے غنیمت سمجھا اور آناً فاناً کمرے سے نکل گئے۔

"ہم کس وقت ریڈ کریں گے؟"

"ورکنگ ٹائم شروع ہو جانے کے بعد۔"

"میرے خیال سے یہ وقت مناسب ہے۔ اس وقت میڈیا کے جھنجٹ سے بچا جا سکتا ہے۔" ارسلان نے اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔

"میڈیا سے بچنے کے لیے ہم سینکڑوں لڑکیوں کو خطرے میں نہیں ڈال سکتے۔ صبح لڑکیوں کی تعداد کم ہو گی تو نقصان کا اندیشہ بھی کم ہو گا۔" اس کی سوچ کا زاویہ سب سے الگ ہوتا تھا اور اسی وجہ سے ہی تو وہ کم عمری میں اے ایس پی کے عہدے پہ براجمان تھا۔

اس کی اجازت ملتے ہی ارسلان کمرے سے باہر نکل گیا تو اس نے کرسی کی پشت سے ٹیک لگا دی۔ سب کے سامنے جتنا مطمئن تھا اب اسی قدر وجود میں بے چینی کا بسیرا تھا۔ دل میں عجیب پکڑ دھکڑ شروع ہو چکی تھی۔ فرصت ملتے ہی اس کا خیال چھم سے آنکھوں میں آن بسا۔ پچھلے چند دنوں سے خود سے عہد کر رکھا تھا اس کیس کے بعد دوبارہ اسے ڈھونڈے گا مگر دل تھا کہ روز اس عہد سے انکاری ہو جاتا۔ آج پہلی بار فرض پہ جذبہ بھاری پڑ رہا تھا۔ خیالوں کے اژدھام سے پریشان ہوتے ہوئے اس نے سگریٹ سلگا لیا اور دیکھتے ہی دیکھتے کمرا دھوئیں سے بھر گیا لیکن آج سگریٹ بھی خیالوں سے پیچھا چھڑانے میں ناکام تھے۔

☆☆☆

سفید آہنی دروازے کے دائیں جانب بوگن ویلیا کی گھنی بیل کسی آسیب کی طرح دیوار سے چمٹی

www.pklibrary.com
digest library.com

ہوئی تھی۔ گلابی پھول بیل کا پیرہن نے اپنی خوبصورتی پہ اترا رہے تھے۔ بیل کی شاخیں گھر کی دوسری منزل تک جا رہی تھیں۔ دوسری منزل کے ایک کمرے کی کھڑکیاں شاخوں کے وسط میں کھلتی تھیں۔ پہلی نظر میں یہ منظر خواب سا محسوس ہوتا تھا۔

گھر کا بیرونی تاثر جتنا خوب صورت تھا اس کے برعکس گھر میں اس وقت گھمسان کا رن پڑا ہوا تھا۔ صحن میں ہر طرف پانی بکھرا ہوا تھا۔ کوئی بھاگتا ہوا کمروں میں جا کے چھپ جاتا اور کوئی غسل خانے کی کنڈی لگائے موقع کی تاک میں بیٹھا تھا کہ ادھر مخالف فوجی نظر آئے اور ادھر دھاوا بول دیا جائے۔

گرمی کا موسم عروج پہ تھا۔ اس پہ مستزاد بجلی والے قوم کی بددعائیں سمیٹنے کی کوشش میں مصروف تھے۔ سورج کی قہر برساتی شعاعوں سے گھبراتے ہوئے عدن نے اپنا پسندیدہ مشغلہ شروع کر لیا تھا۔ مومن جیسے ہی گھر میں داخل ہوا عدن نے پانی کا بھرا جگ اس پہ انڈیل دیا۔ وہ کئی لمحے ہکا بکا صورت حال سمجھنے کی کوشش کرتا رہا اور پھر عدن کو دوبارہ اپنی طرف آتے دیکھ کر چوکنا ہو گیا۔ اس نے عدن کے وار سے بچنے کے لیے غسل خانے کی جانب دوڑ لگا دی لیکن راستے میں مومنہ اسے گھیر چکی تھی۔ عدن کی شرارت کے باعث صحن میں ہر طرف پانی پھیل چکا تھا۔

گھر کی دونوں عورتیں انہیں ان کے حال پہ چھوڑ کر اپنے کاموں میں مگن تھیں کیونکہ انہیں اندازہ تھا وہ کچھ بھی کر لیں یہ جنگ ان کے کہنے سے رکنے والی نہیں تھا۔ ثمینہ بیگم سلائی مشین رکھے گرمیوں کے کپڑے سلائی کر رہی تھیں جب کہ شازیہ بیگم کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں۔ اس کھیل تماشے کی انہیں کچھ اس لیے بھی فکر نہیں تھی کہ پھیلاوا انہیں نہیں سمیٹنا تھا۔

مومن اور مومنہ مل کر بھی عدن کا مقابلہ نہیں کر پا رہے تھے۔ وہ صحن کے بیچوں بیچ پانی کا پائپ لیے کھڑی تھی جو بھی اس کی جانب آتا وہ پائپ کا رخ اس کی طرف کر دیتی۔ وہ دونوں مکمل بھیگ چکے تھے جب کہ وہ آدھے سے زیادہ خشک تھی اور اپنی اس کارکردگی پہ اتنی خوش ہو رہی تھی کہ بار بار کندھے تھپک کر خود کو شاباش دے رہی تھی۔

"عدن! بس کر دو۔ کتنا پانی ضائع کرو گی۔" مومن نے غسل خانے کا دروازہ تھوڑا سا کھول کر سر باہر نکالا۔

"تم پانی کی چھوڑو یہ بتاؤ ہار مانی یا نہیں؟" وہ پائپ کے سوراخ پہ زور سے ہاتھ رکھ کر پانی کا بہاؤ کم کرنے کی کوشش کر رہی تھی لیکن انداز ایسا تھا کہ مومن کے انکار پہ فوراً سے ہاتھ ہٹا دے گی۔

"ہاں بابا۔ میں نے ہار مان لی۔" اس نے دروازہ مزید کھولا اور دونوں ہاتھ اٹھاتے ہوئے ہار کا اعلان کر دیا۔

"ٹھیک ہے تو پھر پیزا اڈن کرو۔" وہ چلتی ہوئی نل کی جانب آئی۔

"پیزا کس خوشی میں؟" وہ حیرانی سے سوال کرتا باہر نکل آیا۔

"تم ہار گئے ہو مومن۔ اور ساری دنیا میں ہارنے کا باعزت طریقہ یہی ہے کہ جیتنے والے کی بات مانی جائے۔" اس کا انداز اس قدر پر اعتماد تھا جیسے یقین ہو مومن انکار نہیں کرے گا۔

"یہ ٹھیک نہیں ہے عدن۔ تم کھیل میں مجھے کنگلا کر جاتی ہو۔"

"ویسے کون سا تم کہیں کے شہزادے ہو۔ پیزا کھلاتے ہو یا دوبارہ سے گیلا کروں؟" اس نے صرف دھمکی ہی نہیں دی بلکہ پائپ کا رخ بھی اس کی جانب کر لیا۔

"امی...... پھوپھو...... آپ دونوں اس کی غنڈہ گردی دیکھ رہی ہیں۔" اس نے مدد کے لیے آواز لگائی لیکن ہمیشہ کی طرح اسے خالی جھنڈی دکھا دی گئی۔

"اپنے معاملات خود سنبھالو۔ یہاں لڑتے ہو وہاں پھر باہم شیر و شکر ہو جاتے ہو۔ کی ٹیں سکون

v.pklibrary.com
digest library.com

لیتے ہو نہ لینے دیتے ہو۔" شازیہ بیگم منہ ہی منہ میں بولتے ہوئے باورچی خانے میں داخل ہوگئیں۔

"مجال ہے کبھی میری ماں نے میرا ساتھ دیا ہو۔" مومن نے مصنوعی تاسف سے ہاتھ پیشانی پہ مارا۔

"یہ عالمی مسئلہ ہے بھائی۔" اور اس کا کوئی حل نہیں۔ مومنہ بھی کمرے سے نکل کر صحن میں آ گئی کیونکہ جنگ بندی کے آثار واضح تھے۔

"اگر تمہاری امدادی درخواستیں پوری ہو گئی ہوں تو مجھ سے معاہدہ کر لو۔" اس نے آنکھیں پٹپٹاتے ہوئے مومن کی جانب دیکھا۔

"ٹھیک ہے لیکن ایک شرط پہ۔"

"کیا شرط؟" وہ نل بند کرتی اس کے پاس چلی آئی۔

"ابو سے بائیک تم دونوں مانگو گی۔" جاوید صاحب کے ذکر سے ہی اس نے منہ پھلا لیا۔ وہ دونوں لمحے میں ساری کہانی سمجھ گئی تھیں۔

"تم بس پیسے تیار رکھو۔ چابی تو یوں ٹل جاتی ہے۔" عدن نے چٹکی بجاتے ہوئے جواب دیا۔

وہ جانتا تھا اس کے لیے واقعی ہی لمحے کا کام تھا۔ اس کی خود اعتمادی بے جا نہ تھی۔

"اب مجھے کپڑے ہی نکال دو یا میں ایسے ہی گھومتا رہوں۔" اپنی بے قدری اس کے لہجے میں بیزاریت بھر دیتی تھی۔

"ماموں ٹھیک کہتے ہیں دنیا کے اول درجے کے نکھے ہو۔ اپنے کپڑے تک نکالے نہیں جاتے موصوف سے...... چلو بتاؤ جو پہننا ہے۔" وہ اسے اشارہ کرتی سیڑھیوں کی جانب بڑھ آئی۔

"عدن! کہاں جا رہی ہو؟" اس نے دوسری سیڑھی پہ قدم رکھا ہی تھا کہ پیچھے سے سنائی دینے والی آواز پہ رک گئی۔

"مومن کو کپڑے دینے......" اس نے اچنبھے سے انہیں دیکھا۔ آج کل ان کے تاثرات بدلے بدلے تھے۔

"بجلی تو ہے نہیں کپڑے نکال کر کیا کرو گی۔"

ان کے جواب نے چند لمحے پہلے دل میں پیدا ہوتے خیال کو فوراً سے جھٹک دیا۔

"مجھے یاد ہی نہیں رہا۔" اس نے تاسف سے مومن کو دیکھا جس کی شکل پہ بارہ بج چکے تھے۔

"تمہیں میں بعد میں پوچھوں گا۔" اس کے چہرے کے سامنے انگلی لہرا کر متنبہ کرتے دھپ دھپ کرتا سیڑھیاں چڑھ گیا۔

"تھوڑی دیر تک سالن پک جائے گا۔ روٹیاں تم دونوں نے پکانی ہیں۔" شازیہ مومنہ اور عدن کو کہتے ہوئے واپس باورچی خانے میں غائب ہو گئیں۔

ان دونوں نے منہ بسورتے ہوئے ایک دوسرے کو دیکھا۔

"مجھے تم پہ ترس آ رہا ہے مومنہ۔"

"اور مجھے تم پہ......"

دونوں ہاتھ پہ ہاتھ مارتے کھلکھلاتے ہوئے برآمدے کی جانب بڑھ گئیں۔

☆☆☆

شام رخصتی کا ارادہ باندھ چکی تھی۔ زمین کے چاروں کناروں سے اپنی مدھم سرمئی اور ہلکے نیلے رنگ کی چنری اپنے گرد لپیٹ کر گہرے اندھیرے میں گم ہوتی جا رہی تھی۔ گہرے ہوتے اندھیرے میں سرخ چھوٹی اینٹوں سی بنی حویلی رات جیسی خاموش اور پرسکون محسوس ہو رہی تھی۔ حویلی کے چوباروں پہ روشن قمقموں کا عکس بلند و بالا درختوں پہ پڑ رہا تھا۔ ہوا کے دوش پہ جھولتے درختوں کا سایہ دیواروں پہ اس قدر خوف ناک محسوس ہو رہا تھا کہ کوئی دور سے دیکھتا تو ڈر کر الٹے پاؤں بھاگ کھڑا ہوتا۔

حویلی کے بلند قامت دروازے کے باہر گاڑی کی آواز آئی تو چوکیدار بابا نے بھاگ کر دروازہ کھولا۔ گاڑی دروازے سے گزر کر پورچ میں جا رکی۔ بابا بھاگ کر گاڑی تک آئے کہ گاڑی کا دروازہ

کھولیں لیکن وہ اس سے پہلے ہی دروازہ کھول چکا تھا۔
"کیا حال ہے بابا؟ ٹھیک ہیں؟" وہ وہیں رک کر ان سے حال احوال پوچھنے لگا۔
"اللہ کا کرم ہے بیٹا۔"
"جو نئے لڑکے آئے ہیں وہ اچھا کام کر رہے ہیں نا۔" وہ بوڑھے ہو چکے تھے اور کام ان کی استطاعت سے زیادہ تھا۔ اس نے ان کی مدد کے لیے دو نئے لڑکے رکھ لیے تھے۔ وہ ان لڑکوں کی مکمل خبر گیری رکھتا تھا لیکن حویلی میں داخل ہوتے ہی بابا سے ان کے متعلق ضرور پوچھتا۔ ان کے چہرے کی چمک اس لمحے دوگنی ہو جاتی تھی۔
"ہاں بیٹا، اچھے ہیں۔ میں انہیں ذرا کوتاہی برتنے نہیں دیتا۔ آج بھی لان کی صفائی کروائی ہے۔ اب کمر درد کا رونا رو رہے ہیں، بھلا بتاؤ اس عمر میں کوئی درد ہوتا ہے؟" وہ ناک پہ انگلی رکھے سوالیہ نگاہوں سے اسے دیکھ رہے تھے۔
بابا کے انداز پہ اس کی ہنسی چھوٹ گئی لیکن جلد ہی خود پہ قابو پالیا۔ وہ جانتا تھا انہوں نے لڑکوں سے کیسے صفائی کروائی ہوگی۔ ان کا بس چلتا تو ایک ایک پودے کا ایک ایک پتا صاف کرواتے۔
"خیال رکھا کریں بابا، ابھی بچے ہیں۔"
"ارے چھوڑو پرے...... کاہے کے بچے...... لنگور ہوئے پھرتے ہیں۔" انہوں نے اس کی بات ناک سے مکھی کی طرح اڑائی۔
وہ انہیں جواب دینے ہی والا تھا کہ طویل صحن کے پار دروازہ کھلنے کی آواز آئی۔ اس نے چونک کر اس جانب دیکھا۔
"یہاں ہی کھڑے رہو گے یا ماں پاس بھی آؤ گے جو دو دن سے تمہاری راہ تک رہی ہے؟"
"بابا سے بات کر رہا تھا ماں جی۔" وہ بابا کے کندھے تھپکتا فوراً سے آگے بڑھا۔
"بابا! میرا بیٹا میرے پاس بھی آنے دیا کرو۔ یہ شکایتیں بعد کے لیے رکھ چھوڑا کرو۔" انہوں نے ذرا بلند آواز میں کہا تاکہ چوکیدار بابا تک آواز پہنچ جائے۔
"آپ کا ہی بیٹا ہے میں نے کون سا چرا لینا ہے۔ لو بھلا اتنا لمبا چوڑا جوان اوپر سے پولیس والا بھلا مجھ بوڑھے سے چرایا جا سکتا ہے۔" وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے گیٹ کی جانب بڑھ گئے۔
صحن پار کر کے ان کے قریب چلا آیا۔ سر پیار لینے کے لیے سامنے کیا لیکن انہوں نے سینے میں بھینچ لیا۔ ان کا انداز بتا رہا تھا کہ وہ کس قدر اداس تھیں۔
"ماں جی! میں دو دن گھر نہیں آیا اور آپ اتنی اداس ہو گئی ہیں۔" وہ انہیں اپنے ساتھ لگاتا اندر کی جانب بڑھنے لگا۔
"یہ بھی خوب کہی بیٹا۔ تم تو ٹھہرے بنجارے...... کبھی ایک جگہ تو کبھی دوسری جگہ لیکن میں بوڑھی عورت اس حویلی کے علاوہ کہیں جا نہیں سکتی۔ ان چار دیواروں میں اکیلے دو دن رہ کر دکھاؤ۔" وہ جب بھی کچھ دن باہر رہ کر آتا یہ شکوے اسے ہر بار سننے کو ملتے تھے۔
"ماں جی! یہ اتنی بڑی حویلی آپ کو چار دیواری لگتی ہے؟" اس نے صوفے پہ نیم دراز ہوتے ہوئے حیرانی سے پوچھا۔
"تمہارے بنا تو زندگی بھی ویران لگتی ہے تم اس حویلی کی بات کرتے ہو......" وہ ایک دم آزردہ ہو گئی تھیں۔
وہ فوراً صوفے سے اٹھ کر ان کے قریب ہو گیا۔ ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر دبانے لگا۔ وہ ان کی تنہائی سے آگاہ تھا لیکن ان کی خواہش پوری کرنا نہایت مشکل محسوس ہوتا تھا۔
"تم شادی کے لیے مان کیوں نہیں جاتے ہارون۔" ہر بار کی طرح موضوع ایک بار پھر وہی تھا۔
"میری زندگی آپ کے سامنے ہے۔ کبھی ایک جگہ کبھی دوسری جگہ۔ کوئی مستقل ٹھکانہ نہیں، کبھی کبھار کئی کئی دن گھر نہیں آپاتا...... ایسے میں شادی

pklibrary.com
digest library.com

کی گنجائش کہاں بچتی ہے؟" وہ ہر بار کی طرح انہیں دلائل سے مطمئن کرنا چاہ رہا تھا۔

"وہ عورتیں بھی تو زندگی گزارتی ہیں جن کے شوہر پردیس میں ہوتے ہیں۔ تم تو دو دن یا زیادہ سے زیادہ ہفتے بعد لوٹ آتے ہو وہ تو سالوں لوٹ کر نہیں آتے۔" ان کی بات سن کر چند لمحوں کے لیے خاموش ہو گیا۔ یہ جواب پہلے بھی ماں جی نے نہیں دیا تھا۔

"میری پیاری ماں! وہ میری طرح سر پہ کفن باندھ کر گھر سے نہیں نکلتے۔ مجھے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ کب کہاں سے کوئی گولی میرے نام کی چل جائے۔" وہ اتنے سخت الفاظ کہنا نہیں چاہتا تھا لیکن ان کی ضد روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔

وہ جانتا تھا ماں کی فرمائش جائز تھی۔ وہ اس کے سر پہ سہرا سجا دیکھنا چاہتی تھیں۔ اس کے بچوں کو کھلانا چاہتی تھیں۔ سب سے بڑھ کر انہیں تنہائی مٹانے کو ساتھ چاہیے تھا لیکن وہ انہیں کیسے سمجھاتا کہ اس کی زندگی تیز ہواؤں میں رکھے دیے جیسی تھی جو کسی وقت بھی بجھ سکتا تھا۔ وہ اپنے پیچھے ماں جی کے ساتھ ساتھ کسی دوسری کو رونے کے لیے نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ اتنے رشتے نہیں بنانا چاہتا تھا کہ گھر سے نکلتے ہوئے اس کے پاؤں کی زنجیریں قدم نہ اٹھانے دیں۔

"میں دس بار کہہ چکی ہوں گولی مارو ایسی نوکری کو جہاں ہر وقت خطرہ منڈلاتا رہے۔ تمہیں کس چیز کی کمی ہے؟ اتنی بڑی حویلی ہے، مربعوں کی زمین ہے باغات ہیں۔ تمہاری سات نہیں تو پانچ نسلیں بیٹھ کر کھا سکتی ہیں مگر تم نے میری ایک نہ ماننے کی ٹھان رکھی ہے۔" ان کی آواز کے ساتھ لہجہ بھی بھرا گیا تھا۔

"ماں جی! بھوک لگی ہے۔ دو دن سے گھر کا کھانا نہیں کھایا۔" اس نے پیٹ پہ ہاتھ رکھتے ہوئے اس لاچاری اور معصومیت سے کہا کہ وہ کچھ بولتے بولتے چپ کر گئیں۔

"انعم! کھانا لگاؤ......" انہوں نے کچن کی جانب منہ کر کے آواز لگائی اور اسے ورطہ حیرت میں ڈال کر آگے بڑھ گئیں۔

"یہ انعم کون ہے اور حویلی میں کہاں سے آئی؟" وہ متلاشی نگاہوں سے اس سمت دیکھ رہا تھا جس جانب ماں جی نے آواز لگائی تھی۔

"میری خالہ کی نواسی ہے۔ ماں دنیا سے چلی گئی تو بھاوجوں کو بوجھ لگنے لگی۔ کل بھائی منتیں کرتا ہوا میرے پاس چھوڑ گیا ہے۔ مجھ سے معصوم مسکین کو انکار نہیں ہوا۔" وہ اسے انعم کے متعلق تفصیل سے بتانے لگیں۔ اس نے سب خاموشی سے سن لیا اور دل کو تسلی بھی ہوئی کہ وہ اب اکیلی نہیں تھیں

☆☆☆

رات سیاہ گہری تھی۔ چاند بھی دور کہیں تخت جمائے بیٹھا تھا کیونکہ اس کی مدھم روشنی رات کی سیاہی کو ختم نہیں کر پا رہی تھی۔ آسمان پہ چمکتے مدھم تارے واضح دکھائی دے رہے تھے اور چاند کو مشکوک نگاہوں سے دیکھ رہے تھے کہ قمر کسی بھی وقت ان کی روشنی کو کھانے فلک کے وسط میں آن براجمان ہو گا اور انہیں منہ چھپانا پڑے گا۔

وہ آہستگی سے پاؤں پاؤں سیڑھیاں چڑھتی چھت پہ چلی آئی۔ چھت پہ موجود واحد کمرے کا دروازہ ادھ کھلا تھا۔ کمرے سے آتی روشنی چھت کو روشن کر رہی تھی۔ وہ دھیرے سے دروازے کے قریب آئی اور اندر دیکھنے لگی۔ لیپ ٹاپ گود میں رکھے کانوں میں ہیڈ فون لگائے، سر بیڈ کی پشت سے ٹکائے، آنکھیں موندے وہ اپنی ہی دنیا میں مگن تھا۔

وہ کمرے میں داخل ہوئی اور بنا شور کیے اس کے قریب آ گئی۔ اس کا ارادہ مومن کو ڈرانے کا تھا لیکن ڈرانے کا کوئی زبردست خیال نہیں سوجھ رہا تھا۔ اسی دوران اسے سائیڈ ٹیبل پہ پینسل نظر آئی۔ اس نے پینسل اٹھانے کو ہاتھ آگے بڑھایا تو کلائی میں پہنی چوڑیاں چھن سے چھنک گئیں۔ وہ اپنی موجودگی کو جتنا راز رکھنا چاہ رہی تھی چوڑیوں کے شور

سے خود ہی ڈر گئی لیکن مومن ابھی بھی ویسی حالت میں ہی تھا۔

عدن پینسل اٹھا کے مومن کے قریب ہوئی اور آہستگی سے کان میں پینسل چبھونے لگی کہ ایک دم اس کے ہاتھ پہ مومن کا ہاتھ آیا۔ اس اچانک حملے سے وہ اتنا ڈری کہ اس کی چیخ نکل گئی۔ اس کا رنگ پیلا پڑ گیا تھا اور اس کی حالت دیکھ مومن کو ہنسی کا دورہ پڑ گیا۔

''مومن تم بہت بدتمیز ہو......'' جیسے ہی حواس سلامت ہوئے اس نے اندھا دھند مکے مارنے شروع کر دیے۔

وہ کئی لمحے خود کو اس کے تشدد سے بچاتا رہا لیکن جب کسی طرح بھی عدن کو روک نہیں پایا تو ایک دم اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ عدن نے ایک دو جھٹکے لگا کر خود کو چھڑوانا چاہا لیکن مومن کی گرفت مضبوط تھی۔

''مومن، ہاتھ چھوڑو میرا......''

''پہلے وعدہ کرو مارو گی تو نہیں۔''

''نہیں۔'' اس نے ہاتھ چھڑانے کے لیے فوراً سے اقرار کیا۔

اس کے ہاتھ جیسے ہی چھوٹے وہ اپنی کلائیاں دباتی خوں خوار نگاہوں سے اسے دیکھنے لگی۔

''تم کتنے جنگلی ہو مومن۔''

''تم بھی تو وحشی بلی ہو۔'' اس نے اپنے ہاتھ سے گال سہلاتے ہوئے جواب دیا جہاں عدن کا ناخن لگنے کے باعث جلن ہو رہی تھی۔

''تم مجھے بلی کہہ رہے ہو؟'' ہاتھوں کو پنجہ مارنے کے انداز میں اس کے قریب کرتے ہوئے پوچھا۔

''ہاں۔ وہ بھی وحشی......'' مومن نے خود کو بچانے کے لیے کشن منہ پہ رکھ لیا۔

''اب تمہیں ایک کے بجائے دو پیزے کھلانے پڑیں گے۔''

''میرے پاس ایک کے پیسے نہیں تم دو کی بات کرتی ہو۔'' اس کی لہجے کی شوخی پل میں غائب ہوئی تھی۔

عدن نے اس کے چہرے پہ مایوسی کے رنگ پھیلتے دیکھے تو خاموشی سے اس کے پہلو میں بیٹھ گئی۔ مومن ماموں کا اکیلا بیٹا تھا۔ اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش پوری کی گئی تھیں۔ وہ اور مومنہ ان اداروں میں نہیں پڑھ سکے جہاں کی سہولت مومن کو حاصل تھی۔ عام گھرانوں کی طرح ان دونوں کے حصے کا بھی مومن کو دیا گیا۔ اس نے انجینئرنگ کی تعلیم حاصل کی تھی اور اب پچھلے ایک سال سے نوکری کے لیے دھکے کھا رہا تھا۔ کسی جگہ کام اس کی پسند کا نہیں ہوتا اور کہیں اس کی ناتجربہ کاری آڑے آ جاتی۔ پچھلے کچھ عرصے سے وہ مایوس رہنے لگا تھا۔

''تم ماموں کی بات کیوں نہیں مان لیتے؟''

عدن نے سوچ رکھا تھا وہ کبھی مومن سے اس موضوع پہ بات نہیں کرے گی کیونکہ جو بھی یہ بات کرتا وہ اس سے لڑائی کرنے لگتا۔ وہ مومن کے ساتھ کوئی لڑائی نہیں چاہتی تھی۔

''تم بھی یہ بات کرو گی؟'' وہ بے یقینی سے عدن کو دیکھ رہا تھا جیسے اس سے یہ سب کہنے کی امید نہ ہو۔

''میں کہنا نہیں چاہتی لیکن سب تمہاری وجہ سے پریشان ہیں۔ تم ایک سال سے نوکری ڈھونڈ رہے ہو مگر کوئی نہ کوئی مسئلہ ہو جاتا ہے۔ تم ماموں کی بات مان لو گے تو سب مسئلے حل ہو جائیں گے۔ تم ان کے اکلوتے بیٹے ہو تمہیں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔''

وہ جاوید بیگ کی چہیتی تھی تو اسے بھی ان کا خیال رہتا تھا۔ وہ کئی دنوں سے گھر میں ہونے والی ناچاقی سے پریشان تھی۔ ماموں کا ہارا ہوا انداز اسے تکلیف دیتا تھا۔ کل رات بھی انہوں نے مومن سے بات کرنے کا اور سمجھانے کا کہا تھا لیکن اس نے معذرت کر لی تھی۔ اب نہ جانے ماموں کی بات کا اثر تھا یا موقع محل کے باعث وہ بات کر بیٹھی تھی۔

''ہاں سب مسئلے میری وجہ سے ہی ہے۔ میں

digest library.com

نے ہی سب کی زندگی مشکل کی ہوئی ہے۔" وہی ہوا جس کا ڈر تھا۔ وہ عدن کی بات برداشت نہیں کر پا رہا تھا۔

"ایسی بات نہیں ہے مومن۔ سب تمہارا بھلا چاہتے ہیں۔" اس نے اپنے ساتھ آ بیل مجھے مار والا کام کیا تھا۔

"کیا بھلا چاہتے ہیں؟ ہر وقت طعنے، ہر وقت نصیحتیں، ہرزہ سرائی...... میں کوشش کر رہا ہوں نا اس کے علاوہ کیا کروں۔" بولتے بولتے اس نے سر ہاتھوں پہ گرا لیا۔

"مومن! میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ میں بس یہ کہہ رہی تھی کہ جب تک کوئی اچھی نوکری نہیں ملتی تم ماموں کے ساتھ اسٹور پہ چلے جایا کرو۔" وہ جانتی تھی مومن کا دھیما لہجہ اس کی وجہ سے تھا ورنہ یہاں کوئی اور ہوتا تو وہ چیخ چیخ کر آسمان سر پہ اٹھا لیتا۔

"تم بھی ان سب کی ہم نوا بن گئی ہو۔ میں اسٹور پہ جا کر کیا کروں گا۔ ابو اس اسٹور کے گن گاتے رہتے ہیں کیا کر لیا انہوں نے اپنے آبائی کاروبار کو سنبھال کر......؟ ساری زندگی دو چار کرتے گزر گئی۔ میں ایسی زندگی نہیں جی سکتا۔ میں تم لوگوں کے خواب پورے کرنا چاہتا ہوں۔ تمہیں اور مومنہ کو اعلیٰ تعلیم کا شوق ہے اور میں چاہتا ہوں تم دونوں کے سب شوق پورے ہوں جو کم از کم اسٹور جانے سے پورے نہیں ہو سکتے۔" وہ دل میں پنپتے خیالات کو اس کے سامنے عیاں کر رہا تھا کیونکہ اس گھر میں ایک وہی تھی جو اس کی اچھی بری سب سنتی تھی۔ اسے سمجھتی تھی۔

"اچھا بابا...... مستقل طور پہ نہ سہی عارضی جانا شروع کر دو۔ جب کوئی اچھی نوکری ملے گی تو چھوڑ دینا۔" اس کے دھیمے لہجے کو عافیت سمجھتے ہوئے اس نے حل نکالنے کی کوشش کی۔

"نہیں عدن۔ نہ مستقل نہ عارضی...... میں نے سب سوچ لیا ہے۔" اس کے چہرے پہ اطمینان جھلکنے لگا۔

"کیا سوچ لیا ہے تم نے؟"

"میں نے یورپ جانے کا فیصلہ کیا ہے۔" اس کا پراعتماد لہجہ عدن کے حواس سلب کر گیا۔

"مومن تم......" اسے کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ وہ اسے کیا کہے۔ کیسے یہ سب سوچنے سے باز رکھے۔

وہ دوبارہ بیڈ پہ نیم دراز ہو گیا۔ آنکھوں کا مرکز عدن تھی جو پیشانی پہ سوچوں کا جال بنے مسلسل انگلیاں مسل رہی تھی۔ وہ جانتا تھا یہ بات گھر والوں کا ہاضمہ خراب کر دے گی۔ اس کا فیصلہ گھر والوں کے لیے کسی بم سے کم نہیں ہونے والا تھا اس لیے عدن کے ذریعے ہلکی سی پھلجڑی چھوڑی تھی۔

"امی میری شادی جلدی کرنا چاہتی ہیں مومن۔" اس نے کبھی سوچا نہیں تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا جب اسے اپنے لیے مومن سے التجا کرنی پڑے گی۔

وہ دونوں ہوش سنبھالنے کے بعد سے جانتے تھے کہ ان کے بڑے انہیں رشتے میں باندھنا چاہتے ہیں۔ اس بات کا اعجاز تھا کہ دونوں کے خیالات ایک دوسرے کے لیے بدل گئے۔ دوستی میں خیال، اپنائیت کی چاشنی گھل گئی۔

"میں پھوپھو کو جانتا ہوں وہ میرا انتظار کر لیں گی اور ویسے بھی جب میں ہی نہیں ہوں گا تو کس سے شادی کریں گی بس تم میرا پیغام ابو تک پہنچا دو۔" وہ فیصلہ کر چکا تھا۔

وہ کتنے ہی لمحے خاموش بیٹھی رہی۔ یہ بات تو طے تھی کہ وہ مومن کو سمجھا نہیں سکتی اس لیے واپسی کے لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کی بھری ہوئی آنکھیں مومن کو دکھی کر رہی تھیں لیکن اس نے عدن کو روکا نہیں بلکہ جانے دیا۔ اس کی خواہش ایسی ہی سختی کی متقاضی تھی ورنہ وہ کبھی اپنی بات نہیں منوا سکتا تھا۔

☆☆☆

ہارون دو دن کے لیے حویلی رہنے آیا تھا۔ ماں جی کو مکمل وقت دینے کا ارادہ تھا۔ ان دو دنوں میں ہر کام سے چھٹی لے لی تھی۔ اس کا ارادہ جان کر حلیمہ

بہت خوش تھیں۔ انہوں نے ذہن میں حساب کتاب لگاتے ہوئے خاندان کی کچھ خوب صورت لڑکیاں منتخب کرلیں اور آج ہارون کو لے کر ملنے کے بہانے ان گھروں میں جانے کا ارادہ کرلیا۔ ایسا پہلی بار ہوا کہ ان کا ارادہ جان کر بھی وہ خاموش رہا شاید وہ اب ان کی بات مان لینے کا سوچ رہا تھا لیکن اس کے فون پہ آنے والی کال نے سب ارادوں پہ پانی پھیر دیا تھا۔

کسی کالج میں فنکشن تھا اور وہاں ڈسٹرک کمشنر کی بیوی مدعو تھی۔ ان کی سکیورٹی کے لیے ڈی سی کی اسے اسپیشل کال آئی تھی اور چاہتے ہوئے بھی انکار نہیں کر پایا۔ وہ اس کال کی وجہ سے اس وقت ایک کالج میں موجود تھا۔ ماں جی کا اداس چہرہ رہ رہ کر یاد آ رہا تھا۔ اسی وجہ سے اس کا دھیان اسٹیج پہ ہونے والے شو کی جانب نہیں تھا۔ وہ ڈی سی کی بیوی سے کچھ فاصلے پہ سول کپڑوں میں بے دلی سے بیٹھا اپنا دھیان ہٹانے کو اسٹیج کی جانب دیکھنے لگا جہاں ایک لڑکی پرچم جیسا لباس پہنے مائیک کے سامنے کھڑی ہو رہی تھی۔

اے خدا کے وطن اے جناح کے وطن
مانگی مل کے جو تھی اس دعا کے وطن
کتنی نسلوں کی قربانیوں سے ملا
اے وطن تو ہماری وفا کا صلہ
چاند چمکا تو روشن ستارہ ہوا
اے زمین تیرا دکھ سکھ ہمارا
تیرا ہر درد لیں، ہر خوشی تو ہی تو
اس جہاں میں ہماری علامت وطن
تو سلامت وطن، تا قیامت وطن

گانے والی آنکھیں بند کیے ایک جذب میں گا رہی تھی اور اس کی بیزاری لمحے میں اڑن چھو ہوگئی۔ وہ بنا پلکیں جھپکے اس لڑکی کو دیکھے جا رہا تھا۔ ہارون لیاقت اس لمحے فیصلہ نہیں کر پایا کہ اس کو آواز نے باندھا کہ الفاظ نے...... اس کو حسن نے چونکایا یا معصومیت نے...... وہ جو لمحے سے پہلے یہاں سے بھاگ جانا چاہتا تھا، بے ہنگم میوزک اور بے حیائی پہ مبنی لڑکیوں کا ڈانس اس کا سانس بند کر رہا تھا۔ اب چاہ رہا تھا یہ سلسلہ یوں ہی جاری رہے۔ وہ لڑکی گاتی رہے اور ہارون لیاقت سب بھلائے اسے سنتا جائے لیکن یہ خیال آنے کے چند لمحے بعد وہ لڑکی وہاں سے جا چکی تھی۔

اس کے ساتھ ہی فنکشن ختم ہوگیا اور وہ جو اسٹیج کے پیچھے جا کر اس لڑکی کا نام پوچھنا چاہ رہا تھا ایک دم بپا ہونے والی افراتفری کے باعث نہ کر سکا۔ اس نے جلدی سے اس لڑکی کا خیال جھٹکا اور اپنا فرض ادا کرنے میں مگن ہوگیا۔

یہ فنکشن اور ڈی سی کی بیوی کو واپس گھر تک پہنچانے میں اس کا سارا دن لگ گیا۔ ماں جی ناراضی کا خیال تھکن پہ حاوی تھا۔ وہ حویلی کی جانب واپس جاتے ہوئے مداوا کرنے کے طریقے سوچنے لگا۔

☆☆☆

جاوید بیگ کے کمرے میں معمول کے خلاف خاموشی تھی۔ دونوں بہن بھائی افسردہ جب کہ شازیہ کے چہرے پہ اطمینان کی جھلک تھی۔ ان تک مومن کا پیغام پہنچ گیا تھا۔ وہ غصہ کرنے کے بجائے خاموش ہوگئے تھے اور یہ بات سب کے لیے حیرت انگیز تھی۔ انہیں جب سے مومن کی ضد کا علم ہوا تھا تب سے سوچیں طویل ہوگئی تھیں۔ انہیں اپنا قول یاد تھا جو خود سے چھوٹی بہن کو بیوگی کے بعد گھر لاتے ہوئے دیا تھا۔ انہوں نے بہن اور بھانجی کا خیال رکھنے کی قسم کھائی تھی۔ وہ چاہتے تھے مومن جلد از جلد کسی کام لگ جائے تو وہ عدن کے ساتھ نکاح کر دیں لیکن اس کی ہر ضد ان کے خلاف جا رہی تھی۔

”شازیہ! تم مومن سے فیصلہ کن بات کرلو۔“

وہ ایک نتیجے پہ پہنچ چکے تھے جس کا وہاں موجود دونوں عورتوں کو علم نہیں تھا۔

”وہ کئی بار تو بتا چکا ہے اب ایک ہی بات اس سے کتنی بار پوچھیں گے۔“ بیوی کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بیٹے کی مکمل حامی ہیں۔

Digest Novels Lovers Group ❤️❤️

''ٹھیک ہے جب تم دونوں ہم خیال ہو۔ تو میرا اعتراض کس اہمیت کا حامل ہوگا لیکن اسے بتا دینا میں اس کے انتظار میں عدن کی زندگی داؤ پہ نہیں لگاؤں گا۔ اس کی خواہشات کا بوجھ میری بہن کی بیٹی نہیں اٹھائے گی۔'' ان کا لہجہ سخت تھا۔

ثمینہ کی آنکھیں بھائی کی محبت پہ بھر آئی تھیں۔ اولاد کے بجائے بھانجی کی طرف داری نے خدشات کو میٹھی نیند سلا دیا۔ وہ مومن کے جانے کا سن کر ہول اٹھی تھیں۔ عدن کا مستقبل ڈرانے لگا تھا لیکن بھائی کی باتوں نے جلتے دل پہ پھوار برسا دی تھی۔

''آپ بیٹے سے بدلہ لیں گے؟'' شازیہ کا لہجہ بے یقین تھا۔ وہ سمجھ رہی تھیں یہ بھی مومن کو روکنے کا ایک بہانہ تھا۔

''مجھے اس کا دشمن مت بناؤ شازیہ بیگم، باپ ہی رہنے دو۔ میں اس سے بدلہ نہیں لے رہا بلکہ ترازو برابر رکھنے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ واضح کر رہا ہوں کہ جاتے ہوئے وہ صرف خونی رشتوں کو انتظار سونپ کر جائے، کسی دوسرے کا اپنی واپسی پہ منتظر نہ ہونے کا یقین لے کر جائے۔''

''وہ دونوں ایک دوسرے کو پسند کرتے ہیں۔'' شازیہ نے ایک کوشش مزید کرنا چاہی۔ انہیں عدن پسند تھی۔ رشتوں کو جوڑ کر رکھنے والی تھی اس لیے اسے کھونا انہیں بھی مشکل لگا۔

''یہ بات ہے تو ٹھیک ہے اس سے کہو نکاح کر کے چلا جائے۔ مکمل نہ سہی تھوڑا اطمینان تو اپنے باپ کو دے ہی سکتا ہے۔'' تھوڑی دیر سوچنے کے بعد وہ ایک حل نکال لائے۔

''میں نکاح نہیں کر سکتا......'' شازیہ کے کچھ بھی کہنے سے پہلے مومن کمرے میں داخل ہوا اور صاف انکار کر دیا۔ ''آپ بلاوجہ کی ضد لگا رہے ہیں ابو۔ مجھے باندھنے کی کوشش کر رہے ہیں۔'' وہ شدید قسم کے اضطراب کا شکار تھا۔

''آج نہیں تو کل تمہیں یہ نکاح کرنا ہی ہے تو ابھی کیوں نہیں؟ کم از کم مجھے کچھ تسلی تو ہو گی تمہارے لوٹ آنے کا یقین تو ہوگا۔'' اس کے انکار سے ان کے دل میں ہزاروں خدشات نے سر اٹھا لیا تھا۔

''ابو! سمجھنے کی کوشش کریں میں خود کو قید کر کے نہیں جانا چاہتا۔ نکاح کے بعد میرے لیے جانا مشکل ہو جائے گا۔'' وہ شاید کھل کے اپنی کیفیت بتا نہیں پا رہا تھا۔

''نکاح قید نہیں مومن!''

''لیکن میرے لیے قید ہی ہے۔ کیا آپ کو مجھ پہ یقین نہیں ہے؟ آپ جانتے ہیں عدن میرے لیے کیا ہے۔ میں اسے کبھی نہیں چھوڑ سکتا۔''

''تو تم نکاح کرنے سے انکار کرتے ہو۔'' پر سوچ نگاہیں اس کے چہرے پہ کچھ تلاش رہی تھیں۔

''ابو! میرے لیے آسانیاں پیدا کریں، میری مشکلات مزید نہ بڑھائیں۔''

''یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔ جو پوچھا ہے اس کا جواب دو۔''

ان کے لہجے میں فیصلے کی سختی اترنے لگی تھی۔ اور مومن نے ایک طویل سانس فضا کے سپرد کرتے ہوئے جواب دے کر ان کے لیے فیصلہ آسان کر دیا۔

''آپ انکار ہی سمجھ لیں۔ ابھی تو کسی صورت نکاح نہیں کر سکتا۔'' وہ بھی فیصلے پہ اٹل رہا۔

''تمہارا بہت شکریہ بیٹا، تم نے میرے لیے فیصلہ کرنا آسان کر دیا۔

کمرے کے ماحول میں سوگواری کی مہک پھیل گئی۔ جاوید بیگ کا لہجہ مضبوط مگر چہرہ ستا ہوا نظر آنے لگا۔ مومن انکار کے بعد وہاں رکا نہیں اور نہ ہی ٹھہر کر پیچھے رہ جانے والوں کے لرزہ خیز چہرے دیکھے۔

شازیہ ملے جلے جذبات لیے کمرے سے نکل آئیں۔ جہاں بیٹے کی خواہش پوری ہونے کی خوشی تھی، اس دو چار کے حساب سے جان چھوٹنے کی امید نظر آئی تھی وہیں بیٹے کی پسند چھن رہی تھی۔ وہ باپ کا فیصلہ جان کر کیا ردعمل دینے والا تھا انہیں

digest library.com

بالکل اندازہ نہیں تھا۔

وہاں پیچھے کمرے میں جاوید بہن کو دلا سے دے رہے تھے۔ وہ عدن کو اپنی اولاد جیسا پیارا بتا رہے تھے اور انہیں یہ بتانے کی ضرورت نہیں تھی۔

''تم پریشان مت ہو ثمینہ! اگر مومن چلا جاتا ہے تو میں فوراً عدن کے لیے کسی اچھے رشتے کی تلاش شروع کر دوں گا۔''

''آپ یہ بات کتنی آسانی سے کہہ رہے ہیں۔ ہم سب نے ان دونوں کو ہمیشہ ایک ساتھ دیکھا ہے اور سب سے بڑھ کر بچوں کی پسندیدگی......''

''اس کے سوا کیا چارہ ہے؟ میں نے چاہا وہ کسی عرب ملک چلا جائے تا کہ جلد لوٹ آنے کی امید ہو۔ لیکن وہ یورپ ہی جانا چاہتا ہے۔ جانے کتنے سال پلٹ کر نہ آسکے۔ مجھے اپنی زندگی کا بھروسا نہیں شازیہ، میں دونوں بیٹیوں کو زمانے کے رحم وکرم پہ نہیں چھوڑنا چاہتا۔''

ان کے دلائل سن کر خاموش رہنے کے سوا کچھ نہیں کیا جاسکتا تھا۔ اب سارا انحصار مومن پہ تھا۔ وہ عدن کو پانا چاہتا ہے یا کھونا یہ اس پہ منحصر تھا۔ انہیں آج اندازہ ہو رہا تھا والدین سامنے رکھی چیز بھی اولاد کو نہیں دے سکتے اگر قسمت میں نہ لکھی ہو۔

☆☆☆

گرمیوں کا زور اپنے عروج پہ تھا۔ سورج کی تپش فضا کو آگ بگولا کیے ہوئے تھے۔ مومنہ اور عدن سب کچھ بھلائے امتحانات میں مصروف تھیں۔ گھر کی پراسرار خاموشی کبھی اپنی موجودگی کا احساس کراتی تو کبھی نظر انداز کر جاتی۔ مومن جانے کی تیاریوں میں مصروف تھا لیکن ان دنوں وہ مومن اور اس سے منسلک ہر بات کو بھولی ہوئی تھی۔ وہ اپنی تعلیم کے متعلق ایسی ہی جنونی تھی۔

اس دن آخری پرچا تھا۔ ساری دوستوں نے گھر جانے کے بجائے چھوٹی سی پارٹی کا پروگرام بنا رکھا تھا کیونکہ اس کے بعد نہ جانے کب ملاقات ہونی تھی۔ وہ آخری ملاقات یادگار بنانا چاہ رہی تھیں۔ ان کا رخ کچھ فاصلے پہ موجود پارک کی جانب تھا۔

سب اپنا آئندہ کا لائحہ عمل بتا رہی تھیں۔ کسی کی منگنی تھی اور کسی کی شادی ہونے والی تھی۔ کوئی اپنی تعلیم کو جاری رکھنا چاہ رہی تھی اور کوئی گھرداری سیکھنے کے ارادے رکھتی تھی۔

''عدن! تم تو لازمی مزید پڑھو گی؟'' نازش نے عدن سے سوال کیا۔

''ارادہ تو یہی ہے۔'' وہ مکمل پر یقین نہیں تھی کیونکہ ماموں کے حالات ڈھکے چھپے نہیں تھے اس پہ مستزاد مومن پہ ہونے والے خرچے نے کسر نکال دی۔

''یعنی مومن بھائی کی آہوں کو قبولیت نہیں ملے گی؟'' نازش کی شرارت پہ سب مسکرانے لگیں تو عدن جھینپ گئی۔

''بہت بدتمیز ہو تم......'' اس کے کندھے پہ چپت لگاتے ہوئے مسکرادی۔

سہ پہر ڈھل رہی تھی جب پارک کے باہر ریڑھی والے سے برف کا گولا کھاتے ہوئے ملاقات کا اختتام ہوا۔ سب اپنی اپنی راہ کو چل پڑی تھیں۔

''تم اتنی چپ کیوں ہو؟'' وہ دونوں پیدل گھر کی جانب آرہی تھیں۔ عدن کو اچانک محسوس ہوا کہ مومنہ کافی دیر سے خاموش ہے۔

''تمہیں پھوپھو نے کچھ نہیں بتایا؟''

''کس کے متعلق؟''

''مومن بھائی کے متعلق......'' مومنہ کی بات پہ اس نے چند لمحے سوچا اور کچھ نہ یاد آنے پہ انکار میں سر ہلا دیا۔

''تمہیں پتا تو ہے امتحانوں کی وجہ سے کسی بات کا ہوش نہیں تھا۔ کون سی بات ہے تم بتا دو۔''

''شاید آج پھوپھو بتا دیں۔'' اس کا لہجہ افسردہ تھا اور اب عدن کے پیٹ میں بل پڑنے لگے تھے۔

''تم مجھے پریشان کر رہی ہو۔'' عدن ایک دم

digest library.com

چلتے ہوئے رک گئی۔ مومنہ کو بھی رکنا پڑا۔
وہ کئی لمحے خاموش رہی شاید بولنے کے لیے لفظ تلاش کر رہی تھی۔ ''بھائی کا ویزا لگ گیا ہے۔''
''یہ تو خوشی کی خبر ہے نا...... اس کی خواہش پوری ہونے والی ہے۔'' وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی عدن کے انداز میں رنجیدگی کیوں تھی۔
''ابو نے بھائی سے کہا تھا کہ اگر وہ اپنی ضد پہ قائم رہا تو وہ تمہاری شادی کہیں اور کر دیں گے۔ تمہیں اس کے انتظار پہ نہیں بٹھائیں گے۔''
''مطلب کہ اب وہ کہیں نہیں جا رہا اور تم اتنے پیسے ضائع ہونے پہ پریشان ہو۔'' مومنہ کے خاموش ہو جانے پہ وہ بولنے لگی۔ اسے لگا تھا بات ختم ہو گئی وہ یہ نہیں جان سکی بات تو شروع ہوئی تھی۔
''وہ جا رہے ہیں عدن۔'' یہ چند الفاظ مومنہ کے لیے بہت مشکل تھے۔ اس کی آنکھوں نے عدن کی آنکھوں کی جوت بجھتی دیکھی تھی لیکن ایسا لمحہ بھر کو تھا وہ پھر سے مسکرانے لگی۔
''تم میرے ساتھ ایسے مذاق مت کیا کرو۔'' اس کے بازو پہ چٹکی کاٹی اور قدم آگے بڑھا دیے۔
''کاش! یہ مذاق ہوتا۔'' مومنہ کی مدھم آواز چار قدم آگے چلتی عدن تک پہنچ گئی۔
وہ دوبارہ رک گئی تھی۔ مومنہ کا چہرہ غور سے دیکھنے لگی جہاں شرارت کا نشان تک نہ تھا۔ وہ جھوٹ کبھی بولتی نہیں تھی تو کیا واقعی وہ جا رہا تھا۔
اس کے جسم میں چھن سے کچھ ٹوٹا تھا، شاید دل......

☆☆☆

مومن رات گئے گھر آیا تو ہر سو خاموشی تھی شاید سب سونے جا چکے تھے۔ سب کی اداسی اور ناراضی اسے دکھائی دے رہی تھی لیکن وہ جانتا تھا یہ سب فرضی تھا۔ بہت جلد سب ٹھیک ہونے والا تھا۔ اپنے ہی خیالوں میں مگن وہ چھت پہ چلا آیا۔ اپنے کمرے کے دروازے تک پہنچا کہ دور بیل کے ساتھ کسی سائے کا گمان ہوا۔ وہ لمحہ بھر کے لیے سہم گیا لیکن غور سے دیکھنے پہ جان گیا کہ وہاں اندھیرے میں کون تھا۔
مدھم سی ہوا، رات کی تنہائی اور عدن کی موجودگی کا خیال مسکراہٹ مزید گہری کر گیا۔ وہ خود کئی دنوں سے ایسی ملاقات کا خواہاں تھا لیکن موقع ہاتھ نہ آ رہا تھا۔ وہ دونوں بچپن سے ساتھ تھے۔ ان کا رشتہ دوستی کی حدود سے نکل کر نئے جذبے میں ڈھل رہا تھا لیکن دونوں نے کبھی اس تبدیلی کے متعلق بات نہیں کی تھی۔ اب جانے سے پہلے وہ اسے اپنی محبت کا اعتراف سونپنا چاہتا تھا۔ اس کے وجود کو اپنے اقرار کے حصار میں لینے کی خواہش جاگنے لگی تھی۔
وہ خاموشی سے چلتا ہوا اس کے پہلو میں آ کھڑا ہوا۔ مومن کا بازو عدن کے کندھے کو چھونے لگا تھا۔ وہ بالکل نہیں چونکی جیسے اس کی آمد سے باخبر ہو اور نہ ہی اس سے فاصلہ قائم کیا جیسے وہ بھی اس کے دل کا حال جان گئی ہو۔ وہ دونوں ہاتھ دیوار پہ رکھے سڑک پہ نظریں جمائے کھڑی تھی۔ مومن نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا۔ اس کے لمس کا سحر تھا یا تنہائی کا کمال مومن کا دل زوروں سے دھڑکنے لگا۔ خاموشی بولنے لگی تو ایک شدت سے اس کے ہاتھ کو اپنے ہاتھ میں دبوچ لیا۔
''میں کئی دنوں سے اس ملاقات کی تمنا کر رہا تھا اور دیکھو آج بنا کہے تم میرے قریب ہو۔'' اس کے لہجے میں ماحول کا فسوں جھلک رہا تھا۔
''تم خوش قسمت ہو ہر خواہش بنا کہے پوری ہو جاتی ہے۔'' ہاتھ اب بھی اس کی دسترس میں تھا لیکن لہجے میں مومن جیسی دلربائی نہیں تھی۔
''اور تم میری خوش قسمتی کی معراج ہو......'' اب وہ اس کا ہاتھ سہلانے لگا تھا۔ ''میں تمہیں جانے نہیں دوں گا، آج کی رات اسی طرح میرے قریب رہو۔'' تنہائی کسی جسارت پہ اکسا رہی تھی۔ سیاہ اندھیرے جیسے بال خود میں کھو جانے کی دعوت دے رہے تھے۔
''میں تو عمر بھر قریب رہنے کو تیار تھی۔'' آوارہ

www.pklibrary.com

لٹ کو انگلی پہ لپیٹتے اس کے لفظوں کی گہرائی محسوس ہی نہیں کر سکا۔

''عدن یار! میں پچھتا رہا ہوں آج سے پہلے تمہیں محسوس کیوں نہیں کر سکا۔'' اس نے ہاتھ چھوڑتے ہوئے کندھے سے تھام لیا۔ عدن کا کندھا اس کے سینے سے مس ہونے لگا۔ وہ اب بھی ساکت رہی۔

کتنے ہی لمحے خاموشی کی نظر ہو گئے۔

''تم بھی کچھ بولو نا.....'' اسے عدن کی خاموشی کا احساس ہو گیا تھا۔

وہ بے خبر تھا اس کے وجود میں کیسا طوفان چھپا تھا۔ وہ چیخنا چاہتی تھی، اسے نوچ دینا چاہتی تھی، اپنے جذبات کی اس قدر توہین پہ مار دینا چاہ رہی تھی لیکن ساتھ ہی یہ ڈر کہ ایسا کوئی بھی قدم ان کے درمیان فاصلہ بڑھا دے گا۔ اس کے رک جانے کا ایک فیصد امکان بھی ختم ہو جائے گا۔

''مومن! مجھے آج پتا چلا ہے کہ ماموں نے تمہارے سامنے میزان رکھا تھا۔''

''کون سا میزان.....'' کندھے سے گرفت ڈھیلی کرتے ہوئے اس کے چہرے کی جانب ناسمجھی سے دیکھا۔

''ایک پلڑے میں تمہاری خواہش رکھی اور دوسرے میں مجھے.....''

ہاتھ کندھے سے گر چکا تھا۔ وہ کیا کہہ رہی تھی وہ جان گیا۔

''تم نے دنیا کا سارا وزن خواہش کے پلڑے میں رکھ دیا.....'' وہ یہاں کیوں تھی اب سمجھ رہا تھا۔ ''اور مجھے اس قدر ہلکا کر دیا کہ میں بے نشان ہو گئی۔ کاغذ کی راکھ بن کر فضا میں بکھر گئی۔''

وہ اس کی چاہ میں نہیں آئی تھی یہ اب احساس ہو رہا تھا۔

''تم میرے لیے ہر شے سے زیادہ قیمتی ہو۔''

''نہیں ہوں۔'' وہ جس قدر یقین سے بولا اسی یقین سے رد کیا گیا۔

''عدن! ابو صرف مجھے بلیک میل کر رہے ہیں۔ وہ ایسا کچھ بھی نہیں کریں گے۔ تمہیں مجھ سے دور کرنے کی ہمت کوئی بھی نہیں کرے گا۔'' وہ دوبارہ اسے تھامنے کو آگے بڑھا لیکن اب وہ پیچھے ہٹ گئی۔

''وہ ایسا کریں یا نہ کریں...... تم فیصلہ کر چکے ہو مومن جاوید۔ تم اپنے مستقبل کے لیے عدن پرویز پہ داؤ کھیل گئے۔'' اب یہ دکھ کم تھا کہ وہ دور ہو رہا تھا اور یہ سوچ جان لیوا تھی کہ اسے ٹھکرا کر جا رہا تھا۔

''ابو تمہاری مرضی کے بنا ایسا کس طرح کریں گے۔ میں تمہارے لیے لوٹ کر آؤں گا اور میرا انتظار کرو گی۔'' وہ کتنا خوش فہم تھا۔

''تم انتظار کی باتیں کرتے اچھے نہیں لگتے۔ مجھے اپنا منتظر بنانا تھا تو اتنا باوزن تو کرتے کہ طوفان آتے تو میں اپنی جگہ پہ قائم رہتی۔ تم نے مجھے تنکے سے ہلکا کر دیا کوئی پھونک مارے اور اڑا دے۔'' اس نے مومن کا ہاتھ نہیں بلکہ مومن کو ہی جھٹک دیا تھا۔

وہ وہیں دیوار سے ٹیک لگائے اسے خود سے دور جاتا دیکھتا رہا۔ وہ سمجھ رہا تھا وقتی غصہ تھا جلد ہی سب ٹھیک ہو جائے گا۔ وہ واقعی خوش فہمی کے مینار قائم کر رہا تھا۔

☆☆☆

اس کی مصروفیت ختم ہونے والی نہیں تھی اور نہ ہی ماں جی اپنی بات سے ایک انچ پیچھے ہٹنے کو راضی تھیں سو اس نے ہر ضروری کام بالائے طاق رکھتے ہوئے آج کا دن ماں جی کے نام کیا۔ وہ اتنی سی بات پہ اس قدر خوش تھیں کہ چہرے سے مسکراہٹ جدا ہونے کا نام نہیں لے رہی تھی۔

ماں جی کے باعث کئی سالوں بعد خاندان والوں سے ملنے کا اتفاق ہو رہا تھا۔ وہ تو ہر خاندانی تقریب میں شامل ہوتی تھیں لیکن اس کے پاس کسی خوشی غمی کے لیے وقت نہیں تھا۔ ویسے بھی کوئی قریبی رشتے دار موجود نہیں تھا سب ماں جی کے ننھیال ددھیال والے تھے جن میں اکثر کو وہ جانتا ہی نہیں تھا۔ سب کو ملنے ملانے اور کم سے کم وقت بیٹھنے کے باوجود سارا دن

www.pklibrary.com
digest library.com

گزر گیا تھا۔ رات گہری ہونے کے بعد حویلی میں واپسی ہوئی۔

"اُف! ماں جی، تھکا دیا آپ نے۔" وہ صحن میں رکھی کین کی کرسی پہ گرنے کے انداز میں بیٹھا۔

"خود نہ جانے باہر کتنی بھاگ دوڑ کرتے ہو لیکن ماں کے ساتھ چند گھنٹے گزارنے پہ ہی تھکن ہونے لگی۔" انہیں تھکن کا اظہار ایک آنکھ نہیں بھایا تھا۔

"کہاں میرا کام اور کہاں یہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کر کسی مجرم کی طرح بیٹھنا، سب کی تنقیدی نگاہوں کو محسوس کرنے کے بعد بھی مسکراتے رہنا، ہر قسم کے سوالوں کا لازمی جواب دینا اور رٹو توتے کی طرح وہ جواب ہر گھر میں دہراتے رہنا......"

وہ حد درجہ تنگ آچکا تھا۔ وہ اسی بات پہ حیران تھا کہ ان کے بتائے بنا سب کو خبر تھی کہ وہ کس کام کے لیے آئے تھے اور سب نے اپنی بیٹیاں ایسے لائن حاضر کی تھیں جیسے منڈی میں مول تول چل رہا ہو۔ یہ نہیں پسند تو وہ دیکھ لیں، اس میں تعلیم کی خوبی ہے اور اس میں گھر داری کی......

"یہ مین میکھ بعد میں نکال لینا، پہلے یہ بتاؤ کون سی لڑکی پسند آئی تمہیں؟ مجھے تو سائرہ کی چھوٹی والی بہت پسند آئی، یہ اونچا قد کاٹھ اور موہنی سی صورت۔ امین کی درمیان والی بھی پیاری تھی اور زلیخا کے دیور کی بیٹی باہر سے پڑھ کر آئی ہے۔"

"آپ کو سب ہی پسند آئی ہیں تو سب ہی بیاہ لاتے ہیں۔" گھر آکر بھی وہی موضوع مزاج پہ گراں گزرا۔

"ہارون! میں سنجیدہ ہوں۔" وہ اسے مزید سخت کہنے والی تھیں کہ اہم پانی لیے چلی آئی۔

"ماں جی! مجھے لڑکیوں میں نقص نکالنا بہت بری بات لگتی ہے۔ میں ایسا کرنے والے لوگوں کو باتیں سناتا ہوں کجا کہ خود ایسی حرکت کرنا۔ لیکن آپ خود بتائیں ان میں سے کوئی بھی لڑکی آپ کے دل کو لگی؟ وہ سائرہ آنٹی کی چھوٹی اس کی بے باکی دیکھ کر تو میرا دماغ کھولنے لگا تھا۔ اس کے اشارے دیکھے تھے آپ نے جو وہ مجھ سے نمبر مانگنے کے لیے کر رہی تھی؟ پھر وہ امین انکل کی درمیان والی آپ سے پیار لینا اسے دنیا کا مشکل ترین کام لگ رہا تھا۔ آپ سے ہاتھ ملانے کے بعد وہ فوراً سے ہاتھ دھو کر آئی تھی۔ یہ حرکت اس کی نزاکت ہو یا صفائی پسندی لیکن مجھے ایسی لڑکی نہیں چاہیے جو میری ماں کو حقارت سے دیکھے۔ ہاں زلیخا آنٹی کے دیور کی لڑکی اچھی تھی لیکن ماں جی وہ گاؤں میں رہنا پسند نہیں کرتی بلکہ اسے پاکستان میں ہی نہیں رہنا، مزید تعلیم کے لیے باہر جانا چاہتی ہے اور ایسی لڑکی آپ کی تنہائی کیا دور کرے گی۔" اس کا انکار حقیقت پہ مبنی تھی لیکن ان کو اچھا نہیں لگا تھا۔

"آج کل کی لڑکیاں ایسی ہی ہوتی ہیں بیٹا۔ اس طرح تو تمہیں کوئی پسند نہیں آئے گی۔" وہ صبح جتنی پر امید تھیں اس وقت اتنی ہی مایوس ہو رہی تھیں۔

"نہیں ماں جی، سب ایسی نہیں ہوتیں۔ اور ویسے بھی میں کب کوئی بہت انوکھی لڑکی چاہتا ہوں بس سادہ ہو، آپ کی عزت کرے، گھر بنانے والی ہو اور سب سے بڑھ کر وفادار ہو۔ میں دنوں بعد گھر آؤں تو میری منتظر ہو نا کہ مجھے دھوکا دینے کے طریقے سوچ رہی ہو۔"

"یہ کیسی بات کر دی تم نے...... عورت کی خصلت میں ازل سے وفاداری شامل ہے۔"

"میری نوکری نے وفاداری پہ یقین نہیں رہنے دیا اور یقین کریں ماں جی، جب بھی ہمسفر کا خیال آئے تو دل سے ایک ہی دعا نکلتی ہے کہ جو بھی ہو بس مخلص ہو، وفادار ہو۔" اس کا لہجہ حد درجہ سنجیدہ ہو چکا تھا اور اس کی سنجیدگی نے انہیں خاموش کروا دیا تھا۔

"ایسے کس طرح چلے گا ہارون۔ ہم کسی کے دل میں جھانک کر تو نہیں دیکھ سکتے نا کہ کوئی کیسا ہے؟"

"تو بس پھر دعا کیجیے جو میرے حق میں بہتر ہوگی وہ آپ کے سامنے آجائے گی اور مجھے اچھی بھی لگ جائے گی۔" وہ اٹھا، ان کے سر پہ بوسہ دیا اور اندر کی جانب بڑھ گیا۔

"آج کا دن بھی بیکار گیا۔ اس کے آسرے پہ

رہی تو یہ آس دل میں لیے ہی مروں گی۔ میرے مولا تو ہی کوئی راستہ دکھا۔" دونوں ہاتھ بلند کیے رب سے دعا مانگنے لگیں۔

ہارون اپنے کمرے کے دروازے پہ پہنچا کہ کوئی افراتفری میں کمرے سے باہر نکلا اور اس کی موجودگی سے انجان سیدھا اس کے سینے سے آلگا۔ جہاں ٹکرانے والا وجود ہڑبڑا کے سیدھا ہوا وہیں وہ چند قدم پیچھے ہٹا۔

"کیا بدتمیزی ہے؟ دیکھ کر نہیں چل سکتیں؟" چہرہ دیکھے بنا رنگین پھولوں والی چادر کے سبب پہچان گیا کہ وہ کون تھی۔

"وہ می...... میں...... معذرت......" وہ بولنے کی کوشش میں ناکام ہوتے ہوئے وہاں سے بھاگ گئی۔

وہ سر جھٹکتے ہوئے کمرے میں داخل ہوا۔ گھڑی اتار کر میز پہ رکھی اور اسی پل نظر کتابوں کے ریک کی جانب گئی تو اس کا جی چاہا اپنا سر پیٹ لے۔ اس نے ہر موضوع کے حساب سے الگ خانہ بنا رکھا تھا اور یہاں ساری کتابیں دو خانوں میں ٹھونس کر باقی میں آرائشی چیزیں رکھ دی گئی تھیں۔

"یا اللہ! زندگی میں اور عذاب کم تھے؟" وہ ہر چیز نظر انداز کیے اوندھے منہ بستر پہ گر گیا۔ تکیے کے قریب پڑا ریموٹ اٹھایا، اے سی چلایا اور تکیہ سر پہ رکھ کر سونے کی کوشش کرنے لگا۔

☆☆☆

چھت پہ ہونے والی ملاقات آخری تھی۔ اس کے بعد دوبارہ مومن کے سامنے نہیں گئی اور اگر کبھی سامنا ہو بھی گیا تو بنا کچھ بولے کچھ سنے وہاں سے ہٹ جاتی۔ مومن نے کئی بار اس سے بات کرنے کے لیے پیغام پہنچایا لیکن وہ کان لپیٹ چکی تھی۔ وہ مومن کی ہر پکار سے بے نیاز ہونے کی کوشش کر رہی تھی لیکن پھر بھی دل میں کہیں امید تھی کہ وہ نہیں جائے گا اور یہ خفگی، ناراضی اسے روکنے کی ہی تو کوششیں تھیں۔

کالج سے فراغت ہونے کے باعث طویل دن کاٹنا بہت مشکل ہو چکا تھا ایسے میں جب سب کی نگاہوں کا مرکز بھی وہ ہی تھی۔ کڑھائی سیکھنے میں دل بہلانے کی کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی کیونکہ مومن کے خیال سے دھیان نہیں ہٹتا تھا۔ کبھی اس کی آواز توجہ کھینچ لیتی اور کبھی قدموں کی آہٹ کانوں کو مصروف رکھتی۔ وہ خود سے الجھ الجھ کر تھکنے لگی تھی۔

اس سے پہلے کہ وہ کوئی نئی مصروفیت ڈھونڈتی اس کی الجھنوں کا اختتام ہو گیا۔ وہ چہرے پہ ملتانی مٹی لگائے برآمدے کے ستون سے ٹیک لگائے بیٹھی تھی جب مومن خوشی سے چلاتا گھر میں داخل ہوا۔ وہ اٹھ کر اندر جانا چاہتی تھی لیکن اس کے الفاظ نے قدم جکڑ لیے۔ وہ امی کے گلے لگ کر ٹکٹ کا بتا رہا تھا، مامی کی خوشی دیدنی تھی لیکن اس منظر میں مومنہ اور ماموں نہیں تھے۔ دل کو کچھ ڈھارس بندھی تھی کہ کوئی تو اس کے ساتھ تھا۔

مومن نے اس کی جانب قدم بڑھائے تو وہ منہ دھونے کے لیے آگے بڑھ گئی۔ اس لمحے پہلی بار مومن کو احساس ہوا کہ وہ اس کی خوشی میں خوش نہیں تھی۔ بدگمانی کی ہلکی سی لکیر اس کے دل کو گھیرے میں لینے لگی لیکن اس کے باوجود وہ وہاں کھڑا رہا کہ شاید وہ واپس اس تک آئے اور وہ واپس آئی تھی۔

"تمہیں تمہاری خوشیاں بہت مبارک ہوں مومن۔" اس سے چند قدموں کے فاصلے پہ رکی، ٹھنڈے لہجے میں مبارک دی اور کچھ فاصلے سے ہی قدموں کو موڑ گئی۔ مومن کا وہ ہاتھ جس میں خوشی قید تھی ایک دم ڈھیلا پڑ گیا۔

☆☆☆

کئی آگ برساتے دنوں کے بعد موسم خوشگوار ہوا تھا۔ گہرے کالے بادل ہر سو چھائے ہوئے تھے۔ موسم کی خوش گواری نے طبیعت پہ اچھا اثر ڈالا تو حویلی کے باغیچے میں آ بیٹھیں جہاں دونوں لڑکے بیٹھے لڈو کھیل رہے تھے۔ کتنی ہی دیر بے دھیانی میں انہیں دیکھتی رہیں کہ انعم کی آواز پہ چونک گئیں۔

"خالہ جی! آج کیا پکاؤں؟"

"ان لڑکوں سے پوچھ لو یا جو اپنا دل کرتا ہے وہ پکا لو۔" انہیں انعم کے آنے سے بہت سہولت ہو گئی تھی

www.pklibrary.com
digest library.com

حویلی کے کسی کام کی پریشانی نہیں رہی تھی۔ اس کے سبب ملازم ہیر پھیر نہیں کرتے تھے۔

"آج ہفتہ ہے نا اس لیے پوچھ رہی ہوں۔" وہ ہچکچاتے ہوئے بولی۔

انہوں نے نا سمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔ اس کی جھکی آنکھوں سے کچھ اخذ نہیں کر پائی تھیں۔

"وہ ہارون صاحب ہفتے کو آتے ہیں۔" اس نے فوراً سے وضاحت دی۔

"تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ اس کے آنے کا کوئی مقرر وقت نہیں اور اگر آئے بھی تو اکثر کھانا کھا کر آتا ہے۔ تم اپنے حساب سے سب دیکھ لو۔" اس کی پریشانی اچھی لگی لیکن چہرے سے پھوٹتی رنگ برنگی شعاعیں کچھ اور ہی احساس کرا رہی تھیں۔ ان کے دل میں نئے خدشات سر اٹھانے لگے تھے۔

"جی ٹھیک۔" وہ بے دلی سے جواب دیتی واپس چلی گئی۔ وہ سمجھ نہیں پائیں لہجہ ان کی سختی پہ بدلا یا ہارون کے نہ آنے کا جان کر......

"السلام علیکم بی بی۔" وہ خود سے دور جاتی انجم کو دیکھ رہی تھیں کہ جب کچھ فاصلے پہ بابا آ کر بیٹھ گئے۔

"بابا! کتنی بار کہا ہے یوں میرے سامنے نیچے نہ بیٹھا کرو۔" انہوں نے گھاس پہ بیٹھے بابا کو فوراً سے ٹوکا۔

"میں نے ہزار بار کہا ہے مجھے زمین پہ بیٹھ کر سکون ملتا ہے، میں کوئی آپ کے احترام میں نہیں بیٹھتا......" بابا نے ہمیشہ کی طرح دوٹوک جواب دیا۔

"میں آپ کے لیے ایک رشتہ لے کر آیا ہوں۔" وہ بڑے جوش سے کچھ قریب ہوتے ہوئے بولے۔

"ہیں......؟ بابا دماغ ٹھیک ہے؟" وہ فوراً سے کرسی پہ سیدھی ہوئیں اور کچھ فاصلے پہ بیٹھے لڑکے بھی کھی کھی کر کے ہنسنے لگے۔

"تم لوگ اپنے منہ بند کرو......" سب سے پہلے لڑکوں کو جھاڑ پلائی۔ "آپ کی بات کون کر رہا میں اپنے ہارون باؤ کے لیے کہہ رہا ہوں۔" بابا کی تفصیل سن کر ان کے اعصاب بحال ہوئے ورنہ جان نکلنے کی کوئی کسر نہیں رہی تھی۔

"کوئی فائدہ نہیں بابا۔ وہ ہر لڑکی پہ اعتراض کرتا ہے اسے کوئی پسند نہیں آتی۔ ساتھ میرا دل بھی برا کرتا ہے؟" کوئی اور وقت ہوتا تو بہت خوشی ہوتی لیکن چند دن پہلے کا واقعہ بھولا نہیں تھا۔

"آپ ایک بار میری بتائی لڑکی دیکھو۔ میرے ہی محلے کی بچی ہے۔ یتیم ہے۔ ماموں کے گھر رہتی ہے۔ اس کے ماموں نے مجھے ذکر کیا تو اپنے باؤ کا چہرہ نظروں میں گھوم گیا۔ وہ شادی بھی جلدی کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کو بھی جلدی ہے تو بسم اللہ کریں۔

ان کا لہجہ حد درجہ پر یقین تھا۔ "آپ باؤ کے لیے شہری اور فیشن والی لڑکیاں ڈھونڈتے ہو جو اسے بھی پسند نہیں آئیں گی۔ آپ یہ والی بچی دیکھ لو بالکل ویسی ہے جیسی باؤ کی پسند ہے۔"

بابا کا غرور ایک آنکھ نہیں بھایا تھا لیکن لڑکی دیکھنے کا ارادہ کر لیا۔

"اگر لڑکی پسند آ گئی نا بابا۔" تو اس بار ہارون کو کچھ نہیں بتانا۔ خاموشی سے اسے ساتھ لے جاؤں گی اور سادگی سے نکاح کر دوں گی باقی سب بعد میں ہوتا رہے گا۔"

وہ دل ہی دل میں تہیہ کر چکی تھیں کہ ہارون کو کچھ نہیں بتانا اور بابا کو بھی سختی سے منع کر دیا تھا۔

☆☆☆

وہ دن بھی آن پہنچا جس کا مومن کو نہایت بے صبری سے انتظار تھا۔ سہ پہر کی فلائٹ تھی لیکن وہ کئی دن پہلے اپنی ساری تیاری مکمل کیے ہوئے تھا۔ جاوید بیگ نے اپنی ناراضی ختم کر دی تھی، اکلوتا بیٹا اور پرے اتنی دور جا رہا تھا نہ جانے کب واپسی ہوتی۔ وہ اسے کھلے دل کے ساتھ رخصت کرنا چاہتے تھے۔

سب گھر والے اس کے ساتھ ائیر پورٹ پہ جا رہے تھے اور سب بے تحاشا خوش تھے لیکن ان سب میں عدن شامل نہیں تھی۔ مومن کے اصرار پہ ماموں اسے ساتھ چلنے کے لیے کہنے آئے تھے لیکن اس نے بہت سہولت سے انکار کر دیا۔ وہ پیچھے رہ جانے والوں میں سے تھی اس کے ساتھ چند قدم چل کر اپنی حقیقت

.pklibrary.com

بھولنا نہیں چاہتی تھی۔ اس کو جاتے ہوئے ہاتھ ہلا ہلا کر رخصت کرتے ہوئے یاد نہیں رہنا چاہتی تھی بلکہ اس کی کی یاد میں اپنا وجود نہیں چاہتی تھی۔ اس کے بدلے اس سے بھی یہ ہی چاہتی تھی کہ وہ عدن پرویز کی سوچوں سے اپنی خود غرضی سمیت نکل جائے۔

وہ اتر گیا میری آنکھ سے
میرے دل سے کیوں نہ اتر سکا
وہ چلا گیا جہاں چھوڑ کے
میں وہاں سے پھر نہ پلٹ سکا
وہ سنبھل گیا مگر آج تک
میں بکھر کے پھر نہ سمٹ سکا

مومن اس سے ملنے کی چاہ لیے رخصت ہو گیا اور وہ اپنی ثابت قدمی پہ حیران ہوتی رہ گئی۔ اس کے ٹرپ پہ جاتے وقت ساری تیاری کرنے والی نے اس بار اس کو الوداع نہیں کہا تھا۔ دور جانے کا سوچ کر اداس ہو جانے والی کی اس کے چلے جانے پر آنکھیں ساکت تھیں۔ وہ نہ جانے کتنی دیر بے خیالی سے بیل کو دیکھتی رہی جو اس نے اور مومن نے مل کر لگائی تھی کہ دروازے پہ ہونے والی دستک پہ چونک گئی۔

دروازے کے پار نظر آنے والا چہرہ شناسا نہیں تھا۔ وہ مخمصے کا شکار ہوئی کہ انہیں اندر آنے کا کہے یا یہاں سے ہی واپس لٹا دے کیونکہ اپنے اکیلے ہونے کا احساس بھی ڈرا رہا تھا لیکن مقابل نے ماموں کا نام لیا تو دروازے کے سامنے سے ہٹ گئی۔ انہیں اپنی معیت میں مہمان خانے میں لے آئی۔

”گھر میں کوئی اور نظر نہیں آ رہا۔“ حلیمہ لیاقت جلد ہی گھر میں چھائی خاموشی محسوس کر گئی تھیں۔

”سب ائیرپورٹ گئے ہیں۔ آپ کے لیے چائے لاؤں یا کولڈ ڈرنک؟“ ان کی نگاہیں اپنا جائزہ لیتی محسوس ہوئیں تو دھیان ہٹانے کے لیے آداب میزبانی نبھانے لگی۔

”کچھ نہیں چاہیے بیٹا، بس آپ میرے پاس بیٹھو۔“ انہیں موہنی صورت والی لڑکی بے تحاشا پسند آئی تھی۔ اس لمحے بابا کا غرور بے جا نہیں لگ رہا تھا۔ کوئی بڑا گھر میں نہیں تھا ورنہ ان کا دل چاہ رہا تھا ابھی انگوٹھی پہنائیں اور بات پکی کر جائیں۔ دوسرا چکر اسے رخصت کروانے کے لیے ہی لگے۔

”آپ کیا کرتی ہو بیٹا؟“

”ابھی امتحانوں سے فارغ ہوئی ہوں تو فی الحال فرصت کے دن ہیں۔“ اسے مہمان کے آنے کا مقصد سمجھ میں آ رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ دل ڈوبے جا رہا تھا۔

مومن سے ناراضی کے باوجود اس سب کا خیال نہیں آیا تھا۔ اسے امید بھی نہیں تھی ماموں اس قدر جلد بازی کا مظاہرہ کریں گے یا اس کے دل کے کسی گوشے میں اپنے مان جانے کا گمان چھپا تھا...... جو بھی تھا یہ طے تھا کہ مومن کے علاوہ کسی دوسرے کے لیے کچھ بھی ایسا سوچنا آسان نہیں تھا۔ لڑکپن کے جذبات کلائی پہ دھاگے کی صورت بندھے تھے، دھاگا کاٹتی تو شاید خود کو زخم لگا بیٹھتی۔

ان کے انکار کے باوجود چائے اور چند لوازمات لے آئی تھی۔ یہ چند لمحوں کی میزبانی اس کی آنکھوں کو دھندلائے جا رہی تھی لیکن ضبط کا دامن تھامے رکھا، آنسو حلق میں کسی گولے کی طرح اٹکنے لگے۔ انہوں نے جاتے ہوئے اسے ایک لفافہ ماموں کو دینے کے لیے دیا اور ماموں کا نمبر لینے کے بعد رخصت ہو گئیں۔ اس نے بنا لفافہ کھولے یوں ہی ماموں کے کمرے میں رکھ دیا۔ ایک بار دل چاہا اسے غائب کر دے لیکن پھر خیال آیا وہ ماموں کو کال کر سکتی ہیں یا دوبارہ بھی آ سکتی ہیں تو خیال کو میٹھی نیند سلا دیا۔

☆☆☆

کئی ہفتوں بعد ہارون کام کا بوجھ کم ہونے کے باعث جلد گھر آنے لگا تھا۔ ماں جی کا مزاج خوشگوار تھا اور وہ اس کا سبب اپنی موجودگی کو سمجھ رہا تھا۔ وہ اب شادی کے لیے اصرار نہیں کرتی تھیں اور نہ ہی اس حوالے سے کوئی بات کر رہی تھیں۔ اس کا خیال تھا ماں جی اس کی بات سمجھ گئی تھیں لیکن اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔

اتوار کی صبح موسم نہایت خوشگوار تھا۔ ماں جی نے

digest library.com

بازار جانے کا ارادہ ظاہر کیا تو خوشی خوشی تیار ہونے چل دیا۔ نہا کر نکلا تو الماری کے ہینڈل پہ سفید شلوار کرتا ہینگ ہوا نظر آیا۔ وہ ایسے کپڑوں سے ہمیشہ کتراتا ہی تھا سو الماری کھول کر مٹیالے رنگ کی پینٹ نکالی اور سیاہ ہاف سلیو شرٹ پہن کر ڈریسنگ ٹیبل کی جانب چلا آیا۔ اپنی پسندیدہ پرفیوم اٹھا کر خود پہ سپرے کی، بالوں میں برش کرنے کے بعد خود پہ سرسری نظر ڈال کر مطمئن ہو گیا۔

"آپ نے یہ کیا کیا؟" وہ میز سے اپنا والٹ اٹھا رہا تھا جب حیران سی آواز قریب سے آئی۔

اس نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ انعم کا انداز روہانسا تھا۔ اس نے ارد گرد دیکھ کر سمجھنے کی کوشش کی کہ کیا غلط ہوا لیکن جب سمجھ نہیں پایا تو سوالیہ نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔

"آپ نے یہ کپڑے کیوں پہن لیے؟"

"مطلب......؟" وہ اب بھی اس کی بات سمجھ نہیں پایا تھا۔

"میں نے آپ کے لیے شلوار قمیض نکالی تھی۔"

اس کا جھجکتا انداز ہارون کو الجھا رہا تھا۔

وہ سب کچھ چھوڑ کر اس کے سامنے آ کھڑا ہوا۔ کئی دنوں سے انعم کے انداز اسے الجھا رہے تھے۔ کبھی بلاوجہ اس کے آگے پیچھے پھرنا، کبھی کمرے کی سیٹنگ کرنا اور اب بات کپڑوں تک آن پہنچی تھی۔ اس کے خیالات غلط بھی ہو سکتے تھے لیکن فی الحال اسے انعم کو روکنا تھا۔

"انعم! ایک بات یاد رکھو کہ تم یہاں ماں جی کی وجہ سے ہو۔ میرا کوئی بھی کام تمہیں کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ میری پسند ناپسند میں الجھنے کی کوشش مت کرو۔ تم جب تک یہاں رہنا چاہتی ہو، رہ سکتی ہو۔ لیکن مجھے خوشی ہو گی اگر تمہارا رویہ ویسا رہے جیسا آغاز کے دنوں میں تھا۔"

اس کی نم آنکھیں کچھ سخت کہنے سے روک رہی تھیں۔ اس نے انعم کے کسی احساس کی پروا نہ کرتے ہوئے قدم کمرے سے باہر نکال لیے۔ وہ بچہ نہیں تھا اس کے بدلتے تیور بخوبی سمجھ رہا تھا۔ بات مزید بڑھے اس سے پہلے بند باندھنا ضروری تھا۔

وہ ماں جی کے کمرے میں پہنچا تو وہ اس کی منتظر تھیں۔ انہیں ساتھ لیے شہر چلا آیا۔ وہ انعم کی سوچوں میں الجھا ماں جی کی خوشی اور ڈھیروں ڈھیر خریداری پہ دھیان نہیں دے سکا چونکا تو تب جب اسے مٹھائی کی ٹوکری بنوانے کا کہا گیا۔

"اتنی زیادہ مٹھائی کیا کریں گی آپ؟" اس نے ایک نظر پیچھے رکھے شاپنگ بیگز کو دیکھا۔

"تمہیں جو کہہ رہی وہ کرو۔" اس کے سوال کو کسی قابل نہیں سمجھا گیا تو سر جھٹکتا شہر کے مشہور سویٹ ہاؤس میں گھس گیا۔

☆☆☆

وہ پچھلے کئی گھنٹوں سے مومن کے کمرے میں بیٹھی تھی۔ بدلتے حالات دل پہ بوجھ کی صورت آ پڑے تھے اور اس منجدھار سے نکلنے کی صورت دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ احساسات کی جنگ میں وجود الاؤ کی مانند دہکنے لگا تھا، جذبات وجود میں بے آواز بین کر رہے تھے۔ آنکھیں ساکت تھیں لیکن دل میں طوفان برپا تھا۔

"عدن! کب تک ایسے یہاں بیٹھی رہو گی؟" مومنہ دھیمے قدموں چلتی اس کے قریب آ بیٹھی۔

"میں نہ جانے یہاں کیوں چلی آئی؟" اس نے سر اٹھا کر سارے کمرے پہ نگاہ ڈالی۔ "میرا سب سے بڑا قصور وار اس کمرے کا مالک ہی ہے اور میں اس کی ملکیت میں رہنے والے چیزوں کو درد سنا رہی ہوں۔" آنکھیں بھر آئی تھیں اپنی بے بسی پہ یا شاید کسی ہمدرد کی موجودگی پہ۔

"تم ایک بار مومن سے بات تو کرو یا مجھے ہی کرنے دو ہو سکتا ہے کوئی حل نکل آئے۔" مومنہ سے اس کی یہ حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی۔

"میں اس سے بھیک نہیں مانگ سکتی مومنہ۔ میں نے اس کو جاتے وقت کہا تھا وہ مجھے ہار کے جا رہا ہے لیکن وہ نہیں رکا...... وہ تب نہیں رکا تو اب کیا کر لے گا۔" آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگے تھے۔

"تم ابو کو منع کر دو۔ وہ کبھی تمہاری بات سے انکار

نہیں کریں گے۔" مومنہ ذہن میں آنے والا ہر حل اس کے سامنے رکھ رہی تھی۔

"کیسے منع کروں؟ تمہارا بھائی مجھے کون سا یقین سونپ کر گیا ہے جس کی بنیاد پہ میں ساری دنیا سے لڑ جاؤں؟ میں ماموں کو اپنے حوالے سے مزید کوئی دکھ نہیں دینا چاہتی۔ وہ فرشتہ صفت انسان اپنے بیٹے کی وجہ سے میرے سامنے شرمندہ ہوتے ہیں۔ میں انہیں مومن جیسا دکھ نہیں دوں گی۔ میں ایک کم ہمت، کم ظرف اور خود پسند انسان کے پیچھے اس انسان کو کبھی تکلیف نہیں دے سکتی جس نے مجھے یتیمی کا احساس تک نہیں ہونے دیا۔ میں ہر دکھ سہہ جاؤں گی مومنہ، لیکن ماموں کو اداس نہیں کر پاؤں گی۔ وہ کسی کو زبان دے چکے ہیں اور اچھی بیٹیوں کے لیے والدین کی زبان بلند حفاظتی فصیل کی مانند ہوتی ہے جس کے پار کبھی بھلائی نہیں مل سکتی۔"

اس کا ایک ایک لفظ جاوید بیگ سے محبت کا گواہ تھا۔ وہ سن پاتے تو جان جاتے اپنے بیٹے پہ اس لڑکی کو دی جانے والی فضیلت بے جا نہیں تھی۔ وہ اپنا دل مار کر ان کے فیصلے پہ ان کے ساتھ کھڑی ہو رہی تھی۔

"جب خود کو قائل کر ہی لیا ہے تو نیچے چلی آؤ۔ مہمان مغرب تک پہنچ جائیں گے اور تمہیں تیار ہونے میں وقت لگے گا۔" مومنہ نے اس کے سر پہ شدت سے بوسہ دیا اور آنکھیں صاف کرتے ہوئے باہر نکل گئی۔

عدن نے بے دردی سے آنسو صاف کیے لیکن وہ کسی اختیار کے پابند نہیں تھے۔ اس کی نگاہوں میں دوبارہ گزرا وقت گھومنے لگا۔ دل اس وقت پہ پچھتا رہا تھا جب لفافہ ماموں تک بحفاظت پہنچا دیا اور دماغ اسے ہر پچھتاوے سے آزاد کر رہا تھا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی ہوتا کہ ماموں یوں ہتھیلی پہ سرسوں جمائیں گے تو وہ واقعی اس دن کچھ الٹ کر دیتی۔ اسے خبر بھی نہیں ہوئی اور بالا ہی بالا سب طے ہو گیا۔ لڑکا پسند آ گیا اور چند دنوں میں بات نکاح تک آ پہنچی۔ ممانی کی التجائیں بھی ماموں کو ان کے ارادے سے باز نہیں رکھ سکیں۔

اس کی نگاہ گھڑی پہ گئی جہاں سہ پہر کے چار بج رہے تھے۔ وقت ہاتھوں سے پھسل رہا تھا سو چہرے پہ ہاتھ پھیر کر سب نشان مٹانے کی کوشش کی اور اٹھ کھڑی ہوئی۔

"مومن جاوید! آج خود پہ تمہاری یادوں کے سب کواڑ بند کر رہی ہوں اور تم سے تمہی التجا ہے۔ کبھی دل کے کسی کونے سے جھانک کر مجھے بے چین کرنے کی کوشش نہ کرنا۔ تمہاری الفت میں بہت سال برباد کیے ہیں اب اپنی چاہ کا طوق اتار کر مجھے آزاد کر دو۔" دیوار پہ ٹنگی تصویر کو مخاطب کرتے ہوئے بلند آواز میں بولی جیسے وہ سن رہا ہو۔

ایک گہری نظر سارے کمرے پہ ڈالی اور پژمردہ سی مومن کی دنیا سے نکل آئی۔

☆☆☆

کبھی کبھی پل میں کائنات بدل جاتی ہے۔ ہستی بل کر رہ جاتی ہے اور ذات بدل جاتی ہے۔ ہم ہر جانب سے مطمئن ہوتے ہیں لیکن خواہشات کے پردے پہ رات اتر جاتی ہے۔

ہارون لیاقت ساکت نگاہوں سے ماں جی کو دیکھ رہا تھا جو اس کی حالت سے بے نیاز بس مسکرائے چلی جا رہی تھیں۔ جس کی ذہانت کی داد سارا محکمہ دیتا تھا اور وہ اپنے ہی گھر والوں کے ہاتھوں بے وقوف بن گیا۔ اسے مطمئن کر کے مارا گیا تھا اور شکنجہ اتنا سخت تھا کہ پر مارنے کا سوچنا بھی دور کی بات تھی۔

نکاح نامے پہ دستخط کرنے تک اسے خبر نہیں ہو سکی کہ اس کے ساتھ کیا ہونے والا تھا۔ ماں جی نے کامدار سوٹ خریدے، مٹھائی کی ٹوکریاں لیں اور وہ انجان نگاہوں سے سب دیکھتا رہا۔ ایک بالکل انجان جگہ آ کر بھی تسلی تھی یقیناً ماں جی کے جاننے والے ہوں گے اور وہ چونکتا بھی کیسے وہاں ایسے کوئی انتظامات ہی نہیں تھے جس سے کسی شادی کا گمان ہوتا۔ مہمان خانے میں چائے پیش کی گئی اور ساتھ ہی مولوی صاحب اس کے سامنے آن بیٹھے۔

مولوی صاحب کو دیکھ کر بھی وہ بدگمان نہیں ہوا اور تب تک خوش فہمی کے مینار پہ رہا جب تک اس کے

www.pklibrary.com

سامنے نکاح نامہ نہیں رکھا گیا۔ وہ اسراف پسند نہیں تھا لیکن زندگی کا اتنا اہم موڑ ایسے شروع کرنے کا کب سوچا تھا۔ اس کی خوش لباسی کو سراہنے والے اگر اس کا نکاح یوں عام سی پینٹ شرٹ میں ہوتے دیکھ لیتے تو یقیناً بے ہوش ہو جاتے اور یقین تو اسے بھی نہیں آ رہا تھا۔ ایسے تو کوئی دنیا نہیں چھوڑتا جیسے اس کی زندگی میں کسی دوسرے کو شامل کر دیا گیا اور وہ بھی نہ جانے کون تھی۔ ماں جی کی پسند تو وہ دیکھ ہی چکا تھا چند ہفتے پہلے دیکھی گئیں لڑکیوں جیسا خاکہ ہی ذہن کے پردے سے چمٹ گیا۔

اس کا ذہن اس قدر پراگندہ تھا کہ دستخط کرنے کے علاوہ اس نے کچھ دیکھنا مناسب نہیں سمجھا یہاں تک کہ لڑکی کا نام بھی نہیں۔ مبارکباد کا شور نہایت گراں گزر رہا تھا۔ اس نے خود پہ کڑا ضبط کیا اور ماں جی کی جانب دیکھا کہ انہیں اکیلے میں بات کرنے کا کہے لیکن وہ اس کی جانب سے مکمل انجان ہو چکی تھیں۔

"یا اللہ! بات صرف نکاح تک ہی رہے۔" ماں جی کی نظر اندازی اسے خوف زدہ کر رہی تھی۔ ان کا پر اعتماد انداز بتا رہا تھا کہ وہ یہاں پہ ہی بس نہیں کرنے والی تھیں۔

چند لمحوں بعد ایک وجود اس کے پہلو میں لا کر بٹھا دیا گیا۔ دل نے دیکھنے کی خواہش کی نہ ہی اس نے مردانہ چہرہ بائیں جانب موڑا بلکہ مقابل سے فاصلہ مزید بڑھا لیا۔ جس قدر شدید غصہ آ رہا تھا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ یہاں سے فوراً چلا جاتا۔

اس لمحے ماں جی کی نظر اندازی ختم ہوئی اور ان کے قریب چلی آئیں۔ اس کے سر پہ بوسہ دیا اور پھر ساتھ بیٹھے وجود کے سر پہ بوسہ دیتے ہوئے اسی جانب بیٹھ گئیں۔

"بہن جی! آج سے یہ میری بیٹی ہے اور کبھی آپ کو اس کی جانب سے پریشانی نہیں ہوگی۔ میرے بیٹے کو میرے گھر کو جیسی لڑکی کی ضرورت تھی آپ کی بیٹی بالکل ویسی ہے۔ میرے گھر کو جنت بنا دے گی اور ان شاء اللہ اس جنت میں راج بھی کرے گی۔" ماں جی کا لہجہ شیرینی سے بھرپور تھا۔ اسے ان کے اعتماد کی مضبوطی دیکھ کر حیرانی ہو رہی تھی۔

ان سب کے درمیان ہونے والی رسمی گفتگو کو مکمل نظر انداز کر رہا تھا۔ اسے حیرانی ہو رہی تھی وہ اتنا بد تہذیب تو کبھی بھی نہیں رہا تھا لیکن چاہ کر بھی وہ موڈ ٹھیک نہیں کر پا رہا تھا۔ اسی دوران رخصتی کا شور مچا تو وہاں سے نکلنے والا وہ پہلا شخص تھا بنا اپنے ساتھ چلتے وجود کی پروا کیے......

"میں نے تمہارے لیے ویسا سوچا جیسا مومنہ کے لیے سوچتا۔ کبھی مجھ سے بدگمان مت ہونا۔ مجھے یقین ہے تمہیں اتنی خوشیاں ملیں گی کہ گزرے دن اور پیچھے رہ جانے والے ساتھی سب بھول جاؤ گی۔" عدن کے ضبط کا دامن یہاں ٹوٹ کر بکھرا تھا۔

☆☆☆

حویلی میں ہمیشہ چھائی رہنے والی خاموشی کا راج تھا۔ ان کی آمد پہ صرف انجم جاگ رہی تھی جو گاڑی کا ہارن سن کر جوش و خروش سے کچن کی جانب چلی آئی کیونکہ اس نے ہارون کی پسند کا کھانا پکایا تھا۔ باہر کسی ہلچل کا گمان ہوا تو فوراً اسے کچن سے نکل کر صحن کی جانب چلی آئی اور سامنے کا منظر حیرانی کے پہاڑ توڑ گیا۔

حلیمہ بیگم اپنے ساتھ کسی دوسرے وجود کو اندر لا رہی تھیں۔ بڑی سیاہ چادر سے ڈھانپے گئے وجود میں بس سفید شرارہ نظر آ رہا تھا۔ انہوں نے اسے صوفے پہ بٹھایا اور سیاہ چادر اتار دی اس لمحے اسے ادراک ہوا وہ لڑکی دلہن کا روپ دھارے ہوئے تھی لیکن کس کی دلہن......؟ اسی اشتیاق میں وہ ان کے قریب چلی آئی۔

"یہ کون ہے خالہ جان؟"

ایک نظر دیکھتے ہی سامنے بیٹھی لڑکی کے حسین ہونے پہ کوئی شبہ نہیں رہا تھا۔ اس پہ سفید رنگ ایسا جچ رہا تھا جیسے اسی کے لیے بنا ہو اور سرخ زرتار دوپٹے نے چار چاند لگا دیے جیسے کوئی خوب صورت وادی برف سے ڈھکی ہو اور اس پہ گلابوں کی برسات ہو جائے۔

"میرے ہارون کی دلہن ہے۔" حلیمہ لیاقت کا

www.pklibrary.com

لہجہ محبت اور اشتیاق سے لبریز تھا اور اپنی خوشی میں انعم کا سیاہ پڑتا چہرہ دیکھ نہیں پائیں۔

وہ چند لمحے پہلے جس حسن کو داد دینے کے لیے الفاظ سوچ رہی تھی اب اسی وجود کے لیے دل میں نفرت امڈ آئی تھی۔ وہ نہ جانے کب اس مغرور اور اکھڑ انسان کو دل دے بیٹھی تھی شاید پہلے روز ہی جب وہ پوچھ رہا تھا

"یہ انعم کون ہے؟"

وہ اپنی حیثیت جانتی تھی کہ وہ اس بڑی سی حویلی میں پناہ گزین سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتی، وہ اپنی گھر والوں کی دھتکاری ہوئی اور حالات کی مار سے بچنے کو یہاں آن پڑی تھی لیکن ایک شہزادے کا خواب تو ہر لڑکی دیکھتی ہے نا...... اس کے دل میں ہارون لیاقت کی چاہ پیدا ہوئی تو کون سا جرم ہو گیا؟ اپنی اوقات سے بڑھ کر کچھ پسند آ گیا تو کون سی غلطی کر لی؟ چکور بن کر چاند کی اور اڑان بھر لی تو کون سی خطا ہو گئی؟ بس ناحق خواہش کرتے ہوئے یہ سوچنا بھول گئی کہ اگر اڑان کے دوران پر تھکنے لگے تو اونچائی سے گرنے کے بعد انجام کیا ہو گا؟ کچھ خطائیں سہنا آسان نہیں ہوتا۔ کبھی کبھار جان پہ بن آتی ہے اور انجام سے بے پروا ہو کر کی جانے والی بھول تاعمر کسی آسیب کی مانند سوار رہتی ہے۔

"تمہیں کیا ہوا؟" انہیں ایک دم انعم کی خاموشی کا احساس ہوا تو اسے دیکھنے لگیں۔

"کچھ نہیں......" اب پردہ ہی تو ڈال سکتی تھی۔

"تو پھر رو کیوں رہی ہو؟" کمبخت آنسو نہ جانے کہاں سے ٹپک پڑا تھا۔

"خالہ! آپ نے بالکل غیر کر دیا۔ تقریب میں شامل نہ کرتیں لیکن بتا ہی دیتیں شاید اس قدر تکلیف نہ ہوتی۔" تھوڑے سے بہانے کی آمیزش میں اپنا درد چھپانے کی کوشش کی۔

"ماں صدقے جائے ادھر آؤ......" انہوں نے انعم کا ہاتھ پکڑ کر اپنے پاس ہی بٹھا لیا۔ "نہ تمہیں غیر سمجھا ہے اور نہ پرایا...... یہ نکاح اس قدر سادگی سے کرنے کی بہت اہم وجہ تھی لیکن اب کچھ دن بعد ولیمہ کریں گے اور اس کی ساری تیاری تم نے کرنی ہے۔ میری بوڑھی ہڈیوں میں کہاں کچھ کرنے کی ہمت ہے، میں تو آج ہی تھک گئی ہوں۔"

اپنے ہاتھوں سے اس کے آنسو صاف کرتے دلاسا دے رہی تھیں لیکن بند باندھنے کی کوشش ناکام جاتی نظر آ رہی تھی کیونکہ ہمدردی تکلیف مزید بڑھا دیتی ہے۔

"دیکھو نا...... باتوں باتوں میں بھول ہی گئی بچی تھک گئی ہو گی۔ جاؤ اسے ہارون کے کمرے میں چھوڑ آؤ۔" انہیں اگلی ذمہ داری اس کے سپرد کی تاکہ وہ تنہائی میں ہارون سے نبٹ سکیں۔

انعم نے دل پہ پتھر رکھتے ہوئے اس کی سیاہ چادر تھامی اور اسے اپنی معیت میں لیے اندر داخل ہو گئی۔ لاؤنج سے ایک جانب کو ہٹ کر ہارون کا کمرا تھا جس کو آج ہی اس نے خوب دل لگا کر سنوارا تھا۔ اگر معلوم ہوتا اس کی محنت پہ کسی اور کی سیج سجے گی تو اپنے ہاتھوں کو یہ سب کرنے سے پہلے توڑ دیتی۔

"یہ کمرا ہے۔" کمرے تک لاتے لاتے ضبط تمام ہوا تو اسے وہیں چھوڑ کر پلٹ آئی۔

عدن نے ناسمجھ نگاہوں سے اسے دور جاتے دیکھا جس سے اپنے رشتے کی بابت کچھ معلوم نہیں تھا۔ خیر معلوم تو اسے اس انسان کے متعلق بھی نہیں تھا جس سے منسوب ہو کر یہاں آئی تھی۔

اس نے گہرا سانس لیتے ہوئے قدم کمرے میں رکھ دیے۔

☆☆☆

رات بے حد حسین تھی۔ مدھم ہوا اور فلک پہ بادلوں کے ڈیرے نے موسم کی حدت کو کم کر دیا تھا۔ نوزائیدہ چاند اپنی بقا کی جنگ لڑ رہا تھا اور وسیع آسمان تلے حویلی کے اونچے ستونوں کی اوڑھ میں بنے لان پہ وہ ننگے پاؤں چلتا اپنی بے چینی ہواؤں میں منتقل کر رہا تھا۔ سگریٹ کے دھوئیں میں اپنا غصہ، اضطراب، شتاب کاری اور ابتری شامل کی اور رنج سے فضا کے سپرد کر دیا۔

"ایسا کس کے ساتھ ہوتا ہے جیسا میرے ساتھ کیا گیا؟" اس کا غصہ تھا کہ کسی طور کم نہیں ہو رہا تھا۔

digest_library.com

www.pklibrary.com

وہ سوچ سوچ کر بے حال ہو رہا تھا کہ اپنے دوستوں کو اس افراتفری کی وجہ کیا بتائے گا؟ دوستوں سے زیادہ اپنے دل کی فکر تھی جسے کسی پل چین نہیں پڑ رہا تھا۔ خواہشات اپنی بے قدری پہ دل کے کسی کونے میں سسک رہی تھیں۔ وہ اب تک بے یقین تھا اس کی چھوٹی سے چھوٹی خواہش پوری کرنے والی، اس کی مرضی کے بنا ایک کام نہ کرنے والی ماں جی اتنا بڑا قدم کیسے اٹھا لیا۔

"باؤ! ادھر کیا کر رہے ہو آج تو سب بے چینیوں کے ختم ہونے کا دن ہے۔ یہ چکر لگانے چھوڑ دو اور اندر جاؤ مہمان کو زیادہ انتظار نہیں کراتے۔" بابا کے لہجے کی شوخی بھی اس پہ اثر انداز نہیں ہوئی۔

"کہاں سب ٹھیک ہو رہا ہے بابا۔ وہ لڑکی...... میرا مطلب ماں جی نہ جانے اکیلی کیا کر رہی ہیں۔ مجھے تو کچھ خبر ہی نہیں ہونے دی۔"

اس قدر انتہائی غصے کے باوجود وہ بابا کے سامنے اس لڑکی کے متعلق کچھ سخت نہیں بول سکا۔ وہ جو بھی تھی اب اس کے نکاح میں تھی، اس کی بیوی تھی اور اس کی تربیت یہ اجازت نہیں تھی کہ ملازموں کے سامنے اپنی بیوی کے متعلق کچھ برا بولے۔

"بیٹا جی! سب پریشانیاں چھوڑ دو۔ آپ کی ماں جی نے بہت بہترین فیصلہ کیا ہے۔ ایسی لڑکی وہ چراغ لے کر بھی ڈھونڈتیں تو انہیں نہ ملتی۔" وہ نئے مہمان کی تعریفوں کے پل باندھ رہے تھے اور وہ گہری نگاہوں سے ان کی جانب دیکھ رہا تھا۔

اس کا شک ٹھیک تھا ماں جی اکیلے ایسا کچھ نہیں کر سکتی تھیں۔ اتنی دور انجان شہر میں انہیں لے کر جانے والا کوئی تو ضرور تھا اور وہ کوئی اب اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"اس سب میں آپ شامل ہیں؟" ان کو ٹوک کر اس نے اپنا سوال کیا۔

"تو اور کیا...... یہ بی بی صاحبہ کہاں ایسا ہیرا ڈھونڈ سکتی تھیں۔ یہ تو تمہارے لیے وہی بڑی امیر زادیاں ڈھونڈ رہی تھیں جو منہ ٹیڑھا کر کر کے انگریزی بولتی ہیں۔ میں نے بتایا کہ ہمارے باؤ کی پسند ایسی نہیں ہے اسے گھر سنوارنے والی لڑکی چاہیے۔ وفا کرنے والی اور تابعدار...... اللہ کا شکر ہے انہیں بات سمجھ میں آ گئی۔" وہ اس کے لہجے کی کڑواہٹ پہ دھیان دیے بنا مسلسل بولتے جا رہے تھے۔

"بابا! آئندہ آپ حویلی کے اندرونی معاملات میں دخل اندازی نہیں کریں گے۔ خاص طور پہ ماں جی کی ذہن سازی نہیں کریں گے۔ آپ کو یہاں جس کام کے لیے رکھا ہے وہ کریں اور اگر نہیں ہوتا تو بتا دیں مجھے محکمے کی طرف سے سیکورٹی ملی ہوئی ہے۔ آپ کو سالوں کے اعتماد کے باعث رکھا تھا اور آپ یہاں خانہ داری میں الجھے ہوئے ہیں۔" وہ جو کبھی ان سے اونچی آواز میں بات نہیں کرتا تھا اس لمحے پھٹ پڑا تھا۔

ان کا خوشی سے جگمگاتا چہرہ پل میں تاریک ہوا۔ لہجے کی شوخی ہوا ہوئی۔ اب تو الفاظ بھی دور بھاگ گئے تھے۔ وہ بنا کچھ بولے خاموشی سے الزامات کی بوچھاڑ سہتے رہے اور سر جھکائے کڑوی کسیلی سنتے رہے۔

اسے بولتے بولتے احساس ہوا کہ وہ کیا کر رہا تھا۔ کہاں کا غصہ کہاں نکال رہا تھا۔ غصیلے پن پہ شرمندگی حاوی ہونے لگی تھی۔ یہ غصہ اس سے نہ جانے کیا کیا کروا رہا تھا۔

"دروازہ کھولیے بابا......" مٹھیاں بھینچتے ہوئے اس نے لہجہ معتدل کیا اور گاڑی میں جا بیٹھا۔

وہ چند لمحے بدحواسی سے اس کے ارادے دیکھتے رہے اور کوئی چارہ نہ پا کر بھاگتے ہوئے دروازے تک جا کر دروازہ کھول دیا۔ وہ تیز رفتاری سے گاڑی نکال لے گیا اور اپنے پیچھے ٹائر چرچرانے کی بدبو چھوڑ گیا۔

☆☆☆

رات رفتہ رفتہ گہری ہوتی جا رہی تھی۔ اس نے کلائی پہ بندھی گھڑی پہ وقت دیکھا سوئیاں بارہ کا ہندسہ عبور کر رہی تھیں۔ اس کی کمر صوفے پہ بیٹھ بیٹھ کر تختہ ہونے لگی تھی۔ کئی بار اٹھ کر کمرے میں چند قدم چل بھی لیا لیکن تھکن بڑھتی جا رہی تھی۔ شاید دلی بوجھ تھا جو بڑھتا بڑھتا سارے جسم کو اپنی لپیٹ میں لے چکا تھا۔

www.pklibrary.com

تنہائی ملتے ہی مومن کا خیال دوبارہ حملہ آور ہوا تو اس نے خود سے کیا وعدہ دہرا لیا لیکن ایسے موقعوں پہ وعدے کام آ جائیں تو اور کیا چاہیے۔ وہ شرارہ سنبھالتی اٹھی اور کتابوں والے ریک کے سامنے چلی آئی۔ اس نے سرسری نگاہوں سے کتابوں کا جائزہ لیا جس میں زیادہ تر کتابیں غیر ملکی اور کچھ غیر دلچسپ موضوعات پہ تھیں۔ ادب اور شاعری سے منسلک ایک بھی کتاب نہ دیکھ کر اسے مایوسی ہوئی۔

"نہایت سڑیل مزاج انسان لگتا ہے......" اس نے کتابوں کو واپس جگہ پہ رکھ دیا۔ "خیر مجھے کیا جیسا بھی ہو۔" اس کا انداز بے زاریت سے بھرپور تھا۔

وہ اس انسان کے متعلق سوچنا نہیں چاہ رہی تھی اور کوفت تھی کہ کم ہونے کا نام نہیں لے رہی۔ انتظار کی طوالت سوہان روح بننے لگی تھی اور ساتھ ساتھ کئی دل جلے خیال نگاہوں کے سامنے ناچنے لگے تھے۔ وہ عجیب مشکل میں آن پھنسی تھی کہ ایک کے متعلق اسے سوچنا چاہیے تھا لیکن دل آمادہ نہیں تھا اور دل جسے سوچنا چاہ رہا تھا اس پہ دماغ ڈیٹ رہا تھا۔

"کیسے عجیب لوگ ہیں کوئی لوٹ کر ہی نہیں آیا۔" پیاس سے گلا سوکھنے لگا تھا بلکہ بھوک بھی محسوس ہو رہی تھی۔ اسے یاد آیا وہ کل سے بھوکی تھی۔

ساری شرم بلائے طاق رکھتے ہوئے وہ کمرے سے نکل آئی۔ وسیع لاؤنج میں سناٹے بول رہے تھے۔ اس نے جائزہ لیتی نگاہوں سے چاروں جانب دیکھا تا کہ اندازہ لگا سکے کچن کس جانب ہے۔ ایک جانب اسے فریج کا شبہ گزرا تو اسی جانب چلی آئی لیکن مدھم سرگوشیوں نے قدم تھام لیے۔

"اس لڑکے سے ایسی حرکت کی امید نہیں تھی۔ کہاں گیا ہے؟" آواز میں پریشانی نمایاں تھی۔ چند لمحے میں وہ اس آواز کو پہچان گئی تھی۔

"بابا کہہ رہے ہیں کوئی ضروری کال آ گئی تھی۔"

"ایسا بھی کیا ضروری کام کہ دن کی مناسبت کا خیال نہیں رہا۔" اب آواز میں غصے کی جنبش تھی۔

"آپ کو پتا تو ہے ان کے کام کی نوعیت ایسی ہی ہے، کبھی بھی بلاوا آ جاتا ہے اور ویسے بھی انہیں کب پتا تھا آج ان کی شادی ہو جائے گی۔" دوسری آواز مکمل حمایت کر رہی تھی۔

"ہاں ہاں......لیکن میں لڑکی کو کیا جواب دوں گی۔ بچی نہ جانے کیا سوچے گی۔"

"آپ پریشان نہ ہوں میں اسے دیکھ لیتی ہوں۔"

اس نے خاموشی سے قدم آگے بڑھا دیے۔ فریج سے ٹھنڈا پانی نکال کر دو گلاس غٹا غٹ پی گئی۔

"یہاں تو مجھ سے بڑے مظلوم پائے جاتے ہیں۔" اس کا ہو چکا شوہر گھر سے جا چکا تھا اور یہ بات جان کر وہ کافی مطمئن ہو گئی تھی۔ وہ ابھی اس انسان کا سامنا کرنا ہی نہیں چاہتی تھی۔

"ویسے کافی ڈرپوک ہے نہ جانے کیسے پولیس میں بھرتی ہو گیا۔ جو یہاں میدان چھوڑ کے بھاگ گیا وہاں پتا نہیں کیا کرتا ہو گا۔" سکون کے ساتھ دل میں ہلکی سی ناقدری نے سر اٹھا لیا جسے اس نے فوراً سے جھٹک دیا۔

وہ واپس جانے کو مڑی تو گڑبڑا گئی۔ اسے کمرے میں لے جانے والی لڑکی پیچھے کھڑی خشمگیں نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔

"پانی پینے آئی تھی۔" اس نے مسکراتے ہوئے وضاحت دی۔

"پانی پینے یا کسی کو ڈھونڈنے......؟" اس کا انداز استہزاء سے بھرپور تھا۔

عدن اچھے سے اس کی بات کا مطلب سمجھ رہی تھی لیکن انداز اب بھی سمجھ نہیں پائی تھی۔ یہ پل پل بدلتا لہجہ کس باعث تھا......؟ وہ بنا کوئی جواب دیے، بھوک کو میٹھی نیند سلاتے کمرے میں چلی آئی۔ کمرے میں کمرا مکین کی کوئی تصویر بھی نہیں تھی ورنہ اسے تلخ نگاہوں سے دیکھ کر اور چند کڑوی کسیلی سنا کر تلخی کم کر لیتی۔ دوپٹا غصے سے صوفے پہ پٹخا اور انہی کپڑوں سمیت بیڈ پہ دراز ہو گئی۔

(باقی آئندہ ماہ ان شاءاللہ)

☆☆

digest library.com

Digest Novels Lovers Group ❤️❤️

ماوراطلحہ

دیپ سَنگ دیپ میں

اے ایس پی ہارون لیاقت اپنے کمرے میں ماتحتوں پر غصہ ہوتا ہے کہ وہ مجرم کو پکڑنے میں ناکام ہو گئے تھے۔

ارسلان ہارون لیاقت کو بتاتا ہے کہ مجرم کچہری روڈ پر پرائیویٹ گرلز ہاسٹل میں چھپا ہوا ہے۔

عدن کے والد کا انتقال ہو چکا ہے۔ عدن اپنی امی ثمینہ کے ساتھ اپنے ماموں جاوید بیگ کے گھر میں رہتی ہے۔

ماموں کے اپنے دو بچے ہیں مومن اور مومنہ لیکن وہ عدن سے بھی اپنی اولاد جتنی محبت کرتے ہیں۔

مومن اور عدن ایک دوسرے کے لیے خاص جذبات رکھتے ہیں۔ مومن کو اپنے ملک میں کوئی جاب پسند نہیں آتی، وہ چاہتا ہے کہ یورپ کے کسی ملک میں چلا جائے۔

ہارون لیاقت کی ماں جی ہر ماں کی طرح اپنے بیٹے کے سر پہ سہرا سجا دیکھنا چاہتی ہیں۔ ہارون ڈسٹرکٹ کمشنر کی بیوی کے ساتھ ان کے سکیورٹی کے لیے کسی کالج میں جاتا ہے وہاں اسے ایک لڑکی قومی نغمہ گاتے ہوئے بہت متاثر کرتی ہے۔ وہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ اس لڑکی کی آواز نے اسے متاثر کیا ہے یا معصومیت نے۔

جاوید بیگ کو جب مومن کے باہر جانے کی ضد علم ہوتا ہے تو وہ مومن کے سامنے شرط رکھتے ہیں کہ وہ عدن سے نکاح کر کے جائے دوسری صورت میں وہ عدن کو اس کے انتظار میں بٹھا کر نہیں رکھیں گے۔

مومن یہ شرط ماننے سے انکار کر دیتا ہے۔ اس کے انکار پر عدن کا دل ٹوٹ جاتا ہے۔

ماں جی ہارون کو خاندان کی لڑکیاں دکھاتی ہیں مگر اس کو کوئی بھی پسند نہیں آتی۔

ماں جی اپنی خالہ کی یتیم نواسی انعم کو گھر لے آئی تھیں جس سے انہیں بہت سہولت ہو گئی تھی۔

انعم دل ہی دل میں ہارون لیاقت کو پسند کرنے لگتی ہے۔

مومن کا ٹکٹ آ جاتا ہے سب اسے ایئرپورٹ چھوڑنے جاتے ہیں لیکن عدن نہیں جاتی۔

بابا ماں جی کو عدن کو دکھانے کے لیے جاوید بیگ کے گھر لے آتے ہیں۔ ماں جی کو عدن پسند آ جاتی ہے۔

ماں جی خود ہی سب کچھ طے کر کے بہانے سے ہارون لیاقت کو لے کر جاوید صاحب کے گھر پہنچتی ہیں اور اس کا نکاح عدن سے ہو جاتا ہے۔

ہارون غصے میں عدن کو بغیر دیکھے گھر سے چلا جاتا ہے۔

دوسری قسط

ناولٹ

وقت گزر جاتا ہے کیونکہ اس کی سرشت میں رکنا نہیں ہے۔ اس کے نصیب میں مسلسل چلتے رہنا لکھ دیا گیا ہے سو کسی کے دکھ سکھ، کامیابی ناکامی، بے چینی بے قراری سے اسے کوئی فرق نہیں پڑتا یا شاید وہ بھی انسان جیسا کٹھور دل ہے۔ کسی کے دکھ میں دو لمحے رک کر اداس نہیں ہوتا اور نہ ہی کسی کی خوشی پہ ٹھہر کر مسکرانے کی کوشش کرتا ہے۔

digest.library.com

digest library.com

وقت نے ایک رات چپکے سے گزار دی اور صبح کے اجالے نے اسے ہچکچاتے ہوئے کمرے میں داخل ہوتے دیکھا۔صبح ماں کی کال شدید ناراضی کے باوجود اٹھانی پڑی اور ان کے بلاوے پہ فوراً آنا بھی پڑا۔لڑکی کے گھر والا ناشتا لا رہے تھے اور ماں جی اسے فوراً حویلی میں دیکھنا چاہتی تھیں۔ اپنی حالت درست کرنے کمرے میں آیا تو نئے مہمان کو اٹھانا بھی اس کی ذمہ داری ٹھہرا۔

کمرے کا دروازہ آہستگی سے بند کیا اور چند قدم بعد ہی پاؤں میں کچھ الجھ گیا۔سرخ زرتار دوپٹے کا کچھ حصہ صوفے سے نیچے گرا شاید اس کی بے حسی پہ نوحہ کناں تھا۔اس نے دوپٹا اٹھا کر صوفے پہ رکھا اور ٹکل کا لٹکا سفید سوٹ لیے واش روم میں گھس گیا۔ٹھنڈے پانی کی پھوار سر پہ پڑی تو دماغ کی رہی سہی گرمی بھی کم ہوتی محسوس ہوئی۔

واش روم سے نکل کر ڈریسنگ کے سامنے جا کھڑا ہوا۔ بال سنوارتے ہوئے آئینے میں نظر آتے عکس کو دیکھا جو کسی کی موجودگی سے بے خبر گہری نیند میں تھی۔اس کا چہرہ واضح نہیں تھا لیکن اسے چہرہ شناسا لگا۔ وہ مڑا اور بستر کے قریب چلا آیا تو چہرہ واضح ہوا اور ساتھ ہی اس کی دھڑکنوں نے بغاوت کر دی۔

ملی نغمہ گاتی لڑکی اس سے کھو گئی تھی اور آج اس کے بستر پہ خواب خرگوش میں مگن ملی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پایا وقت نے اس قدر تیز سفر کیا یا اس پہ خاص عنایت کی گئی تھی۔اپنی سوچوں میں اس قدر کھویا کہ نیچے سوئے وجود کی کسمساہٹ محسوس نہیں ہوئی اور احساس تب بھی نہیں جاگا جب دو گہری آنکھیں حیرانی کا سمندر لیے اس کے

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوب صورت ناول

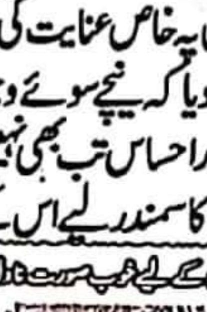

دستِ مسیحا

نگہت سیما

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ: 37- اردو بازار کراچی۔ فون نمبر: 32735021

چہرے سے ٹکرائیں۔ وہ شاید اس کے بالوں سے ٹپکتے قطروں کے باعث بیدار ہوئی تھی۔

عدن پرویز نیند کے زیر اثر ہونے کے باوجود اپنے اوپر جھکے وجود کو پہچان گئی تھی۔اس قدر قریب کوئی اور ہو ہی نہیں سکتا تھا اور یہ خیال آتے ہی وہ فٹ سے اٹھی اور اسی بدحواسی میں سر اس کے سینے سے جا لگا۔ وہ فوراً سے پیچھے نہ ہوتا تو وہ درمیان میں ہی ٹنگی رہ جاتی۔

وہ اٹھ گئی تھی لیکن اب سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے۔ ہاتھوں کو مسلتے ہوئے نگاہیں یہاں وہاں گھمانے لگی اور تب ہی نگاہ سامنے صوفے پہ پڑے دوپٹے پہ گئی۔ہارون نے نگاہوں کے تعاقب میں دیکھا تو وہاں سے ہٹتے ہوئے صوفے تک آیا دوپٹا سمیٹ کر اس کے قریب رکھ دیا۔عدن نے اپنا وجود فوراً دوپٹے میں سمیٹا۔

"آپ کے گھر والے آ رہے ہیں تو ماں جی نے آپ کو تیار ہونے کے لیے کہا ہے۔"

اس نے نگاہیں کہیں اور مرکوز کرنے کی بہت کوشش کی لیکن ناکامی ہوئی۔ وہ دیکھ رہا تھا مقابل کو اس کی نگاہوں سے الجھن محسوس ہو رہی تھی لیکن اس لمحے اپنا آپ بے بس لگا۔

وہ بنا کچھ بولے بیڈ کے دوسری جانب سے نیچے اتر گئی۔ کمرے میں طائرانہ نگاہ ڈال کر کچھ تلاش کرنا چاہا اور شاید تلاش میں ناکامی ہوئی تھی تب ہی چہرے پہ پریشانی جھلکنے لگی تھی۔

"کچھ چاہیے......؟" اس کے وجود پہ چھائی بیزاری کا مکمل خاتمہ ہو چکا تھا۔

"میرا بیگ......"

"وہ شاید گاڑی میں ہی ہے میں لاتا ہوں۔" اب سے چند لمحے پہلے اس لڑکی کے حوالے سے کسی چیز سے کوئی سروکار نہیں تھا اور اب وجود میں در آنے والی عجلت پہ خود ہی حیران تھا۔

دوبارہ کمرے میں آیا تو وہ صوفے پہ بیٹھی تھی تو بیگ اس کے سامنے میز پہ رکھ دیا۔ اس نے بیگ کھول کر کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گئی۔ وہ کتنے ہی

digest library.com

لمحے کشمکش میں رہا کہ یہاں رکے یا چلا جائے۔ وہاں رکنے کا کوئی جواز نہ ملا تو باہر نکل آیا۔

''آپ کو خالہ بلا رہی ہیں۔'' راہداری میں انعم ماں جی کا پیغام لیے کھڑی تھی۔

اس نے غور سے انعم کی روئی روئی آنکھیں دیکھیں لیکن کوئی سوال نہیں کیا۔ انعم کے جاتے ہی ماں جی کے کمرے کی جانب چلا آیا۔ اسے اندازہ تھا وہ اس سے ناراض ہوں گی اور ایسا ہی تھا۔ کتنے لمحے ان کا غصہ سہتے گزر گئے، انہوں نے اس کا کوئی بہانہ قبول نہیں کیا تھا۔

''وہ بہت اچھی اور نیک بچی ہے ہارون۔ اپنا دل بلاوجہ میلا نہ کرو اور نہ ہی اس قدر روکھے طریقے سے اتنے خوب صورت رشتے کا آغاز کرو۔ اللہ تعالیٰ کو نعمتوں کی ناقدری پسند نہیں ہے۔'' انہیں رہ رہ کر اس کا رات کو گھر نہ آنا یاد آ رہا تھا۔

''وہ بس وقتی غصہ تھا ماں جی، آئندہ آپ کو شکایت نہیں ہو گی۔'' ان کو نرم پڑتے دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا۔ ایک بار دل چاہا اس اچھی اور نیک بچی کا نام ہی پوچھ لے لیکن ابھی مزید کچھ سننے کا حوصلہ نہیں تھا اس لیے ارادہ موقوف کر دیا۔

انعم مہمانوں کی آمد کا پیغام لائی تو وہ استقبال کے لیے بیرونی دروازے کی جانب بڑھ گیا۔ مہمانوں میں صرف جاوید صاحب اور ایک لڑکی آئے تھے۔

''آپ کو یہ تکلف کرنے کی ضرورت نہیں تھی۔'' ان کے ہاتھوں میں ڈھیروں سامان دیکھ کر اسے واقعی اچھا نہیں لگا تھا۔

''یہ تو رسم ہے بیٹا، اور میل ملاقات کو میسر بہانہ......''

''السلام علیکم ماموں......'' وہ جاوید صاحب کے ساتھ باتوں میں مگن تھا جب خوشبو کا جھونکا پاس چلا آیا۔

وہ گلابی رنگ کا لباس پہنے کھلی کھلی سی قریب کھڑی تھی۔ سر پہ دوپٹا تھا لیکن پتلا ہونے کے سبب بال واضح ہو رہے تھے۔ کمر سے نیچے آتے بال گیلے ہونے کے سبب دوپٹے اور قمیص کو بھگو رہے تھے۔ اب دونوں لڑکیاں بغل گیر تھیں اور چند لمحوں میں وہ اس کا مکمل جائزہ لے چکا تھا۔

''پتا ہے عدن، تمہیں دور ہوئے ایک رات گزری ہے اور یوں لگ رہا کہ سالوں سے تمہیں نہیں دیکھا۔''

''اوہ! تو عدن نام ہے محترمہ کا۔''

ناشتا میز پہ لگ چکا تھا۔ وہ اپنی کزن اور ماموں کے درمیان بیٹھ چکی تھی اور ناشتا کرنے میں کم باتوں میں زیادہ مصروف تھی۔ وہ ناشتے کے دوران بھی کن انکھیوں سے اسے دیکھتا رہا جب کہ دوسری جانب مکمل بے نیازی تھی۔

''کیا واقعی اسے میری توجہ محسوس نہیں ہو رہی؟'' اس کے دل میں عجیب پکڑ دھکڑ شروع ہو چکی تھی۔

''لیکن میں اسے اتنا کیوں سوچ رہا ہوں؟ مجھے پرسکون رہنا چاہیے۔ رات والی حرکت کے بعد ایک دم سے یہ تبدیلی میرا امیج خراب کر دے گی۔'' وہ اپنی ہی سوچوں میں الجھ کر کسی فیصلے پہ پہنچا تو مطمئن ہو گیا۔

''حلیمہ بہن! آپ سے ایک بات کرنی تھی۔''

''جی کہیے......''

''ویسے تو یہ رسم ولیمے کے بعد ہوتی ہے لیکن آپ نے تقریب کچھ دن بعد رکھی ہے تو میں چاہ رہا تھا ہم ایک دن کے لیے اپنی بچی ساتھ لے جائیں۔''

اس کی بے نیازی ایک دم سے اڑن چھو ہوئی تھی بلکہ ناشتے کا مزا بھی کرکرا ہو گیا۔

''آپ کی بیٹی ہے بھائی صاحب، ضرور لے کر جائیں۔''

ماں جی نے اس کا مشورہ لینا بھی گوارا نہیں کیا تھا۔ اس نے سرسری سی نظر مقابل کے چہرے پہ ڈالی جہاں خوشی رقصاں تھی لیکن اس کا دل ناشتے سے اوب گیا۔

☆☆☆

موسم بدل رہا تھا۔ پر حدت دن اب خوش گوار ہواؤں کا استقبال کرنے لگے تھے۔ سردی کی آمد میں صرف چند بارشوں کا وقفہ تھا لیکن صبح کے وقت میں کھلے

digest library.com

آسمان تلے کھڑے ہونا ابھی بھی آسان نہیں تھا۔

عدن کافی دیر ماموں اور ممانی کے ساتھ بیٹھی رہی لیکن کئی دنوں کی ذہنی تھکن تھی جس کے باعث آنکھیں نیند سے بوجھل ہونے لگی تھیں۔ وہ سب سے معذرت کرتی کمرے میں چلی آئی۔

''کیا ہوا بیٹا، ایسے کیوں چلی آئیں؟'' ثمینہ کو بیٹی کی اتری صورت نے عجیب اندیشوں میں مبتلا کر رکھا تھا۔

''جگہ کی تبدیلی کی وجہ سے سو نہیں پائی امی۔ شاید اس وجہ سے ابھی نیند آرہی ہے۔'' وہ اگر اپنی دلی و ذہنی حالت بتا دیتی تو ان کی پریشانی دو چند ہو جاتی اسی وجہ سے بہانہ بنا دیا۔

''وہاں سب کیسے لگے تمہیں؟''

''امی! ایک رات میں کسی کے متعلق کیسے اندازہ لگایا جاسکتا ہے؟''

وہ واقعی کسی کو نہیں سمجھ سکی تھی۔ وہ کھوئی ہوئی کسی الجھن کا شکار لڑکی اور دوسرا وہ انسان جو اس نقل مکانی کی وجہ تھا۔ رات گھر سے چلا گیا اور صبح ایسے برتاؤ کر رہا تھا جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو۔

''ہارون کیسا لگا؟ بھائی صاحب تو بہت تعریف کر رہے تھے۔''

''امی! مجھے نیند آرہی ہے۔'' وہ اب جس موضوع پہ آرہی تھیں اس پہ بات کرنے کو کچھ نہیں تھا اس کے پاس۔

''مجھے بھی شدید نیند آرہی ہے آؤ دونوں مل کر سوتے ہیں۔'' مومنہ بھی وہیں آکر لیٹ گئی تو ثمینہ نے اٹھ جانا ہی مناسب سمجھا۔

''تم خوش نہیں ہو نا عدن......'' کئی لمحوں کی خاموشی کے بعد مومنہ نے ذہن میں کلبلاتا سوال کر ہی ڈالا۔

''پتا نہیں......''

''میں نے تمہارے لیے بہت دعائیں کی ہیں عدن۔ مجھے یقین ہے بہت ساری خوشیاں تمہاری منتظر ہیں۔''

''مومن کو بتایا......؟'' وہ کیا پوچھنا چاہ رہی تھی مومنہ لہجے میں جان گئی۔

''نہیں......ابو نے منع کر دیا۔''

''ہمم......'' وہ شاید نیند کی وادی میں گم ہو رہی تھی تب ہی کوئی جواب نہیں دیا۔

''بھائی مسلسل تم سے بات کرنے کا کہہ رہے ہیں۔ مجھے سمجھ میں نہیں آرہا کیسے ان سے یہ سب چھپا پاؤں گی۔''

''اب میرا پوچھے تو کہنا عدن مر گئی۔''

''اللہ نہ کرے کیسی باتیں کرتی ہو۔''

ٹھیک ہی تو کہہ رہی ہوں۔ موت صرف قبر میں اترنے کا نام تو نہیں ہے، دل سے اتار دیے جانے والے بھی مردہ ہی کہلاتے ہیں۔ فرق بس اتنا ہے قبر میں اترنے والے کے نشان رہ جاتے ہیں دل سے اترنے والے بے نام رہتے ہیں۔ ان کے نصیب میں کتبہ اور پھول نہیں ہوتے۔'' اس کا لہجہ اور باتیں مومنہ کا دل دہلا گئیں۔

''یہ شاید نصیب کا کھیل تھا عدن، وگرنہ بھائی کی تمہارے لیے محبت کی میں گواہ ہوں۔''

''مجھے سونا ہے مومنہ۔'' وہ جس قدر مومن کے ذکر سے بھاگ رہی تھی اسی قدر اس کے متعلق بات ہو رہی تھی۔ ذہن بار بار ہر چیز کے لیے اسے الزام دے رہا تھا۔ اپنی زندگی میں آنے والی نئی الجھنوں کو سوچتے سوچتے نیند کی وادی میں اتر گئی۔

☆☆☆

ایک تھکا دینے والے دن کے بعد وہ دوبارہ اپنے بستر پہ دراز تھا۔ رات کے بارہ بج رہے تھے اور نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ فرصت کے لمحات میسر ہوتے ہی سوچوں کا طوفان حملہ آور ہوا تھا۔ اس نے کروٹ لے کر اپنے بائیں جانب ہاتھ پھیرا جیسے کسی کو محسوس کرنا چاہتا ہو۔ مصروفیت کی آڑ میں جس منظر کو بھلانے کی کوشش کرتا رہا وہ ایک لمحے کو نگاہوں سے اوجھل نہیں ہوا۔ خوابیدہ معصومیت حواسوں سے چمٹ کر رہ گئی تھی۔ اس دوران نگاہ کونے میں رکھے بیگ پہ گئی تو

digest library.com

تسلی کی لہر وجود میں دوڑ گئی۔ اس بیگ کی موجودگی اس کے واپس لوٹ آنے کی نوید تھی۔

وہ صبح جس طرح گئی اس نے دل کو ٹھیس پہنچائی تھی۔ ان کے درمیان کوئی ایسا تعلق نہیں تھا جس کی بنا پہ وہ اپنے جانے کے متعلق پوچھتی یا اجازت لیتی لیکن نہ جانے کیوں دل میں یہ خواہش جاگ رہی تھی۔ اس کی اجنبیت اچھی نہیں لگ رہی تھی۔ اپنی کیفیت سمجھ میں نہیں آ رہی تھی۔ ایک نظر کی پسندیدگی سے ایسا تو نہیں ہوتا جب کہ وہ شادی کے شدید خلاف تھا پھر لمحوں میں سب کیسے بدل گیا۔

شدید تھکن کے باوجود نیند نہیں آئی تو اٹھ کر صحن میں نکل آیا۔ سگریٹ سلگا کر اندر کی جلن کم کرنے کی کوشش کی لیکن لگاتار کئی سگریٹ پینے کے باوجود کچھ تبدیل نہیں ہوا۔ ایک دم دل میں نہ جانے کیا سمایا کہ امی کے کمرے کی جانب چلا آیا۔ آہستگی سے دروازہ کھولتے ہوئے اندر داخل ہوا اور امی کے موبائل سے جاوید صاحب کے گھر کا نمبر اپنے موبائل میں سیو کر لیا۔

امی کے کمرے سے نکل کر دوبارہ صحن میں چلا آیا اور کتنے ہی لمحے اسکرین پہ چمکتے نمبر کو دیکھتا رہا۔ وہ کال کر کے کہتا بھی کیا......؟ ان کے درمیان کچھ کہنے سننے والی بات نہیں تھی۔

”یہ کسی اجنبی کو کال کرنے کا مناسب وقت نہیں۔“

وہ کسی نتیجے پہ نہیں پہنچ پا رہا تھا کہ قریب سے نسوانی آواز سنائی دی۔ وہ جی بھر کے چونکا تھا۔

”مطلب......“ اسے امید نہیں تھی اس پہر اس کے سوا بھی کوئی جاگ رہا ہو گا۔

”مطلب تو آپ سمجھ ہی گئے ہیں۔“

”میرا خیال ہے تمہیں اس وقت اپنے کمرے میں ہونا چاہیے۔“ ہارون کو اتنی رات گئے اس کا آنا پسند نہیں آیا تھا۔

”آپ کی بے چینی دیکھی نہیں گئی اور نہ ہی آپ کو کوئی غلط فیصلہ کرتے ہوئے دیکھ سکتی تھی۔“

”کون سا فیصلہ؟“ وہ واقعی اس کے عجیب و غریب باتیں سمجھ نہیں پا رہا تھا۔

”آپ کی اس سے کوئی شناسائی نہیں ہے۔ وہ صرف ایک رات کی مہمان تھی اور وہ رات بھی آپ نے گھر سے باہر گزار دی ایسے میں آپ رات کے اس پہر اسے فون کریں گے تو وہ آپ کی ایک بات نہیں سنے گی بلکہ ہو سکتا آپ کا نام سن کر پہچاننے سے انکار کر دے۔“ انعم کے لہجے میں گہری کاٹ تھی۔

”تم......“

”یہ میری رائے تھی باقی جیسے آپ کو بہتر لگے۔“ وہ اسے کچھ سخت کہنے ہی والا تھا کہ بات کاٹ کر وہاں سے چلتی بنی۔

وہ ہارون لیاقت کے بکھرے اعصاب پہ مزید برا اثر ڈال کر وہاں سے جا چکی تھی۔ وہ جلد اس کا کوئی نا کوئی بندوبست کرنے کا سوچ چکا تھا۔ دوبارہ سگریٹ سلگایا اور واپس کمرے کی جانب چل دیا۔

☆☆☆

عدن کی موجودگی کے باعث جاوید صاحب نے خاص اہتمام کرنے کا کہا تھا۔ دوپہر کے کھانے میں کئی پکوان پکائے گئے اور اس کی بار بار مدد کی پیشکش کو رد کر دیا گیا۔ جب کسی صورت بھی کچن میں داخلے کی اجازت نہیں ملی تو برآمدے میں رکھے پلنگ پہ واپس آ بیٹھی۔

فارغ بیٹھی تو دوبارہ سوچوں نے حملہ کر دیا۔ اس کی زندگی کے ساتھ سب حادثات اتنی اچانک رونما ہو رہے تھے کہ وہ ڈھنگ سے کوئی ردعمل بھی نہیں دے پا رہی تھی۔ نکاح، رخصتی اور پھر واپسی...... امی کی سوالیہ نگاہیں اس کے وجود میں کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہی تھیں اور وہ انہیں بتا ہی نہیں پائی کہ جو نیا پن وہ محسوس کرنا چاہ رہی تھی ویسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہ ایک رات اس گھر میں گزار کر آئی تھی لیکن اس انسان سے اجنبیت ویسی ہی برقرار تھی۔ وہ الجھی سوچوں کے بازار میں بھٹکی ہوئی تھی کہ کچھ فاصلے پہ رکھا فون بجنے لگا۔

”عدن! فون سننا۔“ مومنہ نے اسے فون کے قریب دیکھ کر آواز دی۔

وہ فوراً اسے اٹھی لیکن چند قدم چلنے کے بعد رک

digest library.com

گئی۔ اسے اچانک خیال آیا فون مومن کا بھی ہوسکتا۔

"ایسے بت بن کر کیوں کھڑی ہو؟" مسلسل بجتے فون کی آواز پہ مومنہ چلی آئی اور اسے فون کے قریب کھڑا دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔

"دوسری طرف مومن بھی ہوسکتا۔"

"نہیں یار۔ وہ واٹس ایپ پہ کال کرتے ہیں۔"

"ہیلو۔" مومنہ نے اس کے خدشے کو رد کرتے ہوئے خود ہی فون اٹھالیا۔ "جی یہ پاس ہی ہے۔"

"ہارون بھائی کی کال ہے۔" مومنہ فون اسے پکڑاتی وہاں سے ہٹ گئی۔

وہ کتنی دیر فون ہاتھ میں پکڑے گم صم کھڑی رہی۔ مومن سے ہارون کا سفر ہر بار اتنی تیز رفتاری سے کیوں ہوتا تھا۔ دوسری جانب وہ بول رہا تھا سو اسے جواب دینا پڑا۔

"السلام علیکم۔"

"میں کب سے فون کر رہا تھا کوئی اٹھا کیوں نہیں رہا تھا؟" وہ شاید انتظار کی کوفت سے جھنجلا چکا تھا۔

وہ جواباً خاموش رہی اور بتاتی بھی کیا کہ اس کے فون پہ کسی اور کا گمان کیے بیٹھی تھی۔

دوسری جانب اس کی خاموشی محسوس کرلی گئی تھی۔

"ماں جی نے مجھے آپ کو واپس لانے کا کہا ہے۔ میں تھوڑی دیر تک وہاں پہنچ جاؤں گا، آپ تیار رہیے گا کیونکہ اس کے بعد مجھے ضروری کام کے سلسلے میں جانا ہے۔"

"ٹھیک۔" اس کا دل چاہا انکار کردے کہ کچھ دن مزید یہاں رہنا ہے لیکن کچھ نہیں کہہ سکی۔ جب واپسی طے ہے تو بہانے کیسے؟

اس نے جا کر امی کو بتایا تو کھانے کی تیاریوں میں تیزی آگئی۔ اس کی عجلت کو کسی کھاتے میں نہیں لایا گیا کیونکہ گھر کا داماد پہلی بار آرہا تھا اس کی خاطر مدارت ضروری تھی۔

"تم، جاؤ تب تک اچھے سے تیار ہو جاؤ۔" امی کے کہنے پہ واپس کمرے میں چلی آئی۔

وہ وقت کا کافی پابند نکلا پورے پندرہ منٹ بعد گھنٹی بج گئی۔ مومنہ دروازہ کھولنے چلی گئی اور عدن صحن کے بیچوں بیچ بت بنی کھڑی رہ گئی۔ غسل خانے سے نہا کر نکلی تھی اور اپنی دھن میں بال تولیے میں لپیٹ کر نکل آئی۔ اس کے وہم وگمان میں نہیں تھا وہ اس قدر جلد پہنچ جائے گا یا یوں ان کا سامنا ہوسکتا تھا۔

"السلام علیکم!" وہ ثمینہ بیگم کے سامنے سر جھکاتے ہوئے پیار لے رہا تھا لیکن نگاہیں اس پہ جمی تھیں۔ چہرے پہ الجھن کے سائے اور انگلیوں کو آپس میں پھنسائے کشمکش کی تصویر لگ رہی تھی۔ اس کے دل میں نہ جانے کیا سمایا کہ مہمان خانے میں جانے کے بجائے اس کے قریب چلا آیا۔ اسے اپنے قریب آتا دیکھ کر آنکھوں حیرانی کے رنگ اترے تھے۔

"آپ تیار ہیں۔" اس کی اڑی اڑی رنگت کا مزا لیتے سنجیدگی سے پوچھا۔

"جی......" اس نے نگاہوں کے ساتھ ساتھ سر بھی جھکالیا۔ شرمندگی مقابل کا سامنا نہیں کرنے دے رہی تھی۔

"بیٹا! کھانا تیار ہے کھا کر جانا۔" ثمینہ بیگم کی بات پہ اثبات میں سر ہلاتا اندر کی جانب بڑھ گیا تو اس کی جان میں جان آئی۔ وہاں سے دوڑ لگائی اور واپس کمرے میں آکر سکون کا سانس لیا۔

مومنہ نے پیازی رنگ کا خوب صورت ہلکے کام والا سوٹ نکال رکھا تھا۔ چوڑی دار پاجامے کے ساتھ لمبی پاؤں تک آتی قمیص اس پہ خوب جچ رہی تھی۔ بال گیلے ہونے کی وجہ سے کھلے چھوڑ دیے اور تیار ہونے کا بھی کوئی خاص دل نہیں تھا لیکن مومنہ کے سامنے ایک نہیں چلی۔ اس کے لاکھ انکار کے باوجود مومنہ خوب دل لگا کر تیار کر چکی تھی۔ کوئی اور وقت ہوتا تو اس قدر خوب صورت دکھنے پہ خوش ہوتی۔ لیکن ایسے انسان کے لیے تیار ہونے کا بالکل من نہیں تھا جس کے نزدیک اس کی کوئی اہمیت نہیں تھی۔ یہاں اس کی تیاری مکمل ہوئی اور وہاں کھانے کے لیے پیغام آنے لگا۔

ان کے گھر عام طور پہ نیچے دستر خوان لگایا جاتا تھا لیکن مہمانوں کے لیے ڈائننگ ٹیبل استعمال

digest library.com

ہوتی۔ سب بیٹھ چکے تھے اور ہارون کے ساتھ ایک کرسی خالی چھوڑی گئی جو یقیناً اس کے لیے تھی۔ چاروناچار وہ اس کے ساتھ بیٹھ گئی اور شدید بھوک ہونے کے باوجود لقمہ حلق سے نیچے نہیں اتر رہا تھا جب کہ دوسری جانب پوری رغبت سے کھایا جا رہا تھا جیسے اس سے ضروری کام کوئی نہ ہو۔ عدن نے اس پہ بھی شکر ادا کیا کہ اس کی توجہ کہیں اور تھی۔

"آنٹی! کھانا بہت لذیذ تھا۔" وہ سب کے ساتھ بیٹھا خوش گپیوں میں مگن کہیں سے انجان فرد نہیں لگ رہا تھا۔

چائے کے ساتھ مسکراہٹوں کا دور چل رہا تھا اور وہ حیران ہو رہی تھی کہ اسے کچھ دیر پہلے تو بہت ضروری کام تھے لیکن اب یوں بے فکر تھا جیسے کوئی کام نہ ہو۔ ان سب میں عدن کو اپنا وجود غیر ضروری لگ رہا تھا۔ وہ کہاں خاموشیوں کی قائل تھی اسے بولنا اور بے تحاشا بولنا پسند تھا لیکن ان تین دنوں نے اس کی زبان پہ قفل لگا دیا تھا۔

سب کے ساتھ بے تحاشا باتیں کرنے کے بعد اسے واپسی کا خیال آ ہی گیا۔ عدن نے اپنے ساتھ چند ناولز رکھ لیے تھے اور وہی بیگ پکڑے سب کو الوداع کہتی گاڑی میں آن بیٹھی۔ رخصتی کے وقت اس کی آنکھ میں ایک آنسو نہیں آیا تھا شاید بے یقینی حاوی تھی لیکن اب آنکھوں میں نمی آن بسی تھی۔ گھر کو چھوڑنے اور سب سے دور جانے کا خیال بے چین کیے جا رہا تھا۔ اس انجان ماحول اور انجان لوگوں میں دوبارہ جانے کا سوچ کر ہی گھبراہٹ ہونے لگی تھی۔ اپنی سوچوں میں الجھی اردگرد سے اس قدر انجان تھی کہ پہلو میں بیٹھے انسان کی خود پہ مرکوز نگاہیں محسوس نہیں کر سکی۔

"آپ کو شاید رونا آ رہا ہے۔" وہ دوپٹے کی اوٹ میں چہرہ ہونے کی وجہ سے مطمئن تھی کہ اس کی حالت کی خبر نہیں ہوگی لیکن چوری پکڑی گئی تھی۔

"نہیں تو......" آنکھیں میچ کر فوراً سے نمی کو واپس انڈیلا اور تاثرات معتدل کیے۔

"کھانے میں کیا پسند ہے؟" ایک دم سے سوال بدلا گیا۔

"سب کچھ کھا لیتی ہوں۔" وہ ویسے ہی چہرہ دوپٹے کی اوٹ میں رکھے نیچے تلے جواب دے رہی تھی بلکہ شدید خواہش تھی کہ وہ خاموش ہو جائے۔

اس وقت کسی سے بات کرنے کا دل نہیں تھا اور واقعی ہی گاڑی میں خاموشی چھا گئی صرف عاطف اسلم کے گانوں کی دھیمی دھیمی آواز تھی۔ اسے یاد آیا مومن کو عاطف بہت پسند تھا اور مومن کے خیال نے آنکھیں دوبارہ نم کر دیں۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر آواز اونچی کر دی کیونکہ وہ مومن کو نہیں سوچنا چاہتی تھی...... وہ رونا نہیں چاہتی تھی۔

ہارون نے اس کی حرکت کو محظوظ نگاہوں سے دیکھا۔ وہ اسے سمجھنا چاہتا تھا، جاننے کی کوشش کر رہا تھا اور دھیرے دھیرے ہی سہی بہت سی باتیں جان رہا تھا۔ وہ پولیس افسر تھا سامنے نظر آتی چیزوں کے پیچھے چھپے راز دیکھنے آتے تھے لیکن وہ شاید اس کے ہنر سے انجان تھی تب ہی دوپٹے سے چہرہ چھپائے مزے سے رونے کا شغل جاری رکھے ہوئے تھی۔

کچھ لمحے گزرے تھے کہ گاڑی رک گئی۔ اس نے چونک کر شیشے کے باہر دیکھا لیکن یہ ان کی منزل نہیں تھی۔ اس نے حیران نگاہوں سے چہرہ موڑ کر پہلو میں دیکھا جیسے جاننا چاہ رہی ہو کہ کہاں آئے ہیں لیکن وہ بنا کچھ بتائے گاڑی سے اتر گیا اور گھوم کر اس کی جانب کا دروازہ کھول دیا۔

وہ شدید کشمکش و پیچ کا شکار تھی۔ فینسی کپڑے پہن کر اور اتنا تیار ہو کر کب بھلا گھر سے باہر نکلی تھی اور اب اتنی بھیڑ میں باہر نکلنے کے لیے کہہ رہا تھا اس پہ مستزاد اس نے ہاتھ سامنے کر رکھا تھا۔ اس کے صحیح معنوں میں پسینے چھوٹے تھے۔

عدن نے دوپٹے کو اس طرح منہ کے سامنے کیا کہ آدھا منہ چھپ گیا اور اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیتے ہوئے باہر نکل آئی۔ اس کے منہ چھپانے کے عمل کو ہارون لیاقت نے نگاہیں بھر کے دیکھا تھا۔ سکون کی مسکراہٹ ہونٹوں پہ رقصاں تھی۔

digest library.com❤️❤️

عدن اس کی معیت میں آگے بڑھتی گئی۔ یہ کوئی ریسٹورنٹ تھا اس نے حیران نگاہوں سے اس کے آگے پیچھے پھرتے لوگوں کو دیکھا۔ مطلوبہ جگہ پہنچنے تک وہ اس کا ہاتھ مسلسل تھامے ہوئے تھا۔ اس نے لوگوں کی مسکراتی نگاہوں کو محسوس کرتے ہوئے ہاتھ چھڑوانے کی کوشش کی لیکن گرفت مزید مضبوط ہوگئی تو اس نے کوشش ترک کردی۔

"کیا کھائیں گی؟"

"مطلب......؟ کچھ دیر پہلے تو کھانا کھایا ہے۔"

"آپ نے نہیں کھایا تھا۔" وہ ہر بات کی خبر رکھے ہوئے تھا۔

"مجھے بھوک نہیں ہے۔"

"جب بھوک لگے تب بتایئے گا ہم تب تک یہیں بیٹھتے ہیں۔" وہ نشست پہ مزے سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ عدن نے نافہم نگاہوں سے اس کی جانب دیکھا۔ وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا۔

"آپ کو کسی ضروری کام سے جانا تھا نا......" وہ شاید بھول رہا تھا عدن نے اسے یاد دلانا مناسب سمجھا۔

اس نے کوئی لطیفہ تو نہیں سنایا تھا جو وہ قہقہہ لگا کر ہنس دیا تھا۔

"وہ ضروری کام شاپنگ تھا۔ ماں جی نے آپ کی پسند کا ولیمہ کا ڈریس لینے کا حکم دیا تھا لیکن آپ کو اس حالت میں مارکیٹ لے جانے کے لیے دل نہیں مانا۔" اس کی وضاحت پہ مزید خجل ہوئی تھی۔

"میں نے مومنہ کو منع کیا تھا لیکن اس نے زبردستی......" کیا فائدہ اس وضاحت کا؟ وہ نہ جانے کیا سوچتا ہو کہ میں نے اس کے لیے یہ سب کیا۔

"ویسے بھی کبھار زبردستی اچھی ہوتی ہے۔" وہ وضاحت دیتے ہوئے اس کی جانب دیکھ رہی تھی اور لمحے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے وہ اپنا فقرہ کہہ گیا۔

ایک پل میں نگاہوں کا زاویہ بدلا تھا۔

"آپ آرڈر کریں گی یا میں اپنی پسند سے کچھ منگوادوں؟" اس کی خفت مٹانے کو وہ سنجیدہ ہوا۔

اس نے صرف اثبات میں سر ہلایا تو وہ ویٹر کو آرڈر دینے میں مصروف ہوگیا۔

☆☆☆

بڑی سی حویلی میں دوسرا دن پہلے دن کی نسبت بہتر تھا۔ ملازمین کے ساتھ تعارف کروایا گیا اور اس انجان لڑکی سے بھی تعارف ہوا جس کے چہرے کے تاثرات ابھی بھی عام نہیں تھے۔ حزن کی واضح جھلک عدن نے محسوس کی تھی۔ حلیمہ بیگم نے ان کے درمیان رشتے کو ماں بیٹی کا نام دیا جسے اس نے بلا جھجک قبول کر لیا۔ انہوں نے حویلی کے سب ضروری امور سے آگاہ کیا۔ اس سارے منظر میں وہ شخص پھر سے غائب تھا۔

دن تو جیسے تیسے گزر گیا رات کے لمحات بھاری لگنے لگے تھے۔ دن میں جو تھوڑی بہت گہما گہمی تھی وہ اب سکوت میں بدل گئی۔ اگست کے عجیب حبس زدہ دن تھے۔ بارشوں کی کثرت اداسی مزید بڑھا رہی تھی۔ تنہائی اور خاموشی سے گھبرا کر بیگ سے ناول نکال کر پڑھنے لگی لیکن دھیان بھٹک بھٹک کر بے معنی سوچوں سے الجھ رہا تھا۔ کمرے میں دل گھبرانے لگا۔

لان کی جانب آئی اور جوتے اتار کر گھاس پہ ننگے پاؤں چلنے لگی۔ اندھیرا دل کو اس قدر بھایا کہ چند چکر لگانے کے بعد کرسی پہ جا بیٹھی اور آنکھیں موندلیں۔

رات گہری ہوچکی تھی جب بیرونی دروازے پہ دستک ہوئی اور بابا نے دروازہ کھول دیا۔

"کیسے ہیں بابا؟"

"ٹھیک ہوں بیٹا۔ گاڑی اندر نہیں لائی؟"

"ابھی کچھ گھنٹوں بعد دوبارہ نکلنا ہے اس لیے باہر ہی کھڑی کردی۔" بابا سے حال احوال پوچھتا آگے بڑھ گیا۔

امی کے کمرے کا دروازہ کھول کر دیکھا انہیں مطمئن سوتا دیکھ کر تسلی ہوئی۔ دل کسی کی قربت پانے کو ایسا مچلا کہ وہ بنا رکے کمرے کی جانب چلا آیا لیکن چند لمحوں بعد حیرت کا دھچکا لگا کیونکہ وہاں کوئی نہیں تھا۔ واش روم کا دروازہ کھول کر بھی دیکھ لیا وہ کہیں نہیں تھی۔ وہ ان ہی قدموں پہ واپس آیا اور لاؤنج میں کھڑے ہوکر چاروں جانب دیکھا ہر طرف خاموشی محسوس ہوئی۔

digest library.com

"یہ کہاں چلی گئی؟" وہ شدت سے اسے دیکھنے کا متمنی تھا۔

اس نے ہمیشہ کی طرح پریشانی میں سگریٹ سلگا لیا اور گہرے کش لیتا لاؤنج سے باہر صحن میں نکل آیا۔ اس کے وجود میں بے چینی کا پیمانہ بڑھنے لگا تھا اور تب ہی دور لان میں کسی ہیولے کا احساس ہوا۔ وہ فورا دھیرے قدموں سے اس جانب چلا آیا اور کرسی پہ آنکھیں بند کیے اردگرد سے بے خبر وجود کو دیکھ کر سکون کی لہر رگ و پے میں دوڑ گئی۔ وہ اس قدر بے خبر تھی کہ دوپٹا آدھا گود میں اور آدھا نیچے گھاس پہ گرا ہوا تھا۔ یہ نظارہ اس قدر حسین تھا کہ تھکاوٹ کا احساس اور نیند کی چاہ قصہ پارینہ بن گئی۔ وہ اس کے سر پہ کھڑا سگریٹ پینے اور اسے دیکھتے رہنے کے مشغلے میں مصروف تھا۔ اسے وہاں کھڑے ہوئے کچھ دیر ہی گزری تھی کہ نیند کا غلبہ کم ہوتا دکھائی دیا۔ اس کی پیشانی پہ چند سلوٹیں نمودار ہوئی تو اس نے فورا سگریٹ نیچے پھینک کر پاؤں سے مسل دیا۔

"اوہ آپ......" اس کا شک صحیح تھا کیونکہ اگلے ہی لمحے وہ ہڑبڑا کے اٹھ بیٹھی اور سہمی نگاہوں سے اردگرد دیکھ رہی تھی کہ نگاہ اس سے ٹکرائی۔ وہ یقیناً کسی احساس سے ڈر کر جاگی تھی لیکن اسے دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔

"آپ یہاں کر رہی ہیں؟" نیم خوابیدہ آنکھیں دل کو بہت بھائی تھیں لیکن اس نے لہجہ ہر تاثر سے عاری رکھا۔ سنجیدہ لہجے پہ وہ بھی چونکی۔

"تنہائی میں دل گھبرا رہا تھا تو یہاں چلی آئی نہ جانے کیسے نیند آ گئی۔" وہ ہاتھ مسلتے ہوئے فورا وضاحت دینے لگی۔

"ایک کپ چائے مل سکتی ہے؟" وہ فورا موضوع بدل گیا۔

وہ اثبات میں سر ہلاتی اندرونی حصے کی جانب بڑھ آئی۔ اس کا سنجیدہ لہجہ دل میں خدشات پیدا کرنے لگا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ اسے کیا بات بری لگی تھی۔ ان دونوں کے درمیان کچھ بھی تو ایسا نہیں تھا جس کے بھروسے وہ اپنی غلطی یا اس کی ناراضی کی وجہ پوچھ سکتی۔

عدن کو کچن کے سامان کے متعلق کچھ معلوم نہیں تھا۔ برتن تو مل گیا لیکن ہر کیبنٹ کھولنے کے باوجود چائے کی پتی نہیں مل رہی تھی۔ وہ ابھی بھی ایک کیبنٹ کے سامنے کھڑی ایک ایک جار کھول کر دیکھ رہی تھی جب اسے اپنے پیچھے کسی کا احساس ہوا اور ایک ہاتھ دائیں جانب سے نکل کر کیبنٹ تک آیا۔ وہ دم سادھے ایک دم ساکت ہو گئی۔ کمر پہ لمس کا احساس اور ہاتھ کے ساتھ مس ہوتا ہاتھ اس کے جسم پہ کپکپاہٹ طاری کر گیا۔ وہ عجیب صورت حال میں پھنسی تھی نہ پیچھے ہٹ سکتی تھی اور نہ آگے۔ اس سے پہلے کہ وہ مزید گھبراتی ایک جار نکال کر شیلف پہ رکھ دیا گیا اور کمر کے ساتھ لگا وجود بھی پیچھے ہٹ گیا۔ وہ کتنی ہی دیر اسی حالت میں کھڑی خود کو سنبھالنے کی کوشش کرتی رہی اس بات سے انجان وہ اس کے پیچھے کھڑا ایک ایک حرکت غور سے دیکھ اور سمجھ رہا تھا۔

چائے کے دو کپ لیے کمرے میں آئی تو وہ بستر پہ نیم دراز موبائل پہ مصروف تھا۔ عدن نے ٹرے اس کی جانب سائیڈ میز پہ رکھی اور اپنا کپ لیے صوفے پہ آ بیٹھی۔ ہارون نے کن انکھیوں سے اس کو صوفے پہ بیٹھتے دیکھا۔ وہ گریز کے سب حربے سمجھ رہا تھا۔

"مجھے نہیں معلوم آپ کو کیا بات بری لگی لیکن اگر کوئی غلطی ہوئی ہے تو آپ بتا سکتے ہیں۔ میں کوشش کروں گی آئندہ نہ ہو۔" خاموشی کے لمحات اور خود پہ جمی نگاہوں کا ارتکاز طویل ہوتا گیا تو نہ چاہتے ہوئے بول پڑی۔

"یہاں آ کر بیٹھو۔" وہ ایک دم ٹانگیں سمیٹ کر سیدھا ہو بیٹھا اور ہاتھ سے بیڈ پہ اپنے قریب بیٹھنے کا کہا۔

اس نے ایک نظر مقابل کا سنجیدہ انداز دیکھا اور دوسرے پل وہ خاموشی سے اٹھی اور مطلوبہ جگہ پہ آن بیٹھی۔

"ہاتھ دو۔" عدن نے چونک کر اپنے سامنے پھیلی ہوئی ہتھیلی کو دیکھا اور دایاں ہاتھ اس کے ہاتھ پہ رکھ دیا جسے بہت نرمی سے مٹھی میں قید کر لیا گیا۔ عدن کے وجود پہ

digest library.com

طاری کپکپی دائیں ہاتھ میں موجود چائے کی سطح پہ جھلک رہی تھی۔

"عدن! میں پولیس فورس میں ہوں اور ایک ایماندار افسر ہوں لیکن میری یہ ایمانداری میرے لیے اکثر خطرہ بنی رہتی ہے۔یہاں حویلی میں حفاظت کے لیے لوگ موجود ہیں لیکن کسی انہونی کے لیے وہ ناکافی ہیں۔" وہ اس کا ہاتھ سہلاتے ہوئے بول رہا تھا۔

"پہلے میری زندگی میں صرف امی تھیں۔ان کی جانب سے ہی دل کو کئی خدشات لاحق رہتے تھے لیکن اب آپ میری زندگی میں شامل ہو چکی ہیں اور مجھے بہت عزیز ہیں میں آپ کو کسی مشکل میں نہیں دیکھنا چاہتا ۔ایسے حالات میں آپ رات کے اس پہر لان میں اکیلی بیٹھی ہوئی تھیں۔ ویسے کوئی خطرہ نہ بھی ہو لیکن یہاں کئی جوان لڑکے کام کرتے ہیں اور کس کے دل میں کیا ہے کوئی نہیں جانتا۔آپ کو اپنا خیال رکھنا چاہیے۔"

وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا عدن بخوبی سمجھ رہی تھی۔

"آپ گھر نہیں تھے اور باقی سب سو چکے تھے۔ مجھے نیند نہیں آ رہی تھی اس لیے باہر چلی گئی۔" اس نے وضاحت دینے کی کوشش کی اور ساتھ ہی ہاتھ چھڑانے کی لیکن گرفت مزید سخت ہوئی تھی۔

"چائے ٹھنڈی ہو رہی ہے۔" اس نے ہاتھ چھڑوانے کی وضاحت دی۔

"مجھے ابھی خیال آ رہا ہے کہ میں آپ کو کوئی تحفہ نہیں دے سکا دراصل سب اتنی اچانک ہوا کہ کچھ سمجھ نہیں آیا۔" سائیڈ ٹیبل کھول کر سرخ مخملی ڈبیا نکال کر سامنے رکھ لی۔

"یہ مجھے ماں جی نے آپ کو دینے کے لیے دیے تھے ابھی یہ قبول کریں۔میرا تحفہ کسی خاص وقت کے لیے ادھار رہا۔" ڈبیا میں چار خوب صورت چوڑیاں موجود تھیں۔

"پہنا دوں......" ہارون نے جھک کر اس کی نگاہوں میں دیکھا۔وہ اسے ایک لمحہ دیکھ کر نظریں جھکا گئی اور اس کی یہ ادا ہارون کو مسکرانے پہ مجبور کر گئی۔

اس نے ایک ایک کر کے چاروں چوڑیاں اس کی کلائی میں پہنا دیں اور کتنے ہی لمحے چوڑیوں کو کلائی میں کھنکتے دیکھتا رہا۔انہیں شرارت سے ہلاتا ہوا آگے پیچھے کرنے لگا۔عدن نے گھبرا کر ہاتھ واپس کھینچ لیا۔

"چائے ٹھنڈی ہو گئی میں گرم کر لاتی ہوں۔" ہاتھ چھڑانے کے ساتھ ساتھ بستر سے ہی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں۔ رہنے دو مجھے تازہ چائے ہی پسند ہے۔"

"میں دوبارہ پکا لاتی ہوں۔"

"نہیں میں باہر سے پی لوں گا تم آرام کرو۔" وہ دوبارہ سنجیدہ ہو چکا تھا اور عدن بے بس نگاہوں سے اسے دیکھتی رہ گئی۔اسے شاید فاصلے بڑھانے کی کوشش پسند نہیں آئی تھی۔

"آپ دوبارہ جا رہے ہیں۔" اسے والٹ اور موبائل اٹھاتے دیکھ کر وہ روہانسی ہو گئی۔

"ہاں کچھ ضروری کام ہے شاید دیر ہو جائے۔" وہ جاتے ہوئے لحظہ بھر کو اس کے پاس رکا، اس کی نم آنکھوں کو دیکھ کر نہ جانے دل میں کیا سمائی کہ ضبط کے سب تقاضے بھول کر اس کی پیشانی پہ ہونٹ رکھ دیے۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتی ہارون لیاقت اپنی خوشبو چھوڑ کر وہاں سے جا چکا تھا۔

عدن کے آنسو لڑیوں کی صورت گال پہ بہنے لگے۔وہ کس مشکل میں آن پھنسی تھی۔ کتنا مشکل تھا کسی نئے انسان کو سمجھنا، جاننا......مومن کو سمجھنا کتنا آسان تھا۔

"اُفف...... پھر سے مومن نہیں......" اس نے زبردستی اپنے آنسو صاف کیے جیسے اس حرکت سے دماغ سے مومن کا خیال بھی صاف ہو جائے گا۔ مومن اور ہارون کے درمیان موازنہ کرنے سے رک جائے گا۔

اپنے بالوں کو جوڑے کی شکل دی اور پیشانی پہ بکھرے بال سمیٹے اور ہاتھ ٹھیک اسی جگہ اٹک گیا جہاں کچھ دیر پہلے بوسہ ثبت ہوا تھا۔ اس نے واپس مڑ کر دروازے کی جانب دیکھا جہاں سے وہ گیا تھا اور نہ جانے کیوں اس کی تھکاوٹ اور رت جگی آنکھوں کا خیال

بے چین کر گیا۔ سوچوں کے اژدھام سے گھبرا کر وہ بیڈ پہ آلیٹی کیونکہ نیند کی شدید طلب ہو رہی تھی۔ وہ جلد ہی گہری نیند میں ڈوب گئی لیکن چوڑیوں کی کھنک اور پیشانی پہ کسی کے ہونٹوں کی تپش نے ساری رات بے سکون رکھا۔

☆☆☆

وہ ڈی آئی جی آفس میں نہایت ضروری میٹنگ سے چند لمحے پہلے فارغ ہوا تھا۔ اب تھکن سے حالت خراب تھی لیکن بے پناہ ضروری امور اس کے منتظر تھے۔

"سر! آپ بہت تھک چکے ہیں آرام کر لیں۔"

اس کا ماتحت ارسلان فکر مندی سے بولا۔

"کام کا لوڈ دیکھ رہے ہو؟" وہ اس وقت واقعی شدید تھک چکا تھا اور جذباتی توڑ پھوڑ جسمانی تھکن کو مزید بڑھا رہی تھی۔

"ہم دیکھ لیں گے سر۔" ارسلان ہمیشہ ایسے ہی اس کی مدد کے لیے تیار رہتا تھا۔

"ارسلان! دو دن پہلے میرا نکاح ہو گیا۔" نہ جانے اس کے دل میں کیا آئی کہ اس سے کہہ بیٹھا شاید برداشت ختم ہو رہی تھی۔

"ماشاء اللہ سر! بہت بہت مبارک ہو۔ رخصتی کب ہے؟"

"رخصتی بھی ہو گئی تھی بس ولیمہ کچھ دن بعد رکھا ہے۔"

"اور آپ نے ایک چھٹی بھی نہیں کی؟ نئی نویلی دلہن کو چھوڑ کر یہاں الجھے ہوئے ہیں۔"

"سب کچھ اچانک ہوا۔ پہلے معلوم ہوتا تو چھٹی لے لیتا اور اب صورت حال تمہارے سامنے ہے۔"

"آپ کو سب کچھ ایک طرف کر دینا چاہیے۔ یہ دن دوبارہ نہیں ملتے انہیں جی بھر کے جی لیجیے۔"

"کہہ تو ٹھیک رہے ہو لیکن یار، ہم دونوں ایک دوسرے کے لیے بالکل انجان ہیں۔ مجھے تو اس کا نام بھی معلوم نہیں تھا۔ تکلفات کی اتنی طویل دیوار کیسے ٹوٹے گی؟"

"ویسے سر، ایک بات تو طے ہے، ہم عملی زندگی میں جتنے بھی تیس مار خان ہوں مگر عائلی معاملات میں بے بس ہی ہوتے ہیں۔" ارسلان کی بات پہ وہ بھی مسکرا دیا۔

"میں بھی کس سے مشورہ لے رہا ہوں۔"

"یہ رشتہ بہت خوب صورت ہوتا ہے سر۔ اس کے سامنے سب خدشات اپنا وجود کھو دیتے ہیں۔ نکاح کے دو بول اتنی طاقت رکھتے ہیں کہ دنیا کے دو کونوں میں بسنے والوں کو ایک کر دیتے ہیں بس آپ ایک دوسرے کو سمجھنے کی کوشش کیجیے اور باقی وقت پہ چھوڑ دیجیے۔"

ارسلان کی باتوں نے دل میں پنپتے خدشات کم کر دیے تھے۔

اس نے سب کام چھوڑ کر گھر جانے کا فیصلہ کر لیا لیکن جاتے جاتے موبائل مارکیٹ میں رک کر عدن کے لیے ایک موبائل لینا نہیں بھولا۔ وہ اس سے رابطے میں رہنا چاہتا تھا اور موبائل سے زیادہ قریب رکھنے والی کوئی چیز نہیں تھی۔

☆☆☆

رات کی بے خوابی کے سبب صبح آنکھ دیر سے کھلی تھی۔ وہ فوراً سے ہاتھ منہ دھو کر کمرے سے باہر چلی آئی۔ وہ جان بوجھ کر دیر تک نہیں سوئی تھی لیکن اب اسے بے پناہ شرمندگی ہو رہی تھی کہ نہ جانے ماں جی کیا سوچیں گی۔ وہ اپنا پہلا تاثر غلط نہیں ڈالنا چاہتی تھی۔

"اٹھ گئی بیٹا۔" ماں جی لاؤنج میں ہی بیٹھی مل گئیں۔

"جی۔ نہ جانے کیسے اتنی دیر تک سوتی رہ گئی آنکھ ہی نہیں کھلی۔"

"کوئی بات نہیں بیٹا، شوہر کے ساتھ ہی سارے معاملات چلتے ہیں نا۔ اب وہ رات بارہ بجے آئے گا اور دو بجے واپس چلا جائے گا تو تمہاری نیند خراب ہی ہو گی۔ اسی وجہ سے ہم نے ناشتا کر لیا اور تمہیں نہیں اٹھایا۔" ان کے پرخلوص لہجے نے عدن کو پرسکون کر دیا۔

"ناشتا کیا کرو گی بتاؤ، میں انعم سے کہوں۔"

"نہیں میں خود کر لوں گی۔" عدن کو فوراً اس لڑکی

digest library.com

کی تلخ نگاہیں یاد آئیں۔
”بالکل بھی نہیں۔ خبردار تم نے کچن کا رخ کیا۔ ابھی تو وہ پاگل آجائے اسے پوچھوں گی کہ رات تم سے کام کیوں کرواتا رہا ہے۔“ انہیں ہر بات کی خبر تھی۔
”بس چائے پکائی تھی۔“ عدن نے فوراً اس کا دفاع کیا۔
”ابھی تمہاری شادی کو دن کتنے ہوئے ہیں۔ ہاتھوں پہ مہندی نہیں لگی تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ مجھے اپنی اکلوتی بہو کا چاؤ نہیں ہے۔ ولیمے کے بعد بھی تمہیں کچن میں بھیجنے کا میرا کوئی ارادہ نہیں ہے۔“
”ارے واہ! یہاں تو ساس بہو میں بہت باتیں ہو رہی ہیں۔“ وہ جن کی طرح ہی حاضر ہوا تھا۔
”ادھر آؤ، تمہیں بتاؤں کیا بات ہو رہی ہے۔“ انہوں نے اسے کان سے پکڑ کر ساتھ بٹھایا تو عدن کی ہنسی نکل گئی۔ اسے اس تواضع کی کہاں امید تھی۔
”بیٹا تھکا ہارا گھر آیا ہے اور آپ بہو کے سامنے ایسی عزت افزائی کر رہی ہیں۔“ ان کی نوک جھوک شروع ہو چکی تھی جسے وہ پر لطف نگاہوں سے دیکھ رہی تھی۔
”اگر آپ نے کلاس لے لی ہو تو میں فریش ہو جاؤں؟“ ان کی عدن کے حوالے سے سب ہدایات سننے کے بعد اٹھ کھڑا ہوا۔
”ہاں جاؤ۔“...... کمال بے نیازی سے جانے کو کہا گیا۔ ”تم بھی جاؤ بیٹا اسے کسی چیز کی ضرورت نا ہو میں تمہارا ناشتا کمرے میں بھجوا دیتی ہوں۔“
وہ خاموشی سے اثبات میں سر ہلاتی کمرے میں چلی آئی۔ کمرا خالی تھا اور واش روم سے پانی گرنے کی آواز آ رہی تھی۔ بیگ خالی کیا اور الماری کے ہی نچلے حصے میں رکھ کر اس کے کپڑے دیکھنے لگی لیکن کچھ سمجھ میں نہیں آیا کہ کیا نکالے۔ اسے کچھ اندازہ ہی نہیں تھا کہ وہ کیا پہنے گا۔
واش روم کا دروازہ کھلنے کی آواز آئی تو مڑ کر کپڑوں کا پوچھنا چاہا لیکن جس رفتار سے پیچھے دیکھا اسی رفتار سے واپس الماری کی جانب منہ کر لیا تھا۔ ایک پل کو گڑبڑایا تو وہ بھی تھا کیونکہ وہ اسے باہر چھوڑ کر آیا تھا اور اسی وجہ سے مطمئن ہو کر پرانے انداز میں ہی تولیہ باندھ کر کمرے میں آ گیا لیکن سامنے وہ موجود تھی۔
”تم تو باہر تھیں۔“
”ماں جی نے بھیجا کہ آپ کو کسی چیز کی ضرورت ہو گی۔“ اس نے فوراً سے وضاحت پیش کی۔
”ہاں...... وہ کپڑے نکال دو۔“
”کون سے نکالوں مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا؟“
بالوں میں برش کرنے کے بعد الماری کی جانب چلا آیا اور اس کے ساتھ کھڑا ہو کر کپڑے دیکھنے لگا۔ عدن نے کن انکھیوں سے اپنے بازو سے مس ہوتا اس کا سڈول بازو دیکھا اور خشک ہوتے حلق کو تر کیا۔
”مجھے اب کام پہ نہیں جانا، مطلب کچھ آرام دہ ہونا چاہیے۔“ تائید لینے کے لیے اس کی جانب دیکھا لیکن وہ تو زمین کو دیکھنے میں مگن تھی۔
ہارون نے ٹراؤزر شرٹ نکالا اور الماری بند کرتا واپس واش روم میں چلا گیا۔ وہ وہیں بت بنی کھڑی رہ گئی۔
”کیا ہوا؟“ وہ واپس اس کے پاس چلا آیا۔
اس کے سوال پہ سر ہلانے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکی۔
ہارون نے ہاتھ آگے بڑھا کر اس کے دونوں ہاتھ پکڑ لیے۔ ایک نظر چوڑیوں سے سجی کلائی کو دیکھا اور دل کی شدید خواہش پہ ہاتھ لبوں تک لے آیا۔ ہاتھ پہ گرم بوسہ محسوس کرتے ہوئے عدن خود میں سمٹی لیکن ہاتھ کھینچ کر رات والی غلطی نہیں دہرائی تھی اور شاید یہ ہی غلطی تھی۔
وہ اس کی احتیاط کو خود سپردگی سمجھا تھا اور درمیان کا تھوڑا سا فاصلہ بھی ختم کرتے ہوئے قریب چلا آیا۔ کہاں وہ ہاتھ کی قید پہ بے چین تھی اور کہاں اب سانسوں کی حدت رخسار کو جلا رہی تھی۔ گرفت اب ہاتھ سے آگے کندھے تک چلی آئی تھی۔ وہ کیا کرنا چاہ رہا تھا یہ ابھی تک اس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا، ان کے درمیان ایسی بے تکلفی کب تھی کہ وہ سارے فاصلے مٹا دیتا بلکہ

فاصلے قائم بھی تو اس نے ہی کیے تھے اور یہ شاید غلطی کو ٹھیک کرنے کی کوشش تھی۔

اس کی سوچوں کا تسلسل اگلے ہی لمحے ٹوٹا جب ایک بازو کمر کے گرد حائل ہوا۔ اس کا سر مقابل کے کندھے سے جا لگا۔ لمحے کا فسوں تھا کہ قربت کا کمال ہر چیز ساکت اور خاموش محسوس ہو رہی تھی سوائے دھڑکنوں کے کوئی شور نہیں تھا۔ اسے اپنا وجود برف کی مانند جمتا ہوا لگ رہا تھا تب ہی تو فاصلوں کا اختتام ہو رہا تھا۔

وہ کوئی احتجاج کرنے کا سوچ ہی رہی تھی کہ دروازہ ایک دم سے کھلا۔ وہ اسے تیزی سے چھوڑتا ہوا پیچھے ہٹ گیا اور خشمگیں نگاہوں سے آنے والے کو دیکھا۔ انعم اس کا ناشتا لائی تھی اور آگے کا منظر اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا بلکہ وہ تو خود آدھا ادھورا محبت کا مظاہرہ دیکھ کر پچھتائی تھی۔ دل میں لگی آگ مزید بھڑک اٹھی تھی۔

"کسی کے کمرے میں جانے سے پہلے دستک دی جاتی ہے۔" وہ تو ہاتھ مسلتی وہیں کھڑی رہ گئی لیکن وہ غضب ناک انداز میں بولنے سے خود کو روک نہیں پایا۔

"خالہ جی نے کہا تھا ناشتا کمرے میں دے آؤں۔"

"لیکن انہوں نے یہ تو نہیں کہا ہوگا نا کہ سب تمیز تہذیب بھول کر جانا۔"

عدن نے چونک کر اس کی جانب دیکھا۔ چند لمحے پہلے اس کے انداز میں کتنی نرمی تھی اور اب غصیل بنا ہوا تھا۔ وہ اس تبدیلی کا پس منظر نہیں سمجھ پائی یا سمجھ کر انجان بن رہی تھی۔ انعم کی آنکھوں میں نمی جھلکنے لگی تھی۔

وہ مزید بھی کچھ بولنے والا تھا کہ اس نے آگے بڑھ کر ناشتے کی ٹرے تھام لی اور شکریہ کہہ کر ماحول کی کثافت کو کم کرنے کی کوشش کی۔

"کوئی بات نہیں ایسا ہو جاتا ہے۔" وہ خود شرم سے زمین میں گڑی جا رہی تھی لیکن اپنی وجہ سے کسی کو روتا ہوا نہیں دیکھ سکتی تھی۔

انعم وہاں سے چلی گئی تو وہ صوفے پہ بیٹھ کر ناشتا کرنے لگی۔ اتنی بھوک نہیں تھی لیکن دوبارہ اسے کوئی موقع نہیں دینا چاہ رہی تھی اور شاید وہ بھی اس کا احتراز سمجھ گیا تھا۔ چند لمحے اسے گہری نگاہوں سے دیکھتا رہا اور پھر کمرے سے باہر نکل گیا۔

☆☆☆

ہارون لیاقت آج کے دن حویلی میں تھا اور وہ اس سے چھپنے کی کوشش میں ہلکان ہو رہی تھی۔ ناشتے کے بعد کتنی ہی دیر کمرے میں بیٹھی رہی پھر ماں جی کے بلاوے پہ باہر چلی آئی، جہاں ماں بیٹے کی محفل جمی ہوئی تھی۔ اس کا سادہ سا روپ انہیں بالکل پسند نہیں آیا تو تیار ہونے کو حکم صادر کر دیا۔

فیروزی رنگ کا سوٹ پہن کر ہلکا پھلکا تیار بھی ہو گئی کہ مبادا اسے دوبارہ تیار ہونے کے لیے نہ بھیج دیا جائے۔ بال لپیٹ کر جوڑے میں باندھ لیے اور دائیں کلائی پہ فیروزی کانچ کی چوڑیاں پہن لیں۔ ایک بار پھر بے جا کمرے میں وقت ضائع کرتی رہی اور جب کافی وقت گزر گیا تو باہر چلی آئی لیکن وہ اب بھی وہیں بیٹھا تھا جیسے اس کا منتظر ہو۔ ماں جی نے اسے دیکھ کر تعریف کی تو ان کے ساتھ بیٹھنے کے لیے آگے بڑھی لیکن وہ ایک دم سیدھا ہو بیٹھا اور اپنے پہلو میں رکھا موبائل اٹھا لیا۔ اس حرکت کا مقصد صاف تھا جسے وہ بھی سمجھ چکی تھی اور نا چاہتے ہوئے بھی پہلو میں آن بیٹھی۔

"میں پہلے بہو کا صدقہ دے لوں۔" ماں جی فوراً سے اٹھ کر چلی گئیں۔ ان کے جاتے ہی اس کے چہرے پہ ہوائیاں اڑنے لگیں۔

"ایک بات مانیں گی؟" وہ کان کے نزدیک ہوتا مدھم سا بولا۔

"جی......" وہ اس جانب دیکھ رہی تھی جہاں ماں جی گئی تھیں۔

"بال کھلے ہوئے زیادہ پیارے لگتے ہیں۔"

"شکریہ۔" وہ اس قدر بدحواس تھی کہ تعریف سمجھ کر شکریہ کہہ گئی۔

وہ اس کی حالت پہ بے ساختہ ہنس دیا۔ گھبرایا چہرہ، بے چین انداز، الجھے ہوئے حواس...... آج کل کہاں

ہوتی ہیں ایسی لڑکیاں......

وہ جس جاب میں تھا اس کا واسطہ دو طرح کی لڑکیوں سے ہوتا تھا۔ ایک آزادی کی حدود سے باہر نکلتی ہوئی اور ایک ظلم کی چکی میں پستی ہوئی۔ ماں جی کے ساتھ بھی جتنی لڑکیاں دیکھنے کا اتفاق ہوا سب میں خود اعتمادی سے آگے کی کوئی بات تھی۔ اپنی اقدار و روایات سے اجنبیت پائی جاتی تھی لیکن عدن نے ہر خدشے، خوف سے بے نیاز کر دیا تھا۔ اس نے سن رکھا تھا مرد عورت کی چال سے کردار جان جاتا ہے۔ یہ بات سچ تھی یا نہیں لیکن اپنے نصیب میں لکھی لڑکی کو دیکھ کر اپنی دعاؤں کی قبولیت کا یقین ہو چلا تھا لیکن فاصلوں کی فصیل بہت اونچی اور طویل تھی۔ ایک ہی بات کھٹک رہی تھی کہ وہ قرب کی گھڑیوں سے فرار کیوں چاہ رہی تھی؟

اس نے ہاتھ بڑھا کر بالوں پہ لگا کیچر کھول دیا اور بال کسی آبشار کی مانند کمر پہ بکھرتے چلے گئے۔ وہ اس خوب صورت منظر میں کھو سا گیا جب کہ وہ اب بھی اس کی حالت سے بے خبر تھی۔

کوئی ایسا جادو ٹونا کر
مرے عشق میں وہ دیوانہ ہو
یوں الٹ پلٹ کر گردش کی
میں شمع، وہ پروانہ ہو
کوئی چلہ ایسا کاٹ کہ پھر
کوئی اس کی کاٹ نہ کر پائے
کوئی ایسا دے تعویذ مجھے
وہ مجھ پر عاشق ہو جائے
کوئی فال نکال کرشمہ گر
مری راہ میں پھول گلاب آئیں
کوئی پانی پھونک کے دے ایسا
وہ پیے تو میرے خواب آئیں
کوئی ایسا کالا جادو کر
جو جگمگ کر دے میرے دن
وہ کہے اب جلدی آ
اب جیا نہ جائے تیرے بن
کوئی ایسی رہ پہ ڈال مجھے
جس رہ سے وہ دلدار ملے
کوئی تسبیح دم درود بتا
جسے پڑھوں تو میرا یار ملے
کوئی ایسا بول سکھا دے نا
وہ سمجھے خوش گفتار ہوں میں
کوئی ایسا عمل کرا مجھ سے
وہ جانے، جان نثار ہوں میں
کوئی ایسا اسم اعظم پڑھ
جو اشک بہا دے سجدوں میں
اور جیسے تیرا دعویٰ ہے
محبوب ہو میرے قدموں میں
پر عامل رک، اک بات کہوں
یہ قدموں والی بات ہے کیا؟
محبوب تو ہے سر آنکھوں پہ
مجھ پتھر کی اوقات ہے کیا

"ولیمے کے متعلق کیا سوچا ہے ہارون؟ بہت دن گزر گئے ہیں اب مزید دیر نہیں کرنی چاہیے۔" ماں جی کی آواز نے خیال کی ڈور کاٹ دی تو وہ سیدھا ہو بیٹھا۔

"جیسے آپ کہتی ہیں۔" وہ کچھ زیادہ ہی جلدی میں تھا۔

"تم اپنی مصروفیت دیکھ لو۔ کوئی ایسے دن ہوں جن میں تم فارغ ہو کیونکہ تیاری بھی ساری تم نے کروانی ہے۔"

"میرے خیال سے اتوار ٹھیک رہے گا۔ سب فارغ ہوتے ہیں۔"

"لیکن تین دن میں کیا تیاری ہو گی؟" وہ کچھ زیادہ ہی جلدی میں تھا۔

"میں سب دیکھ لوں گا۔"

"اگر ایسا ہے تو ٹھیک ہے۔ بہو سے تو پوچھ لو۔"

"جیسا آپ کو بہتر لگے۔" اس سے پہلے کہ وہ اس سے پوچھتا وہ فوراً بول پڑی۔

"آپ بس اپنے رشتہ داروں کو خود فون کر لیجیے گا۔" وہ شروع سے خاندانی نظام اور رشتہ داروں سے

digest library.com

کتراتا تھا۔

وہ خاموشی سے سب باتیں سن رہی تھی جب باہر کچھ آوازیں ابھرنے لگیں۔ اس نے چند لمحے سنا اور فوراً سے پہچان کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ اس کے چہرے پہ خوشی کے سب نشان رقم تھے۔ ماں جی اور ہارون نے حیرت سے اسے دیکھا لیکن وہ کسی کی پروا کیے بغیر باہر کی جانب چلی گئی۔ اس سے پہلے کہ وہ کچھ سمجھتے انہیں باہر سے آتے دو چہرے دکھائی دیے تو اس کی خوشی کی وجہ بھی سمجھ میں آ گئی۔

"آپ کو کیسے خبر ہوئی کہ میں آپ سب کو یاد کر رہی تھی؟" وہ جاوید صاحب کے بازو سے چمٹی ہوئی تھی اور سر ان کے کندھے سے لگا تھا۔ آنکھوں اور لہجے میں نمی جھلک رہی تھی۔

"میں تو نہیں آنا چاہتا تھا یہ مومنہ ضد کر کے لے آئی۔"

"بہت اچھا کیا آپ نے۔" ہارون ان سے بغل گیر ہوا۔

"میں نے تمہیں بہت یاد کیا مومنہ۔"

"میں نے بھی بلکہ مجھے تو بیڈ پہ تمہاری خالی جگہ دیکھ کر رونا آتا تھا اسی لیے اب پھوپھو کو ساتھ سلاتی ہوں۔" وہ دونوں یوں ایک دوسرے میں مگن کھڑی تھیں جیسے بچھڑے سالوں ہو گئے ہوں۔

"آپ اکیلے کیوں آئے سب کو ساتھ لے آتے۔" حلیمہ بیگم بھی انہیں خوش آمدید کہنے کے لیے وہیں آ گئیں۔

"سب چھوڑو تم یہ منہ میٹھا کرو۔" مومنہ نے پورا گلاب جامن اس کے منہ میں ڈال دیا۔ "یہ لیں بھائی آپ بھی کھائیں۔" وہ وہیں کھڑی باری باری سب کے قریب مٹھائی کا ڈبا کرنے لگی۔

"لیکن یہ ہے کس خوشی میں؟"

"ہمارا رزلٹ آیا ہے اور ہم دونوں نے بہت اچھے نمبر لیے ہیں بلکہ عدن تو کالج کی ٹاپر ہے۔"

مومنہ کی خوشی قابل دید تھی۔ اور خوش تو عدن بھی تھی لیکن سوچیں ایک بار پھر بھٹک رہی تھیں۔ مومن ہوتا تو وہ سب اس خوشی پہ کس قدر ہلہ گلہ کرتے اور اس کے مزید پڑھنے کے راستے میں بھی کوئی رکاوٹ نہ ہوتی۔

"عدن نے تو ایسا کچھ نہیں بتایا تھا۔" وہ اپنی بے خبری پہ حیران ہوا۔ اسے پہلی بار کالج میں دیکھا تھا تو ذہن میں اس کی تعلیم کا خیال کیوں نہیں آیا۔

"اسے رزلٹ کی فکر ہو تو کسی کو بتائے نا...... ہمیشہ اچھے نمبر لے جاتی ہے۔ ٹینشن تو مجھے ہوتی ہے اور اسی وجہ سے رزلٹ اناؤنس ہونے کے بعد مومن بھائی کو سکون نہیں لینے دیتی تھی۔" نہ چاہتے ہوئے وہ بھی مومن کا ذکر کر بیٹھی تھی۔ ان کی تکون ٹوٹی تھی یادوں کا بہاؤ ویسا ہی تھا۔

وہ مومن کے ذکر پہ نہیں الجھا بلکہ عدن کا سپاٹ انداز الجھا رہا تھا۔ مومنہ جس قدر خوش تھی وہ اسی قدر پرسکون دکھائی دے رہی تھی۔

"یہ کالج کی طرف سے تمہیں انویٹیشن بھی آیا ہے۔" مومنہ نے بیگ سے نکال کر ایک کارڈ عدن کی جانب بڑھا دیا۔

"بھائی! آپ کل عدن کو لائیں گے؟"

اس سوال پہ وہ عجیب شش و پنج میں پھنس گیا۔ ولیمہ کی تیاری کے سلسلے میں ہی ڈھیروں کام تھے اگر مومنہ کی بات مانتا تو کل کا دن ضائع جاتا۔ ایسے میں وہ فیصلہ کر لیا جو سوچا بھی نہیں تھا۔ اس نے چھٹیاں لینے کا ارادہ کر لیا۔

مومنہ آس بھری نگاہوں سے دیکھ رہی تھی تو اس نے اثبات میں سر ہلا دیا۔ اس جواب کے ساتھ ہی عدن کے ہونٹوں پہ مدھم سی مسکان ابھر کے معدوم ہوئی تھی۔

وہ سب لاؤنج میں ہی بیٹھ گئے تھے اور کچھ ہی دیر بعد انعم چائے اور لوازمات لے آئی تھی۔ کچھ دیر پہلے کمرے میں جو منظر دیکھا تھا اس کے بعد سے دل جل کر خاکستر ہو چکا تھا۔ وہ بچی نہیں تھی، ان دونوں کے درمیان فاصلوں کی کہانی سمجھ رہی تھی تو دل ہی دل میں خوش ہو رہی تھی لیکن کمرے کا منظر سب خوشیوں پہ پانی پھیر گیا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی لمحے میں ایسا کون سا جادو

digest library.com

ہوا تھا جس نے سب دوریاں مٹا دی تھیں اور اب یہ رزلٹ کا ڈرامہ نیا تھا۔ وہ بے نیازی سی بنی بیٹھی تھی اور ہارون لیاقت نثار ہوئے جارہا تھا۔ اس سے زیادہ دیکھنا اس کے بس میں نہیں تھا اسی لیے واپس مڑ گئی۔

ماں جی جاوید صاحب کو ولیمے کی تفصیل بتانے لگیں۔ مومنہ اور عدن بھی آپس میں مصروف ہوگئیں تو وہ وہاں سے اٹھ آیا۔ اسے ارسلان کو اپنی مدد کے لیے کہنا تھا اور اپنی چھٹیوں کے لیے درخواست بھی دینی تھی۔

گورنمنٹ کالج کے آڈیٹوریم ہال میں بے پناہ رش تھا۔ ایک منظم تقریب کا انعقاد کیا گیا تھا جس میں ابھی تک بدنظمی نظر آرہی تھی کیونکہ مہمانوں کی آمد کا تسلسل جاری تھا اور تقریب شروع ہونے میں وقت تھا۔

ہارون لیاقت عدن کو لیے وقت سے پہلے وہاں موجود تھا۔ مومنہ ثمینہ بیگم کے ساتھ ہال کے سامنے ہی مل گئی تھی اور ہمیشہ کی طرح وہ دونوں خوش گپیوں میں مگن ہوگئیں۔ اسے اپنا نظرانداز ہونا زیادہ برا نہیں لگا کیونکہ جانتا تھا اسے یہ مواقع روز روز میسر نہیں آنے والے تھے۔ وہ چند مہینے پہلے کا وقت سوچ رہا تھا جب اسی کالج میں پہلی بار عدن کو دیکھا تھا اور اس کی سریلی آواز نے اپنے ساتھ باندھ لیا تھا۔ یہ اتفاق حقیقت کا روپ دھار لے گا اس کے وہم وگمان میں بھی نہیں تھا۔

"عدن! کیسی ہو؟" اس کی سوچوں کا تسلسل ایک پرجوش آواز نے توڑا تھا۔ وہ دلچسپ نگاہوں نے اس لڑکی کو دیکھنے لگا جو عدن کے گلے لگی ہوئی تھی۔

"مجھے پتا تھا تمہارے اتنے اچھے نمبر آئیں گے۔"

"تم بھی پاس ہو ہی گئیں۔" عدن خاموش رہی لیکن مومنہ ترکی بہ ترکی جواب دے رہی تھی۔

"میں نے سوچا تھا ہم یونیورسٹی میں اکٹھے پڑھیں گے لیکن اب ایسا ناممکن لگتا ہے۔ ویسے تم نے کس یونیورسٹی میں ایڈمیشن لینے کا سوچا ہے؟" وہ ایک دم اداس بھی ہوگئی تھی۔ وہ اس لڑکی کی پل میں تولہ پل میں ماشہ کیفیت پہ مسکرا دیا۔

"پتا نہیں......" وہ وہاں سے ہٹنے لگا تھا کہ دوستوں کو اکٹھے وقت گزارنے دے لیکن عدن کے یاسیت سے پر لہجے نے قدم روک لیے۔

"کیوں پتا نہیں؟ تعلیم کے معاملے میں تم اتنی غیر سنجیدہ تو نہیں تھیں۔" نازش کو اس کا کھویا کھویا انداز نہیں بھایا تھا۔

"کہیں تمہاری شادی تو نہیں ہوگئی؟" کچھ دیر اسے گھورنے کے بعد خود ہی قیافہ لگالیا۔

"ہمم......" عدن نے بس سر ہلانے پہ اکتفا کیا کیونکہ نازش بال کی کھال اتارنے سے باز نہیں آنے والی تھی۔

"ارے واہ...... پھر تو تم مومن بھائی کے ساتھ آئی ہو گی لیکن مومن بھائی کو تمہارے مزید پڑھنے سے کوئی اعتراض نہیں تھا۔ تم خود ہی تو کہتی تھیں وہ تمہاری ہر خواہش پوری کرتے ہیں۔" نازش کی زبان کے سامنے خندق تھی تب ہی تو وہ مومنہ کے منع کرنے کے باوجود مسلسل بولتی جارہی تھی۔

عدن میں اتنی ہمت بھی نہیں رہی تھی کہ خود سے دو قدم دور انسان سے نگاہیں ملا پاتی۔ وہ اس وقت کو کوسنے لگی جب ہارون کے ساتھ یہاں آنے کا سوچا۔ وہ اپنی دوستوں کو آنے سے منع نہیں کرسکتی تھی اور نہ مومن کا ذکر کرنے سے لیکن وہ ہارون کے بغیر آسکتی تھی۔ ہاتھوں کو مسلتے، نگاہیں زمین پہ گاڑے نہ جانے کیا کیا سوچتی چلی جارہی تھی اور نازش ان دونوں کی اڑی رنگت دیکھ کر حیران ہورہی تھی کہ اس نے ایسا کیا کہہ دیا جس پہ ان کی ایسی حالت ہوگئی۔

"ہارون بھائی! ایک منٹ ادھر آیئے گا۔" وہ وہاں سے جارہا تھا اور اسی وقت مومنہ نے آواز لگادی تو نہ چاہتے ہوئے رک گیا۔

"یہ ہارون بھائی ہیں۔ عدن کے شوہر اور تم سب کو شادی پہ اس لیے نہیں بلا سکے کہ سب بہت ایمرجنسی میں ہوا۔ لیکن اتوار کو ولیمہ ہے اور اس میں تم نے ضرور آنا ہے بلکہ سارا گروپ آئے گا۔"

اس کا جواب سنتے ہوئے نازش کی آنکھیں باہر

digest library.com

بلنے کو بے تاب تھیں۔ وہ منہ کھولے کبھی ہارون کا چہرہ دیکھتی اور کبھی عدن کا جھکا سر۔

''السلام علیکم!'' ہارون کو سلام کرتے ہوئے اسے اندازہ ہو رہا تھا کہ وہ کیا بے وقوفی کر چکی تھی اور مومنہ بار بار کیوں روک رہی تھی لیکن کیا ہو سکتا تھا تیر چل چکا تھا۔

ہارون آداب ملاقات نبھانے کے بعد وہاں سے ہٹ گیا۔ اسے اپنا وہاں رکنا سراسر حماقت محسوس ہو رہا تھا۔ وہ ایک نامکمل بات پہ ردعمل دینا نہیں چاہتا تھا لیکن خود پہ بس نہیں چل رہا تھا۔ مومن نام کی تکرار ذہن و دل پہ کسی ہتھوڑے کی مانند لگ رہی تھی۔ عدن کا خیال رکھنا، خواہشیں پوری کرنا اتنا عجیب نہیں تھا کزنز کے درمیاں یہ سب ہوتا (حالانکہ اسے ذاتی طور پہ پسند نہیں تھا) لیکن شادی کا ذکر عام نہیں تھا۔ کچھ تو ایسا تھا جس سے وہ لاعلم تھا۔

''یہ تم نے کیا کر دیا نازش؟''

''مجھے اس انہونی کا کب پتا تھا۔''

''اب کیا ہوگا عدن؟ بھائی تو ہال سے باہر چلے گئے۔''

''جو ہوگا دیکھا جائے گا تم امی کو کچھ مت بتانا۔'' ہاتھ پاؤں تو اس کے بھی پھول گئے تھے۔

''لیکن انہیں نہ پا کر پھپھو پوچھیں گی۔''

''کچھ بھی بتا دینا۔'' وہ اچھی خاصی روہانسی ہو چکی تھی۔ ساری خوشی ملیامیٹ ہو گئی۔

تقریب شروع ہوئی تو کتنی ہی دیر منتظر نگاہوں سے دروازے کی جانب دیکھتی رہی اور مایوس ہو کر اپنی سیٹ کی جانب چلی آئی۔ اس کے لیے تقریب بے معنی ہو چکی تھی۔

''مومن کس مشکل میں پھنسا گئے؟ مجھے اس دہری اذیت کا شکار کرتے پہ تمہیں کبھی معاف نہیں کروں گی۔'' ایک آنسو ٹوٹ کر گود میں رکھے ہاتھ پہ گرا اور اسی لمحے بائیں جانب کوئی آ کر بیٹھا تھا۔

اس نے روتی آنکھوں سے چونک کر پہلو میں دیکھا تو ہارون لیاقت بے نیاز سا بیٹھا نظر آیا۔ اسے دیکھ کر عدن کی جان میں جان آئی تھی۔ وہ آ گیا تھا یہ غنیمت تھا ورنہ کیا کیا وہم نہ ستائے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر اسے متشکر نگاہوں سے دیکھتی رہی لیکن وہ اسٹیج کی جانب متوجہ رہا۔ عدن پرویز کے وجود میں کچھ چھن سے ٹوٹا تھا۔ اس کے نام کی پکار ہونے لگی تو اٹھ گئی لیکن تالیاں بجانے والوں میں اس کے ہاتھ شامل نہیں تھے یہ منظر دیکھ کر نگاہیں برسنا نہیں بھولی تھیں۔ اس کے سامنے مجمع تھا اور وہ آنسوؤں کی توجیہہ کامیابی کے نام کر رہی تھی۔

☆☆☆

گاڑی میں مکمل خاموشی تھی۔ دونوں فریق اپنی اپنی سوچوں میں الجھے ہوئے تھے۔ عدن کے وجود میں بے چینی کسی پارے کی مانند گردش کر رہی تھی اور وہ شدت سے اس کے بولنے کی منتظر تھی۔ اس کی خاموشی عدن کو خوف زدہ کر رہی تھی۔ وہ چاہتی تھی اس سے وضاحت مانگ لی جائے لیکن ایسا کچھ ہوتا نظر نہیں آ رہا تھا۔

ایک گھنٹے کی ڈرائیونگ کے بعد گاڑی ایک بوتیک پہ رک گئی۔ اسے لیے بوتیک میں چلا آیا لیکن آج ہاتھ تھامنے کی کوشش نہیں کی گئی۔

''میں نے اپنی پسند سے ایک ڈریس کا آرڈر دے دیا تھا لیکن آپ دیکھ لیں اگر کوئی دوسرا ڈریس پسند آتا ہے تو وہ لے لیں گے۔'' کئی لمحوں بعد بولا بھی تو لہجے میں بیگانگی عیاں تھی۔

اس کی بے رخی پہ عدن کی آنکھوں میں نمی امڈنے لگی اور کس جدوجہد سے اس نے خود کو رونے سے باز رکھا۔

''آپ نے جو پسند کیا وہی ٹھیک ہے۔'' حلق میں آنسوؤں کا پھندا لگنے لگا تھا۔

وہ آگے کاؤنٹر کی جانب بڑھ گیا تو اسے اپنی سوچوں کے ساتھ تنہائی مل گئی۔ آنکھوں کو مسل کر کسی بھی حماقت سے باز رکھنے کی کوشش کی۔ اس پل اس کا دل چاہ رہا تھا مومن سامنے ہو تو اس کا منہ نوچ لے جس کی وجہ سے ہارون لیاقت کے سامنے شرمندگی اٹھانی پڑ رہی تھی۔

وہ موبائل کان سے لگائے اس کی جانب آیا اور

ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کرتے ہوئے آگے بڑھ گیا۔ سفر دوبارہ شروع ہوا لیکن اس بار گاڑی میں خاموشی نہیں تھی کیونکہ وہ مسلسل موبائل پہ مصروف تھا۔ میرج ہال کی بکنگ اور ولیمے کی دوسری تیاریوں کے لیے کسی نا کسی سے بات کر رہا تھا۔

حویلی پہنچنے پہ اس نے سکھ کا سانس لیا اور کسی کے دروازہ کھولنے سے پہلے خود ہی اتر گئی۔ یہ خاموش احتجاج تھا جسے مقابل نے واضح محسوس کیا۔ وہ اتر کر چند قدم ہی چلی تھی کہ گاڑی ریورس ہو کر دوبارہ آگے بڑھی اور لمحوں میں نگاہوں سے اوجھل ہو گئی۔ وہ کتنی ہی دیر ساکت کھڑی رہ گئی۔

"ٹھیک ہے ہارون لیاقت، اب جا ہو گے بھی تو وضاحت نہیں دوں گی۔" وہ ضدی نہیں تھی لیکن اب معاملہ انا کی چوکھٹ پہ مقیم ہو چکا تھا۔

"عدن! اکیلی کیوں آئی ہو؟ ہارون کدھر ہے؟" وہ لاؤنج میں داخل ہوئی تو سامنے اپنی ساس کھڑی نظر آئیں جو اس کے پیچھے کسی کو تلاش کر رہی تھیں۔

"وہ واپس چلے گئے۔" وہ اس وقت اپنی بھری آنکھوں کے ساتھ کسی کا سامنا نہیں کرنا چاہتی تھی۔

انہیں جواب دے کر بنا رکے اپنے کمرے میں چلی آئی۔ صوفے پہ بیٹھتے ہی منہ گھٹنوں میں دے لیا اور خود کو رونے کے لیے آزاد چھوڑ دیا۔ وہ اس رونے کی وجہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کیا مومن کی کمی کے آنسو تھے یا ہارون کی بے رخی کے......؟ وہ تو شروع دن سے ایسا ہی بے نیاز تھا تب تو اسے فرق نہیں پڑا تھا پھر اب کیوں تکلیف ہو رہی تھی۔ یہ شاید اس کے التفات کے چند لمحوں کا اعجاز تھا۔ اس سب کے پیچھے اس کے دو بوسوں اور چند نرم گرم جملوں کا ہاتھ تھا۔

"ارے واہ! یہاں تو رونے کا شغل جاری ہے۔" اچانک دروازہ کھلنے پہ اسے آنسو صاف کرنے کا وقت نہیں ملا تھا۔

وہی انعم نامی لڑکی مطمئن نگاہوں سے اسے دیکھ رہی تھی۔ عدن کو سمجھ میں نہیں آیا اسے کیا جواب دے۔

"کوئی فائدہ نہیں رونے کا...... خود کو ابھی سے سنبھالو۔ وہ ایسا ہی پتھر دل ہے اسے کسی کے آنسوؤں کی ذرہ برابر پروا نہیں ہوتی۔"

عدن کا دل چاہا اس سے پوچھے کہ وہ ہارون لیاقت کو اتنا کیسے جانتی ہے لیکن اس کے کچھ بھی بولنے سے پہلے وہ جیسے آئی تھی ویسے ہی واپس چلی گئی۔ عدن نے سر دوبارہ گھٹنوں میں دے دیا۔

☆☆☆

رات کا سیاہ اندھیرا کسی شکاری کی مانند زمین کو قید میں لے چکا تھا اور اس قید کا گھیرا آہستہ آہستہ تنگ پڑ رہا تھا۔ چاند سفر کرتا ہوا آسمان کے وسط میں چلا آیا جب ملازم نے بھاگ کر حویلی کا مرکزی دروازہ کھولا اور گاڑی گیراج میں چلی آئی۔ اس نے گاڑی سے ضروری سامان نکالا اور دھیمی چال چلتا لاؤنج میں چلا آیا۔ وہ بنا کوئی آواز بلند کیے کچن میں گیا، دو گلاس ٹھنڈا پانی پی کر واپس لاؤنج میں آیا اور صوفے پہ بیٹھ گیا۔

وہ اپنی کیفیات سمجھ نہیں پا رہا تھا۔ کئی دنوں سے اس کا گھر سے نکلنے کا دل نہیں چاہ رہا تھا اور اگر باہر جاتا تو واپسی کی عجلت ہوتی۔ گھر میں داخل ہوتے ہی پہلی فرصت میں اسے دیکھنے کا دل چاہتا لیکن اس وقت ایسی کوئی بھی چاہ ناپید تھی۔ مومن نام اس کے سارے وجود کو خاکستر کر گیا تھا۔ وہ جانتا تھا اس نے آدھی ادھوری بات سنی تھی، ہوسکتا معاملہ ویسا نہ ہو جیسا اسے سمجھ رہا تھا...... اس کا ذہن عدن سے وضاحت طلب کرنے کی ترغیب دے رہا تھا اور سنجیدہ فطرت گزشتہ کسی بھی حوالے کی بازپرس کرنے سے روک رہی تھی لیکن وہ بے بس تھا...... عدن پرویز کے معاملے میں بے بس تھا۔

"آپ کب آئے؟" وہ کسی کے دیکھنے سے پہلے کمرے میں جانے کا سوچ رہا تھا کہ انعم چلی آئی۔

"ابھی تھوڑی دیر پہلے......" اس کا لہجہ ہر قسم کے تاثر سے پاک تھا جب کہ انعم کو دھیما انداز اپنے لیے غنیمت لگا۔

"کھانا لگاؤں......؟" وہ گزشتہ معمول واپس لوٹتے دیکھ کر خوش تھی۔ یہی وقت کل متاع ہوتا جب وہ تنہائی میں حاصل ہوتا تھا۔ وہ بنا کسی ڈر کے اسے دیکھ

digest library.com

سکتی تھی۔
"نہیں۔"
"چائے لاؤں؟"
"نہیں......" اب بھی یک لفظی انکار ہوا تو انعم نے گہری نگاہوں سے اسے دیکھا۔
کسی گڑبڑ کا احساس ہو رہا تھا۔ اس کے ذہن میں اچانک آیا کہ آج عدن گھر آنے کے بعد کمرے سے نہیں نکلی مطلب واقعی کچھ ایسا تھا جس کے متعلق وہ بے خبر تھی۔
"مجھے آپ کی طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی ورنہ میں نے آپ سے بات کرنی تھی۔"
"میں ٹھیک ہوں۔ کہو تم......"
"مجھے آپ کی بیوی کچھ سمجھ میں نہیں آرہی۔ خالہ جان اسے اس حویلی میں اپنی تنہائی مٹانے کو لائی ہیں اور وہ ہے کہ سارا سارا دن کمرے میں قید رہتی ہے۔"
"مطلب وہ سارا دن کمرے سے باہر نہیں آئی؟" ہارون نے چونک کر انعم کو دیکھا۔
"بالکل نہیں...... بلکہ وہ اکثر ایسا ہی کرتی ہے۔"
"تو بندہ ایک نظر دیکھ لیتا ہے ہوسکتا اس کی طبیعت خراب ہو۔" وہ فوراً اٹھ کر کمرے کی جانب بڑھا۔ اسے ایک دم عدن کی بے حد فکر ہوئی تھی۔
انعم کے الفاظ منہ میں ہی رہ گئے اور ہارون دور ہوتا چلا گیا۔ وہ تو اس موقع کو کیش کرنا چاہ رہی تھی لیکن الٹا نقصان کر بیٹھی۔ وہ جتنی بے چینی سے اٹھ کر گیا تھا اس کا دل جل کر خاک ہوا۔
وہ جیسے ہی کمرے میں داخل ہوا عدن صوفے پہ آڑی ترچھی لیٹی ہوئی نظر آئی۔ ایک بازو آنکھوں پہ رکھا تھا اور دوسرا صوفے سے نیچے زمین پہ گرا ہوا تھا۔ اس نے آہستگی سے اس کے پاؤں کو دو انگلیوں سے چھوا جیسے اندازہ کرنا چاہ رہا ہو اسے بخار تو نہیں لیکن اس کا جسم نارمل تھا۔ ہارون نے سکون کا سانس لیا۔
پھر آگے بڑھ کر اسے آواز دی لیکن وہ گہری نیند میں تھی۔ اس نے آنکھوں پہ رکھی کلائی آہستگی سے ہٹائی لیکن بے خبری کا ویسا ہی عالم رہا بس ہلکی سی کسمساہٹ ہوئی تھی۔
ہارون کی نگاہیں شفاف و بے ریا چہرے پہ ٹِک کر رہ گئیں۔ ساری ناراضی پل میں اڑن چھو ہوئی بلکہ وہ بھول ہی گیا کہ مومن نامی کوئی آسیب سارا دن اس کے اعصاب پہ سوار رہا تھا۔ اس لمحے دل پوری طرح بغاوت پہ اترا تھا اور سامنے دراز بے خبر وجود کو خود میں سمیٹ لینے کی ترغیب دے رہا تھا۔
"عدن......" اپنی سوچوں کے اژدھام سے گھبراتے ہوئے اس نے عدن کے گال پہ تھپکی دی تھی۔ اس سے پہلے کچھ غلط ہوتا عدن کو جگانا ضروری تھا۔
عدن نے مندی مندی آنکھیں کھول کر اسے دیکھا
"صبح ہوگئی؟" اس نے چہرہ موڑ کر وقت دیکھنا چاہا تو ہلکی سی سسکاری نکل گئی۔ اس نے فوراً ہاتھ گردن پہ رکھا۔ ہارون کو اسی بات کا ڈر تھا۔
"صبح نہیں ہوئی ابھی رات ہے۔ آؤ بیڈ پہ لیٹو......" اس نے اسے اٹھانے کے لیے ہاتھ آگے بڑھایا۔
اسی لمحے عدن نے مکمل نگاہیں کھول کر اسے دیکھا جن میں جھلکتی سرخی اسے شرمندہ کرگئی۔ اس کی سوجی آنکھیں روتے رہنے کی کہانی سنا رہی تھیں۔ دل میں دبی رہی سہی شکایت بھی جاتی رہی۔
وہ ہاتھ بڑھائے منتظر تھا لیکن وہ مکمل نظر انداز کرتی اٹھی اور اس کے پہلو سے نکلتی ہوئی بیڈ کی جانب چلی گئی۔ بیڈ پہ لیٹی اور ٹیبل لیمپ بند کر دیا۔ ہارون جو نا فہم نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اب اندھیرے میں میلے میں کھوئے انسان کی مانند کھڑا تھا۔ اس کی نظر اندازی نے سب لطیف جذبات بھک سے اڑا دیے تھے۔ وہ چپ چاپ واش روم کی جانب بڑھ گیا اور وہ اندھیرے کا فائدہ اٹھاتے ہوئے آنسوؤں پہ بند باندھنے کی کوشش کرنے لگی۔

☆☆☆

بارش سے بھیگی صبح نہایت خوشگوار تھی۔ عدن کی آنکھ بادلوں کی گڑگڑاہٹ سے کھلی تھی۔ پردوں سے آتی

مدھم روشنی میں اس نے پہلو میں دراز بے خبر وجود کو دیکھا۔ اس کے یہاں آنے کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ وہ اس کے ساتھ کمرے میں موجود تھا لیکن یہ پہلا حسین اتفاق دل پہ چھائی کثافت کو کم نہیں کر پایا۔ اس نے بے تاثر نگاہیں واپس موڑیں اور بستر چھوڑتے ہوئے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"بیٹا! آج جلدی اٹھ آئیں۔" وہ لاؤنج میں آئی تو حلیمہ بیگم کی آواز نے استقبال کیا۔

"جی رات جلدی سو گئی تھی نا......" وہ ان کے قریب ہی چلی آئی۔

"یہ افسر صاحب کب گھر آئے تھے؟"

"میرے سونے کے بعد آئے تھے اس لیے وقت معلوم نہیں۔" اس کے جواب پہ حلیمہ بیگم کی آنکھوں میں حیرانی اتری۔

"ساڑھے بارہ کے قریب آئے تھے......" وہ کسی جن کی طرح حاضر ہوئی۔ عدن نے نافہم نگاہوں سے اس کا کھنکتا لہجہ اور شوخ انداز دیکھا۔

"یہ کیوں اتنی خوش ہے؟" وہ دل ہی دل میں سوچ کے رہ گئی۔

"تم اتنی رات گئے جاگ رہی تھیں؟" حلیمہ بیگم کے سوال پہ عدن نے بھی انعم کو دیکھا۔

"جی خالہ۔ آپ کو پتا تو ہے وہ جب بھی رات گئے آتے ہیں کھانے اور چائے کے لیے مجھے ہی کہتے ہیں۔" وہ کپ میں چائے ڈالتی اپنی ہی دھن میں بولتی چلی گئی۔

حلیمہ بیگم نے پرسوچ نگاہوں سے اس کے انداز کو پرکھا اور کوئی کھٹک دماغ پہ دستک دینے لگی تھی۔

"اب تمہیں پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ اس کی بیوی آ گئی ہے اس کے آنے جانے اور ضروریات کا خیال رکھ لے گی۔" ان کا لہجہ اور انداز ایک دم کھرا ہو گیا لیکن انعم اپنی دھن میں ابھی بھی نہیں سمجھی۔

"ارے خالہ، ابھی ولیمہ تو ہو جانے دیں پھر ذمہ داریاں بھی سنبھالتی رہے گی ویسے بھی انہیں میرا سلیقہ اور ہاتھ کا ذائقہ پسند ہے اس قدر اچانک تبدیلی انہیں اچھی نہیں لگے گی۔" اس کے انداز میں استحقاق کی جھلک تھی۔

وہ چند لمحے پہلے جس ہارون لیاقت کے حوالے سے کوئی جذبہ محسوس نہیں کر رہی تھی اس وقت انعم کی باتوں پہ مٹھیاں بھینچے ضبط کر رہی تھی۔ کوئی جذبہ دھیمی آنچ پہ سلگ رہا تھا۔

"انعم! عدن سب دیکھ لے گی اور یہ بات مجھے تمہیں دوبارہ کہنے کی ضرورت نہ پڑے۔" اس بار لہجہ اتنا سخت تھا کہ انعم کو واضح محسوس ہوا۔ عدن کے سامنے یہ ڈانٹ اپنی تضحیک لگی اور مزید وہاں رکنے کے بجائے واپس کچن میں چلی گئی۔

انعم کے جانے کے بعد وہ دونوں ولیمے کی تقریب کے متعلق بات کرنے لگیں۔ حلیمہ بیگم ہر معاملے میں اس کی پسند کو اولیت دی رہی تھیں۔ عدن ان کے دھیمے مزاج اور محبت بھرے رویے کی قائل ہو گئی۔ ان سے گفتگو کرتے ہوئے دل ہی دل میں یہ اقرار کیا کہ اگر وہ نہ ہوتیں تو اس حویلی میں رہنا اس کے لیے ناممکن تھا۔

حلیمہ بیگم اسے رشتہ مہم کے واقعات سنانے لگیں جسے سن کر ہنسی روکنا مشکل ہو گیا۔ وہ جس انداز میں ہارون کی نقل اتار رہی تھیں اسے دیکھ عدن لوٹ پوٹ ہو گئی۔ اسی لمحے ہارون لیاقت نے لاؤنج میں قدم رکھا اور مندی مندی آنکھوں میں حیرانی لیے سامنے کا منظر دیکھا۔

"مجھے ساری رات انگاروں کے سپرد کر کے یہاں محفل مزاح منعقد کی ہوئی ہے۔" وہ دل ہی دل میں جلتا کلستا ان کے قریب چلا آیا۔

"السلام علیکم امی۔" وہ ایک دم دھپ کر کے عدن کے ساتھ بیٹھا کہ اپنے ہی دھن میں مگن عدن خوف سے ہل کر رہ گئی۔ اس نے اپنی ناپسندیدگی نگاہوں کے ذریعے مقابل تک پہنچانے میں لمحہ نہیں لگایا تھا اور دوسری طرف بے نیازی عروج پہ تھی۔

"وعلیکم السلام۔ ہو گئی تمہاری صبح؟"

"جی اور اگر کڑک سی چائے مل جائے تو آنکھیں مزید کھل جائیں گی۔" اس نے بازو صوفے کی پشت پہ

digest library.com

اس انداز سے رکھا کہ عدن کے کندھے کو محسوس ہو رہا تھا۔ وہ فوراً تھوڑا آگے کی جانب سرک آئی۔

"آنٹی! میں باہر بارش دیکھنے جا رہی ہوں۔" وہ اٹھی اور ان کے اثبات میں سر ہلاتے ہی بنا کسی کی جانب دیکھے صحن کی جانب نکل گئی۔

"یہ کیا آپ کو آنٹی ہی کہتی رہے گی؟" ہارون کی آواز پہ اس کے قدم سست ہوئے۔

"تو اس میں کیا حرج ہے؟"

"حرج تو نہیں لیکن اگر میری طرح آپ کو امی کہے گی تو اچھا لگے گا نا......"

"طرز تخاطب ضروری نہیں ہوتا بیٹا، دل میں احترام، محبت اور عزت ہونی چاہیے۔ تمہاری نظر میں کیا بہتر ہے آنٹی کہہ کر ماں جیسا مقام دے یا ماں کہہ دے لیکن عزت واحترام کے لائق نہ سمجھے؟" اس سے آگے کچھ سننا اس نے ضروری نہیں سمجھا اور آگے بڑھ گئی۔

"تم نے چھٹیاں لی یا نہیں؟ کل ولیمہ ہے سارے انتظامات اچھے ہونے چاہییں۔"

"آپ پریشان نہ ہوں چھٹیاں بھی مل گئی ہیں اور سب کام بھی اچھے سے ہو جائیں گے۔" اس نے انہیں تسلی دی لیکن اپنا دھیان بھٹک بھٹک کر اسی جانب جا رہا تھا جہاں وہ چند لمحے پہلے گئی تھی۔

ساری رات عجیب کشمکش میں گزری تھی۔ دل کی دہلیز پہ ہزاروں خدشات سر پٹخ رہے تھے۔ رات کی خاموشی میں اس نے سارے معاملے کو دوبارہ سنجیدگی سے پرکھا اور ایک آدھ ادھوری بات اور ماضی کے کسی حوالے پہ الجھنا بچگانہ پن لگا۔ اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ اپنے درمیان کسی پرانی کہانی کو نہیں آنے دے گا اور نہ عدن سے کسی قسم کی وضاحت لے گا۔ اسے فاصلوں کو طول نہیں دینا تھا۔

ماں جی کسی کام سے اٹھ کر گئیں تو وہ فوراً سے باہر کو لپکا۔ وہ صحن کے پار گیراج کے ستون سے ٹیک لگائے کھڑی نظر آئی۔ چند آوارہ لٹیں چہرے پہ رقص کر رہی تھیں۔ بارش کی بوندوں کو بے خودی سی تکتی وہ کسی اور جہان کی باسی لگ رہی تھی۔ وہ مدھم قدموں سے چلتا اس کے قریب چلا آیا۔

جس شام کی قربت میں ہم دونوں بہک جائیں
تم میرے شبستاں میں، وہ شام اتارو ناں!

ماہم حیا صفدر۔

عدن کو اس کی آمد کا احساس نہیں ہوا اس پہ مستزاد مخمور آواز میں پڑھے گئے شعر نے دھڑکنیں بڑھانے کے ساتھ ساتھ قدم ساکت کر دیے۔

وہ کتنے ہی لمحے جواب کا منتظر رہا لیکن مقابل کی خاموشی طویل ہوتی جا رہی تھی۔ وہ اس کے ساتھ کھڑا گہری نگاہوں سے اسے دیکھ رہا تھا اور عدن بارش کے قطروں سے توجہ ہٹانے پہ مائل نہیں تھی جیسے اس کے سوا دنیا میں کوئی کام ضروری نہ ہو۔ ہارون نے ہاتھ بڑھا کر آوارہ لٹ کو کان کے پیچھے اڑسا تو عدن نے فوراً سمٹ کر بال سمیٹتے ہوئے دوپٹا سر پہ جما لیا۔ یہ گریز تھا جسے وہ بخوبی سمجھا تھا۔

"میں کل کے لیے معذرت خواہ ہوں۔" اس نے دوبارہ پہل کی۔ "اے دل! کہاں کہاں خوار کرائے گا؟" کئی لمحوں تک جواب نہ آیا تو اس نے من ہی من میں خود کو ملامت کی۔

"عدن......!" وہ فوراً آگے بڑھ کر اس کے سامنے کھڑا ہو گیا۔ اب نگاہ اور برسات کے درمیان وہ حائل تھا۔ عدن نے بھیگی نگاہیں اس کے چہرے پہ مرکوز کی تو مقابل کو آنکھوں میں لگی جھڑی کا علم ہوا۔ وہ تڑپ کر ہی تو رہ گیا تھا۔ اس نے کب سوچا تھا کہ وہ خود سے منسوب کسی رشتے کو رلائے گا؟

"میں معذرت کر رہا ہوں نا...... پلیز رومت، تمہارے رونے سے مجھے تکلیف ہو رہی ہے۔" اس نے ہاتھ بڑھا کر پلکوں پہ اٹکا موتی شہادت کی انگلی پہ چن لیا۔

دھوپ ڈھل بھی چکی، سائے اٹھ بھی چکے
اب میرے یار کس بات کی معذرت

وہ دو قدم پیچھے ہٹی، اس کی نگاہوں میں دیکھتے ہوئے اسی کے جیسا جواب دیا اور اندرونی حصے کے جانب بڑھ گئی۔

digest library.com

وہ عدن پرویز تھی۔ایک عام لڑکی لیکن عام لڑکیوں سے الگ...... وہ محبت پہ جان دینے اور عزت نفس پہ جان لینے والوں میں سے تھی۔اس وقت اس کی نگاہیں ہتھیار جیسا کام کر گئی تھیں اور پیچھے نہ دیکھے بنا بھی وہ جانتی تھی کہ پیچھے کھڑا انسان شدید گھائل تھا۔

☆☆☆

ولیمے کی تقریب شام میں تھی۔ہارون لیاقت دوپہر میں اسے لے کر نکلا۔وہ اپنے زیورات،لباس ہر چیز سے بے خبر تھی لیکن اتنا اندازہ تھا کہ وہ سب تیاری کیے ہوئے تھا۔بوتیک سے لباس لینے کے بعد وہ اسے پارلر چھوڑ گیا۔

وہ اس کے لیے پورا پیکج منتخب کیے ہوئے تھا۔جب اس نے تیار ہونے سے پہلے لباس پہننے کے لیے نکالا تو چونک کر رہ گئی بلکہ ہاتھوں کے توتے اڑ ہو گئے۔اس کے سامنے سیاہ رنگ کی کامدار ساڑھی تھی اور ساڑھی اس نے ایک بار بھی نہیں پہنی تھی۔وہاں سب کی آنکھوں سے ستائش جھلک رہی تھی۔

بیوٹیشن کے ماہرانہ ہاتھوں نے جلد ہی اس کی تیاری مکمل کر دی۔وہ ساڑھی پہننا نہیں جانتی تھی اسی وجہ سے سیلون میں ہی اس کی ساڑھی ایسے سیٹ کر دی گئی کہ اسے کوئی مشکل پیش نہ آئے۔وہ منتظر تھی کب ہیئر اسٹائل بنے اور وہ یہاں سے واپس جائے لیکن اس کے بال آدھے سامنے کی طرف اور آدھے پیچھے کمر پہ کھلے چھوڑ دیے گئے۔

"میرے بال کھلے رہیں گے؟" اس نے حیرانی سے پاس کھڑی ورکر سے پوچھا۔

"جی...... آپ کے ہزبینڈ کی فرمائش تھی۔"

اس کی تیاری مکمل تھی لیکن وہ پشیمان نگاہوں سے خود کو آئینے میں دیکھ رہی تھی۔اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ حسین لگ رہی تھی لیکن ننگے سر اور کھلے بالوں نے اسے بدحواس کر رکھا تھا۔ساڑھی نے رہے سہے اوسان خطا کر دیے تھے۔

"میم! آپ کے ہزبینڈ آ گئے ہیں۔" اسے جیسے ہی بلاوا ملا اس نے اپنی چادر اچھے سے اپنے گرد لپیٹی اور باہر نکل آئی۔

ہارون لیاقت نے فدا ہوتی نگاہوں سے پہلو میں بیٹھتی لڑکی کو دیکھا جو آج سر سے لے کر پیر تک اس کی پسند میں ڈھلی ہوئی تھی۔اس کا خیال تھا وہ سیاہ رنگ میں پیاری لگے گی لیکن اس قدر پیاری لگے گی یہ سوچا نہیں تھا۔

"مجھے سمجھ میں نہیں آ رہا میں کیا کہوں......" وہ واقعی اس وقت گنگ ہو چکا تھا۔

"مجھے بھی کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔"

"مطلب؟" ہارون نے حیرانی سے اس کا اکھڑا اکھڑا انداز دیکھا۔

"ولیمے پہ ساڑھی کون پہنتا ہے اور وہ بھی یہ رنگ؟ اور بال کون کھلے چھوڑتا ہے۔میں نے کبھی ایسا حلیہ نہیں اپنایا آپ مجھ سے نہ جانے کیا کروانا چاہ رہے ہیں۔" اس کی ناپسندیدگی چہرے سے واضح تھی۔

ہارون لیاقت کی خوشی پہ بہت آسانی سے پانی پھیر دیا گیا اور وہ سمجھ بھی نہیں پایا کہ اپنی وضاحت میں کہے۔

"میں نے آپ کو آپ کی پسند کا اختیار دیا تھا لیکن آپ نے سب مجھ پہ چھوڑ دیا۔"

"کیونکہ یہ نہیں معلوم تھا کہ مجھے ننگے سر سب کے سامنے لے جایا جائے گا وہ بھی اس چست لباس میں۔" وہ اپنی ناپسندیدگی چھپانے کی کوشش نہیں کر رہی تھی لیکن مقابل خاموش ہو گیا۔

وہ سارے راستے ہاتھ مڑوڑتی، من ہی من میں کلستی،اس کی نگاہوں کو نظر انداز کرتی رہی تھی۔اس نے ہال کی نسبتاً سنسان جگہ پہ گاڑی روکی،کسی کو کال کر کے باہر بلایا۔عدن نے بائیں جانب دیکھا تو ایک چھوٹا دروازہ نظر آیا جہاں سے مومنہ باہر نکل رہی تھی۔مومنہ کو دیکھ کر اس نے سکون کا سانس لیا اور اس کی معیت میں آگے بڑھتے ہوئے ہارون کی جانب دیکھا بھی نہیں۔

"عدن! تم کتنی خوب صورت لگ رہی ہو......" نازش کی پرجوش آواز کانوں میں پڑی لیکن دل ابھی بھی قائل نہیں ہوا تھا۔

digest library.com

"مومنہ! میں بالکل اچھی نہیں لگ رہی۔ سب ہنسیں گے مجھ پہ، لکھ کر رکھ لو۔"

"کیوں ہنسیں گے اور کس نے کہا تم پیاری نہیں لگ رہیں؟"

"ڈریس نہیں دیکھ رہیں تم؟ ساڑھی اور وہ بھی کالے رنگ کی اس کے ساتھ بال بھی کھلے ہوئے ہیں۔ میں کیسے سب کے سامنے جاؤں گی۔" عدن کے لہجے سے اس کی پریشانی جھلک رہی تھی۔

"عدن ...... عدن ...... عدن......" مومنہ نے اسے کندھوں سے تھام کر جھنجوڑ ڈالا۔

"تم ریلیکس ہو جاؤ۔ بہت پیاری لگ رہی ہو اور ہال میں صرف عورتوں کا انتظام ہے کوئی مرد نہیں ہے۔"

مومنہ کی بات سن کر دل میں اطمینان کی لہر جاگی۔

"تم نے ہارون بھائی کی فیملی نہیں دیکھی کس قدر ماڈرن لوگ ہیں۔ انہوں نے تمہارے لیے یہ سب اس لیے کیا ہوگا کہ تم ان کے برابر کی نظر آؤ، کسی سے کم نہ لگو۔ جہاں بات ہے بال کھولنے کی تو تمہارے بال ہیں ہی اتنے پیارے کہ انہیں کھلا رکھا جائے۔ اب بالکل فکرمند مت ہو کیونکہ چہرے کی اڑی رنگت سارے لک کی ایسی کی تیسی کر رہی ہے۔" مومنہ کی جھاڑ نے عدن کو کافی حد تک مطمئن کر دیا تھا۔

برائیڈل روم میں سب دوستیں اکٹھی ہو چکی تھیں۔ سب تصویریں بنانے میں مصروف تھیں جب ہارون لیاقت اسے اپنے ساتھ لے جانے کے لیے چلا آیا۔ غصے کی پٹی نگاہوں سے ہٹی تو اس نے کن انکھیوں سے اسے دیکھا جو سیاہ تھری پیس میں کسی سے کم نہیں لگ رہا تھا۔

اس نے عدن کے سامنے اپنا بازو کیا تو ڈھیر ساری ہچکچاہٹ کے باوجود اس نے ہارون لیاقت کے بازو میں اپنا بازو دے دیا۔ وہ اسے ساتھ لیے ہال میں آیا تو سب کی نگاہیں خود پہ مرکوز پا کر وہ پزل ہو گئی لیکن ساتھ کھڑے وجود کا اعتماد ہر منظر پہ حاوی تھا۔

عدن نے فرصت سے ارد گرد کا ماحول دیکھا تو مومنہ کی باتیں درست لگیں۔ وہاں موجود مہمانوں کو دیکھ کر اپنی تیاری بہترین لگ رہی تھی۔ اس کے دل میں شرمندگی کے تاثرات جنم لینے لگے۔ اسے افسوس ہو رہا تھا آج کے دن بھی بلاوجہ اسے اتنی سنا دیں۔ وہ خاموش رہ جاتی تو کون سی قیامت آجاتی۔ سب ملنے والوں سے جیسے ہی فرصت ملی اس نے گلا کھنکار کر اسے متوجہ کیا۔

"کچھ چاہیے......" وہ جیسے اس کے کسی اشارے کا ہی منتظر تھا۔

"ہمم......" عدن نے بنا اس کی جانب دیکھے سر اثبات میں ہلایا۔

"کیا؟"

"سوری۔ میں کچھ زیادہ ہی بول گئی۔" نگاہیں اب بھی سامنے کی جانب مرکوز تھی وگرنہ مقابل کے چہرے پہ پھیلتی مسکراہٹ اسے دل تھامنے پہ مجبور کر دیتی۔

"اس وقت مجھے کوئی دکھی سا شعر یاد نہیں آرہا اسی لیے سوری قبول کر لیتا ہوں۔" اس کے لہجے کی شرارت عدن کے سارے وجود کو گدگدا گئی۔

"شکریہ۔" سب کو اپنی جانب دیکھتے پا کر اس نے نگاہیں ہاتھوں پہ ٹکا لیں۔

"نوازش......" وہ اب بھی شرارت پہ آمادہ تھا۔

"سب دیکھ رہے ہیں۔" اس نے نہ جانے کیا باور کرانا چاہا تھا۔

ہارون نے مسکراتے ہوئے رخ دوسری جانب پھیر لیا اور کچھ وقت رک کر مردانہ حصے کی جانب چلا گیا۔

☆☆☆

جاوید صاحب کے گھر میں کئی دنوں بعد قہقہے گونجے تھے۔ سب اکٹھے تھے۔ باتوں کا دور چل رہا تھا مسکراہٹ سب کے چہروں پہ مزین تھی۔ ثمینہ بیگم داماد اور بیٹی کو دیکھتے ہوئے صدقے واری جا رہی تھیں۔ جاوید بیگ بھی خوش تھے، اپنے فیصلے کے نتائج دیکھ کر بے حد مطمئن تھے۔ سب کو خوش دیکھ کر شازیہ بیگم کے دل میں اداسی کی ہمک اٹھ رہی تھی۔ وہ عدن کے لیے مسکرا رہی تھیں وگرنہ مومن کا خیال بے حد ستا رہا تھا۔

digest library.com

جاوید بیگ ولیمہ کی تقریب کے بعد عدن اور ہارون کو بطور رسم اپنے ہاں لے آئے تھے۔ عدن حد درجہ تھک چکی تھی لیکن سب کو اکٹھے بیٹھے دیکھ کر تھکن بھلائے بیٹھی ہوئی تھی۔ یہ قہقہے، باتیں اور شور ہی اسے سب سے زیادہ یاد آیا تھا۔

"آپ سب بیٹھیں میرا سونے کا وقت ہو گیا۔" ماموں ہارون سے ہاتھ ملاتے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان کے جاتے ہی عدن بھی پرسکون ہونے کے لیے اٹھ گئی۔

"تم کہاں جا رہی ہو؟" مومنہ نے اسے کمرے سے جاتے دیکھ کر پوچھا۔

"کپڑے تبدیل کرنے......"

"کیوں؟" مومنہ نے آنکھوں ہی آنکھوں سے اشارے کرتے ہوئے پوچھا۔

"میں بہت زیادہ تھک گئی ہوں مومنہ۔" وہ مومنہ کے اشارے نہ سہی اس کے ساتھ بیٹھے وجود کی خود پہ ٹکی نگاہیں بخوبی سمجھ رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا، تم دونوں آرام کرو۔ سارے دن کے تھکے ہوئے ہو، وقت بھی بہت ہو گیا۔" ثمینہ بیگم کے کہتے ہی ہارون ایسے اٹھا جیسے صوفے پہ کانٹے اگ آئے ہوں۔

اس کی حرکت پہ عدن جھینپ کے رہ گئی اور مومنہ کی مسکراہٹ نظرانداز کرتے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئی۔

ممانی اس کے لیے مومن والا کمرا سیٹ کروا رہی تھیں لیکن مومنہ نے منع کر دیا کہ وہ اوپر پھوپھو اوپر چلی جائیں گی۔ عدن نے یہ سن کر سکھ کا سانس لیا ورنہ مومن کے کمرے میں ہارون کے ساتھ رات بتانا کسی قیامت سے کم نہ ہوتا۔

عدن کمرے میں داخل ہوئی اور ایک دم مڑ کے اسے دیکھنے لگی اور اس کے پیچھے آتا ہارون خود کو بمشکل روک پایا۔ اس نے ابرو اچکاتے ہوئے اس اچانک حرکت کی وجہ جاننا چاہی۔

"آپ باہر کچھ دیر انتظار کریں، میں کپڑے بدل لوں۔" عدن کی بات سن کر اسے ایسا جھٹکا لگا کہ کتنی ہی دیر وہ کچھ بول نہیں پایا۔

"آپ سنجیدہ ہیں؟" اس بار عدن نے حیرانی سے اسے دیکھا۔

"جی بالکل۔"

"آپ شاید بھول رہی ہیں کہ آپ کا میک اور میری پسند کا تھا۔" ہارون کو سمجھ میں نہیں آ رہا تھا اسے کیسے سمجھائے۔

"میں بھولی تو نہیں لیکن یاد رکھنے والی اس میں کیا بات ہے۔"

"یاد رکھنے والی بات یہ ہے کہ اس غریب نے ابھی تک آپ کو جی بھر کے دیکھا نہیں۔" یہ جملہ کہتے ہوئے وہ جس قدر بے چارگی چہرے پہ لا سکتا تھا لے آیا۔

عدن کو تو چپ لگ گئی تھی۔ اسے سمجھ میں نہیں آ رہا تھی اندر جائے یا باہر نکل آئے، دروازہ کھولے یا بند کر دے۔

"میں بہت تھک گئی ہوں۔" اس نے نگاہیں چراتے ہوئے بول کر مقابل کے جذبات کو میٹھی نیند سلا دیا تھا۔

وہ کتنے ہی لمحے چپ چاپ اس کے سامنے کھڑا اسے دیکھتا رہا جیسے اس ناانصافی کی وضاحت مانگ رہا ہو۔ اس بے رنگ پہ پھیکی کہانی میں اپنا کردار جاننا چاہ رہا ہو لیکن وہ یہ بھی جانتا تھا اسے کوئی جواب نہیں ملے گا۔ اس نے اپنے قدم پیچھے ہٹا لیے۔ عدن کے سراپے پہ گہری نگاہ ڈال کر واپس مڑ گیا۔

وہ کتنی ہی دیر خود سے دور ہوتے ہارون کی پشت گھورتی رہی۔ اس نے خود کو کتنا سمجھایا تھا کہ اب اس کے ساتھ کوئی زیادتی نہیں کرے گی، دل یہ اسے قبول کرنے کے لیے کتنا زور لگایا تھا۔ فاصلے ختم کرنے میں پہل نہیں کر سکتی تو اس کے آگے بڑھے قدم واپس نہیں موڑے گی مگر ہر بار کی طرح اب بھی ناکامی ہوئی تھی۔ اس نے ٹھنڈی سانس ہوا کے سپرد کرتے ہوئے دروازہ بند کر لیا۔

لباس بدلنے سے پہلے ایک نظر خود کو آئینے میں دیکھا، اپنی حالت پہ جی بھر کے ترس آیا تھا۔ اپنے پنڈولم بنے وجود پہ رونے کا دل چاہ رہا تھا اور اس خواہش کو اس نے دبایا نہیں...... آنسو قطار در قطار آنکھوں سے بہہ نکلے اور بہتے چلے گئے۔ یہ آنسو اپنی بے بسی کے لیے تھے لیکن، بہت ہی خاموشی سے مومن کا حصہ بھی شامل ہو گیا۔

''میری جان چھوڑ دو مومن...... زندگی سے چلے گئے تو دل سے بھی نکل جاؤ۔ میں تھک گئی ہوں مومن......'' وہ نہ جانے کتنی دیر روتی رہی اور پھر کسی فیصلے پہ پہنچ کر آنسو بے دردی سے رگڑ ڈالے۔

''تم میرے پاکیزہ جذبوں کے قابل نہیں تھے مومن۔ میں نے بہت وقت تمہارے لیے برباد کر لیا اب اپنے ساتھ کسی دوسرے کو برباد کر رہی ہوں۔ تم اتنی زندگیوں سے نہیں کھیل سکتے مومن جاوید...... تم خوش ہو تو خوشیوں پہ میرا بھی حق ہے۔ تم اپنی خواہشات پوری کر رہے ہو تو میں خود کو اذیتوں کے سپرد نہیں کروں گی۔ میں اپنے قیمتی دن مزید تمہارے نام پہ خراب نہیں کروں۔ تم جیسے راستے میں چھوڑ جانے والوں کے نصیب میں وفا پرستوں کے چند آنسو بھی نہیں ہونے چاہییں۔ آج عدن پرویز اپنے دل، دماغ، سوچ ہر چیز سے تمہارا تسلط ختم کرتی ہے۔''

اس نے کپڑے بدلنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ چہرہ رونے کے باعث عجیب ہو گیا تھا تو دروازہ کھول کر سیدھا واش روم چلی گئی۔

آنکھوں کی سرخی ختم کرنے کے لیے کتنی دیر پانی منہ پہ ڈالتی رہی اور جب حالت درست ہوئی تو باہر نکل آئی۔ صحن سے گزر کر برآمدے میں آنے تک یہ اندازہ ہو گیا تھا کہ مومنہ اور ہارون کچن میں تھے شاید چائے بن رہی تھی۔ منہ خشک کرتے ہوئے وہ بھی وہیں جا رہی تھی جب لینڈ لائن کی گھنٹی گونجی۔ وہ فون کے پاس تھی اس لیے اس نے فون اٹھا لیا۔

''ہیلو کون......؟'' اس نے کسی خطرے کے پیش نظر فون جلدی اٹھایا اور دوسری طرف واقعی ہی خطرہ تھا اور خطرے کا نام مومن تھا۔

وہ بول رہا تھا مسلسل اسے بلا رہا تھا، بات کرنے کے لیے کہہ رہا تھا لیکن وہ جیسے ساکت ہو گئی تھی۔ اس نے جلدی سے رسیور واپس کریڈل پہ ڈال دیا۔ دھڑکنیں شدید معتدل تھیں لیکن اس تغیر کا سبب محبت ہر گز نہیں تھی۔ اس نے قدم آگے بڑھائے ہی تھے کہ دوبارہ گھنٹی بج گئی۔ اس نے سہم کر کچن کی جانب دیکھا کہ ہارون نہ آ جائے اور جلدی سے رسیور دوبارہ اٹھا لیا۔

''عدن! خدا کا واسطہ میری بات سن لو...... تمہیں میری قسم عدن۔''

''یہاں وہ عدن نہیں رہتی جسے تم جانتے تھے۔ وہ ہوتی تو اس قسم پہ مر جاتی، تمہاری سب باتیں ہر حال میں سنتی، چاہے ساعتوں سے خون نکلنے لگتا لیکن یہ رسیور کبھی کان سے نہیں ہٹاتی مگر اب تمہیں وہ عدن نہیں ملے گی۔'' یہ جواب دیتے ہوئے اس نے خود کو سامنے دیوار میں آویزاں آئینے میں دیکھا تھا۔ اس کا سپاٹ چہرہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ وہ چند لمحے پہلے خود سے کیا گیا عہد نبھا رہی تھی۔

''کس کا فون ہے عدن؟'' اس نے آئینے میں ہارون کا عکس دیکھا تھا جس کی آنکھوں میں اس کے لباس نہ بدلنے پہ حیرانی تھی۔

ہارون کے سوال پہ اسے سمجھ میں ہی نہیں آیا کہ وہ کیا جواب دے۔ دل چاہا کال کاٹ دے لیکن ایسا کرنا ہارون کی نگاہوں میں آ سکتا تھا۔

''یہ کون ہے عدن؟ یہ کس کی آواز تھی؟'' وہ ہارون کو جواب دینے کی الجھن میں پھنسی تھی کہ مومن کی بے قرار آواز سنائی دی۔

مومن کے لہجے میں کچھ تو تھا جس نے عدن کے جلتے دل کو قرار بخشا تھا۔ ابھی تک سب اس سے عدن کی زندگی میں آئے طوفان کو چھپا رہے تھے لیکن وہ سب کی کوششوں پہ پانی پھیرنے والی تھی۔

''ہارون! مومنہ کی کال ہے آپ پلیز اسے بلا دیں۔'' وہ اس کے لہجے میں اتری متانت محسوس کر کے چونکا لیکن کچھ کہے بنا واپس کچن کی جانب چلا گیا۔

digest library.com

"یہ ہارون کون ہے؟ اتنی رات گئے تمہارے ساتھ کون ہوسکتا ہے؟ عدن میں کچھ پوچھ رہا ہوں......"

تیر نشانے پہ لگا تھا۔ مومن کی تلملاہٹ، بے قراری اور تڑپ میلوں فاصلے کے باوجود اس تک پہنچ رہی تھی۔

"ہارون لیاقت...... تمہارے میزان کے جس پلڑے میں عدن تھی نا مومن وہ اب بے وزن نہیں رہا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا شخص شامل ہوگیا ہے جس نے مجھے اتنا معتبر کردیا ہے کہ میں ہر طوفان کا سامنا کرسکتی ہوں۔ اب کوئی مومن جاوید مجھے اپنی خواہشات کی بھینٹ نہیں چڑھا سکتا۔" وہ بول رہی تھی اور دوسری جانب خاموشی تھی...... ساکت خاموشی......

"تم میرے ساتھ...... ایسے...... ایسے کس طرح کرسکتی ہو؟" اس کی زبان کی لڑکھڑاہٹ بتا رہی تھی کہ جملے بے وفائی پہ اتر آئے تھے۔

"کیوں نہیں کرسکتی مومن؟ کیوں نہیں......؟ جب محبت دونوں کی مرضی سے تھی تو علیحدگی میں بھی دونوں کا حصہ ہونا چاہیے نا...... کوئی ایک راستہ الگ کر لے تو دوسرا کیوں سوگ لے کر بیٹھا رہے؟ تم خوش ہو تو عدن پرویز پہ خوشیوں کے دروازے کیوں بند ہوں؟" وہ بول رہی تھی مسلسل بول رہی تھی لیکن رو نہیں رہی تھی۔ اس کے قریب کھڑی مومنہ حیرت سے اس تبدیلی کو دیکھ رہی تھی۔

"میں نے تم سے بے وفائی نہیں کی تھی عدن......" وہ رو پڑا تھا اور یہاں اس کے دل پہ ہاتھ پڑا تھا۔

"وہ صفحات بھی پھاڑ گئے تھے جس پہ وفا کی کہانی رقم تھی۔" اس نے فون مومنہ کی جانب بڑھا دیا۔

"ہارون کہاں ہیں؟"

"چھت پہ گئے ہیں۔" وہ سر ہلاتے باہر نکل گئی تو مومنہ نے ریسیور کان سے لگایا۔

"بھائی!"

"ابو نے میرے ساتھ اچھا نہیں کیا۔ میرے اپنوں نے میرا دل کاٹ دیا مومنہ......"

وہ رو رہا تھا۔ چیخ چیخ کر رو رہا تھا اور مومنہ...... اس کا بس چلے تو بھائی کا آنسو اپنی آنکھ میں سمو لیتی...... اس کی تکلیف خود سہہ لیتی۔

کال کٹ چکی تھی۔ دوسری طرف صرف خاموشی تھی اور مومنہ ریسیور ہاتھ میں پکڑے زار و زار رو رہی تھی۔

☆☆☆

وہ چھت پہ منڈیر سے ٹیک لگائے آسمان کی وسعتوں میں کچھ کھوجنے کی کوشش کر رہا تھا۔ گزرے چند دن کسی فلم کی مانند آنکھوں کے پردے پہ روشن تھے۔ وہ جو کوئی بھی نیا رشتہ بنانے سے ہچکچاتا تھا آج اس کی زندگی میں ایک ساتھی آچکا تھا۔ وہ ویسی ہی تھی جیسی لڑکی اسے چاہیے تھی۔ سادہ، بے ریا لیکن اس سب کے باوجود ان کے درمیان کچھ بھی ٹھیک نہیں تھا۔ اتنے دنوں بعد بھی وہ اسی نقطے پہ کھڑا تھا جہاں اس گھر میں پہلی بار آتے ہوئے تھا۔ اجنبیت کی دیوار پہلے جیسی ہی مضبوط تھی۔

عدن کی جھجک، گریز، دوریاں فطری نہیں تھیں۔ اس کی زیرک نگاہ اس سب کو کوئی اور نام دے رہی تھی لیکن اندھیرے میں تیر چلا کر وہ اپنے رشتے میں کوئی کڑواہٹ نہیں گھولنا چاہتا تھا۔ وہ اسے کھلنے ملنے کا وقت دینا چاہتا تھا لیکن ہر بار کچھ ایسا ہو رہا تھا جس پہ وہ کھٹک جاتا۔ وہ اسے کسی پہیلی کی طرح الجھا رہی تھی۔

وہ آسمان کو تکتا سوچوں میں گم تھا کہ وہ بہت خاموشی سے اس کے ساتھ آ کھڑی ہوئی۔ ہارون نے اس کا آنا محسوس کرلیا تھا لیکن اپنا مشغلہ ترک نہیں کیا، پہلے کی طرح ہی آسمان کی جانب دیکھتا رہا۔

"آپ یہاں کیوں چلے آئے؟" اس کی دھیمی آواز میں اتنی طاقت تو تھی کہ وہ نگاہیں اس کی جانب پھیر چکا تھا۔

"مجھے چھوڑو اپنا بتاؤ، تم کیوں آ گئیں؟" وہ اس کو مکمل نگاہوں کے حصار میں لیے ہوئے بولا۔

"میں تو آپ کو دیکھنے آئی تھی۔ وہاں سے خاموشی سے چلے آئے تو مجھے پریشانی ہو رہی تھی۔"

"شاید میں بھی یہ دیکھنے لیے یہاں آ گیا کہ کوئی

میرے پیچھے آتا ہے یا نہیں......"

"تو پھر کیا دیکھا آپ نے؟" یہ بھی غنیمت تھا کہ بات چل نکلی بھی چاہے پہیلیوں کی صورت سہی۔

"کوئی مجھے ڈھونڈتا آیا تو ہے۔"

"اور کیا ہی اچھا ہو اگر یہ چھپنے اور ڈھونڈنے والا کھیل ختم ہو جائے۔"

"یہ نا چیز کی دلی آرزو ہے۔" وہ اب بھی اسے دیکھ رہا تھا جب کہ عدن سر جھکائے کھڑی تھی۔

"ہارون!" عدن نے ایک دم سر اٹھا کر اسے دیکھا۔ نگاہیں ٹکرائیں، وہ جو اپنا نام پکارے جانے پہ نہال تھا نگاہوں کے ملن پہ مسکرا دیا۔

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا ہم دوست بن جائیں۔"

"لیکن ہم میں دوستی سے زیادہ مضبوط رشتہ ہے۔"

"مطلب آپ مجھ سے دوستی نہیں کرنا چاہتے؟" اس بار لہجے میں نروٹھا پن تھا اور وہ لحہ بہ لحہ بدلتے جذبات اور ان کے اظہار پہ ہی وارفتہ ہو رہا تھا۔

"میں سن رہا ہوں عدن۔ جو کہنا چاہتی ہو واضح کہہ سکتی ہو۔" بازوؤں کو سینے پہ باندھتے ہوئے وہ مکمل متوجہ تھا۔

عدن چند لمحے کو ہچکچائی لیکن جس فیصلے پہ پہنچ چکی تھی اسے ہر حال میں پورا کرنا تھا۔ وہ دل و دماغ کی جنگ سے آزاد ہونا چاہتی تھی۔

"میں جانتی ہو ہمارے درمیان، بہت مضبوط رشتہ ہے لیکن یہ سب اس قدر اچانک ہوا ہے کہ میں قبول نہیں کر پا رہی ہوں۔ میری ہچکچاہٹ یا گریز کو آپ نہ جانے کیا نام دیں اور میں نہیں چاہتی یہ گریز فاصلوں اور غلط فہمیوں کو جنم دے۔ مجھے لگتا ہمیں ایک دوسرے کو سمجھنا چاہیے، تکلف کے پردے گرانے چاہییں۔"

اس کی باتوں نے ہارون کو چند لمحے کے لیے کچھ کہنے کے قابل نہیں چھوڑا۔

"تم اجازت دو تو میں تکلف کے سب پردے لمحے میں گرا دوں۔" وہ اپنے بازو کھول کر اس کے کندھوں کو تھام چکا تھا۔

اس کی آنکھوں کی تپش عدن کے چہرے کو جھلسا رہی تھی۔ وہ ایک لمحے کو ڈگمگائی لیکن ہمت مجتمع کرتے ہوئے دوبارہ بولی۔ "آپ کو میری اجازت چاہیے یا رضامندی......"

"اور ان دونوں میں فرق کیا ہے؟" وہ جتنا چاہ رہا تھا خاموشیوں کا لمحہ طویل ہو اور قربت کا موسم آئے وہ اتنا ہی اسے باتوں میں الجھائے چلی جا رہی تھی۔

"اجازت کسی بھی دباؤ یا مصلحت کے تحت دے دی جاتی ہے جب کہ رضامندی دل کی اتھاہ گہرائیوں سے آتی ہے۔"

وہ کتنی ہی دیر اس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔ اس کے جسم سے آتی بھینی بھینی خوشبو محسوس کر رہا تھا۔ اس کے کندھوں کو تھامے ہاتھوں کے نیچے نرم و گداز جسم کی سرسراہٹ مقابل کی سب باتوں کو ان سنا کرنے پہ آمادہ کر رہی تھی۔ اس لمحے دل میں امڈتے جذبات پہ قابو پانا بے حد مشکل تھا۔ وہ تھوڑا مزید آگے بڑھا، اپنا چہرہ عدن پرویز کے قریب کیا اور اس کی پیشانی پہ بوسہ ثبت کرتے ہوئے ایک جھٹکے سے پیچھے ہو گیا۔

"تم مجھ سے بہت بڑا امتحان مانگ رہی ہو عدن، لیکن میں کوشش کروں گا اس پہ پورا اتر سکوں۔ اور اگر کبھی خود پہ قابو نہ رکھ سکوں یا بند باندھنے کی کوشش کرتے بے حال ہو جاؤں تو معاف کر دینا۔" اپنے درمیاں فاصلہ بڑھاتے ہوئے اس نے سگریٹ نکالا اور لمبے لمبے کش لگاتا دور ہٹتا چلا گیا۔

عدن تھوڑی دیر پہلے گزرے لمحے کی قید میں تھی۔ اس کی آنکھوں میں ابھی بھی کسی انہونی کا ڈر سمایا ہوا تھا۔ دھڑکنوں کو قابو کرنے میں کتنا ہی وقت لگ گیا۔ اس نے دور کھڑے انسان کی پشت کو دیکھا اور ایک نظر یہ بتانے کو کافی تھی کہ سگریٹ سلگانے والا خود بھی سلگ رہا تھا لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتی جو پرانے حادثے سے سنبھلنے کا وقت مانگ رہا تھا۔ مومن کو بھول رہی تھی لیکن ہارون کو اپنانے کا وقت چاہیے تھا۔ وہ چاہتی تو مارے باندھے نیا تعلق شروع کر لیتی لیکن وہ اپنے ساتھ یہ زیادتی نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ اب اپنی خوشیاں داؤ پہ

لگانے کو تیار نہیں تھی۔ اس کے حساب کتاب میں اگر کسی کا نقصان ہو رہا تھا تو وہ صرف ہارون لیاقت تھا۔

عجیب رت ہے!
کسی نے ہم کو گنوا دیا ہے
کسے ہم پکاریں گے سخت وقتوں زد میں آکر
کہ جس کی سنگت
شکستگی میں بھی پھر سے اٹھنے کا تھی سہارا
اسی نے ہم کو گرا دیا ہے
جو غم کے دریا میں تھا ہمارا سکوں کنارہ
اسی نے ہم کو بہا دیا ہے
جو اپنے وعدوں میں ساری دنیا سے معتبر تھا
ہمارا عمروں سے ہمسفر تھا
اسی نے رنج وداع دیا ہے
کسی نے ہم کو گنوا دیا ہے
عجیب رت ہے..........!

☆☆☆

بارشیں چند دن خوب برسیں اور موسم کے تیور بدل گئے۔ سردی کی لہر ایک دم سے ہر سو پھیل گئی۔ موسم کی تبدیلی نے ہر ایک پہ الگ اثر چھوڑا تھا لیکن حلیمہ بیگم کی حویلی میں سب کچھ ویسا ہی تھا بس عدن پرویز وہاں چھائی رہنے والی خاموشی کی عادی ہو گئی تھی۔

اس کے اور ہارون کے درمیان تعلق کی نہج کیسی تھی وہ خود سمجھ نہیں پائی تھی۔ اس کا رویہ کبھی ایک اچھے دوست جیسا ہوتا، ہنستا مسکراتا، کئی کئی گھنٹے گفتگو کا سلسلہ جاری رہتا اور کبھی اتنا خاموش اور خشک مزاج کہ وہ اسے بلانے سے بھی ڈرتی تھی۔ آج کل بھی ویسے ہی دن تھے وہ کئی دنوں بعد گھر آتا اور بہت کم وقت ان کے ساتھ گزار رہا تھا۔ حلیمہ بیگم عدن سے سوال کرتیں اور وہ من ہی من شرمندہ ہو کر رہ جاتی۔

وہ کتنے ہی دنوں سے اپنے گھر نہیں گئی تھی۔ ولیمے کی اگلی صبح اس کے وہاں موجود ہوتے ہی سب کو مومن اور عدن کی ہونے والی گفتگو کا علم ہو گیا تھا۔ مومن نے ویڈیو کالز پہ وہ طوفان اٹھایا کہ لاکھ کوشش کے باوجود بھی ہارون انجان نہیں رہ پایا تھا۔ داماد کی سوالیہ نگاہوں نے ثمینہ بیگم کو اتنا پریشان کیا کہ جاوید صاحب نے اسے سلیقے سے معاملہ سمجھا دیا۔

شازیہ بیگم عدن سے سخت ناراض تھیں اور اس کی واپسی کے وقت ملی بھی نہیں تھیں۔ اس دن کے بعد سے امی اسے ایک بار آکر مل گئی تھیں۔ اب وہ فون پہ ہی سب کے ساتھ بات کر لیتی تھی۔ وہ سمجھ ہی نہیں پا رہی تھی کہ کیسے ہارون کو وہاں لے جانے کا کہے کیونکہ اس کا رویہ عدن کی سمجھ سے بالاتر تھا۔

ہارون کی شکستہ حالت دیکھ کر وہ ہر وقت رنجیدہ رہتی تھی۔ اس کی سوچوں میں اس قدر الجھی رہتی کہ مومن کا خیال کہیں کھو گیا اور نامحسوس طور پہ ہر وقت ہارون ذہن پہ سوار رہنے لگا لیکن وہ اس تبدیلی سے بے خبر تھی۔

آج ہفتے کا دن تھا اور اسے امید تھی وہ گھر آئے گا۔ ایک بار دل چاہا فون کر کے پوچھ لے لیکن پھر اس کے روکھے جواب کے خیال نے روک دیا۔ اس کی پسند کا کھانا پکانے وہ خود کچن میں چلی آئی۔ انعم کی ناپسندیدہ نگاہوں کو نظرانداز کرتے کئی گھنٹوں کی محنت سے سب اچھے سے پکا کر خود تیار ہونے چلی آئی۔

اس نے نارنجی رنگ کا چوڑی دار پاجامہ اور قمیص پہنی جس پہ سفید رنگ کی کڑھائی تھی۔ بال کھلے چھوڑ کر ان دونوں رنگوں سے مزین دوپٹا سر پہ ٹکایا اور دروازے کی جانب قدم بڑھائے لیکن اچانک خیال آنے پہ رک گئی۔ اسے وہ کچی سنوری اچھی لگتی تھی اور اسی سوچ کے تحت کانوں میں جھمکے اور کلائیوں میں چوڑیاں پہن لیں۔ چہرے پہ بھی ہلکا سا میک اپ کر لیا۔ اسے نکاح کا دوسرا دن یاد آیا جب مومنہ نے نہایت تیز میک اپ کر دیا تھا اور وہ اسے یونہی ریسٹورنٹ میں لے گیا۔ یہ یاد ہونٹوں پہ مسکراہٹ بن کر کھل گئی۔

''ماشاء اللہ۔ آج تو ہمارے ہاں چاند نکل آیا ہے۔'' حلیمہ بیگم اسے تیار دیکھ کر بے حد خوش ہوئی تھیں۔

''چاند نہیں خالہ سورج کہیں......'' انعم نے فوراً لقمہ دیا۔ اس نے نارنجی رنگ پہ طنز کیا تھا۔

''تو پھر تم بھی بچ کے رہنا انعم، سورج جلا کے راکھ

digest library.com

کر دیتا ہے۔" اس نے کبھی انعم کو سنجیدہ نہیں لیا تھا اور نہ کبھی اس کے ساتھ تکرار کی تھی۔ اس کی حرکتیں دیکھتی مگر خاموش رہتی لیکن آج چپ نہیں رہ پائی۔ یہ شاید ہارون کے متعلق بدلتی سوچ کا اعجاز تھا۔

وہ ہارون کو پسند کرتی ہے اس کا اندازہ اسے چند دن میں ہی ہو گیا تھا لیکن وہ ہمیشہ بے نیاز رہی۔ لیکن اب وہ اس پہ مکمل نگاہ رکھتی تھی اور آج تو جوابی وار بھی کر ڈالا جسے لاؤنج میں داخل ہوتے ہارون نے واضح سنا اور حیرت سے اس شعلہ فشاں کو دیکھا جس کے انداز ہی نرالے تھے۔

"السلام علیکم۔"

انعم کچھ کہنے ہی والی تھی کہ اس کی آواز سن کر خاموش ہو گئی لیکن خشمگیں نگاہوں سے گھورنا نہیں بھولی۔

وہ ماں جی سے حال احوال پوچھ کر فریش ہونے کے لیے کمرے میں چلا گیا تو عدن کھانے کو دوبارہ گرم کرنے کے لیے رکھ کر اس کے پیچھے چلی آئی۔ اس کے آنے سے پہلے وہ واش روم میں گھس چکا تھا۔ اس نے الماری سے کپڑے نکال کر بیڈ پہ رکھے اور خود اس کے انتظار میں بیٹھ گئی۔

وہ نہا کر نکلا تو اسے کمرے میں پا کر چونک گیا۔ اس کا انداز ایسا تھا جیسے وہ اسی کی منتظر ہو۔ اس کی تیاری آج انوکھی تھی، شوخ رنگ کا لباس اور خود بھی بجی سنوری بے انتہا خوب صورت لگ رہی تھی لیکن اس نے عدن سے رخ موڑ کر ایک نظر کپڑوں پہ ڈالی اور بے تاثر چہرے سے کپڑے اٹھا کر واپس واش روم میں گھس گیا۔ اس کے واپس جاتے ہی عدن نے پرسکون سانس خارج کی۔

وہ فاصلے کم کرنے کا سوچ رہی تھی لیکن کوئی بھی عملی قدم اٹھانا اول روز جیسا مشکل تھا البتہ اتنا ضرور ہوا وہ ہمت کر کے وہیں بیٹھی رہی وگرنہ اس سے پہلے ایسی صورت حال میں سر پہ پاؤں رکھ کے بھاگ اٹھتی تھی۔ اس کی کوششیں مقابل کی سمجھ میں آرہی تھیں لیکن وہ ابھی انجان بنے رہنا چاہتا تھا۔

"کھانا کھائیں گے؟" وہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑا بالوں کو برش کر رہا تھا جب اس نے پوچھا۔ ایک نظر آئینے میں نظر آتے اس کے عکس پہ ڈالی اور اثبات میں سر ہلا دیا۔

وہ واپس کچن میں آئی تو مطمئن تھی۔ اضطراب کا پیمانہ پہلے سے کم تھا۔ ڈائننگ ٹیبل پہ کھانا چنتے ہوئے انعم کی چبھتی نگاہیں مسلسل محسوس ہو رہی تھیں جنہیں وہ کمال بے نیازی سے نظر انداز کرتی رہی۔ جب ہارون کھانے کے لیے پہنچا تو پہلی نظر میں معلوم ہو گیا کہ اچھا خاصا اہتمام کیا گیا ہے۔

"آج میری بچی نے تمہارے لیے بہت محنت کی ہے۔" ماں جی کے لہجے کی خوشی نے بے انتہا طمانیت بخشی تھی۔

"کھانا کیسا لگا؟" اس نے پہلا نوالہ ہی لیا تھا کہ پہلو سے پر اشتیاق لہجہ سنائی دیا۔

اسے کوئی جواب دینے سے پہلے فوراً پانی کا گلاس منہ کو لگایا۔ اس کے تاثرات میں کچھ تو ایسا تھا جسے دیکھ کر عدن نے فوراً لقمہ لیا اور ایسا جھٹکا لگا کہ کتنی ہی دیر ساکت بیٹھی رہ گئی۔ کھانے میں نمک بے تحاشا تیز تھا۔

"کوئی نہیں بیٹا، کبھی کبھار ایسا ہو جاتا ہے۔" عدن کی آنکھوں میں چمکتے آنسو دیکھ کر ماں جی نے فوراً تسلی دی۔

"میں نے خود چکھا تھا سب کچھ ٹھیک تھا۔" اس نے ڈبڈبائی نگاہوں سے ہارون کو ہر کھانا چکھتے اور مایوس ہوتے دیکھا۔

"میں جلدی سے کچھ اور پکا لیتی ہوں۔" انعم فوراً کرسی چھوڑتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"نہیں انعم رہنے دو۔ میں باہر سے کچھ لے آتا ہوں۔" وہ اتنا کم فہم نہیں تھا کہ سیدھا سادھا معاملہ نہ سمجھ پاتا لیکن ابھی کچھ بول کر ماں جی کو تکلیف نہیں دینا چاہتا تھا۔

"تم ساتھ چلو گی؟" اس نے رک کر ایک نظر عدن کو دیکھا۔

"ہاں بیٹا۔ چلی جاؤ....." اس کا کچھ دیر غم منانے کا ارادہ تھا لیکن ماں جی کے اصرار پہ اٹھ گئی۔

وہ ویلوٹ کی سیاہ شال لپیٹ کر برآمدے میں آئی

تو اسے گاڑی کے قریب اپنا منتظر پایا۔ اسے آتے دیکھ کر ہارون نے فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولا، وہ جو اس سے سخت سست سننے کے لیے خود کو تیار کر رہی تھی یہ دیکھ کر مطمئن ہو گئی۔

”کیا کھاؤ گی؟“ گاڑی حویلی سے نکل کر سڑک پہ دوڑنے لگی۔

”جو آپ کا دل چاہے......“

”میں تم سے پوچھ رہا ہوں۔“

”میں سب کھا لیتی ہوں۔“ وہ اس کی پسند ناپسند سے واقف نہیں تھا اور اب وہ کچھ بتا بھی نہیں رہی تھی۔ ہارون کو کوفت نے آن گھیرا۔

گاڑی میں چھائی خاموشی کو اس نے ہارون کی ناراضی سے تعبیر کیا اور آنسو ایک دم پھر سے زار و زار بہنے۔ اس کی سوں سوں کی آواز پہ ہارون نے حیرانی سے اس کی جانب دیکھا۔

”اب کیوں رو رہی ہو؟“

”کچھ نہیں......“ ہاتھ کی پشت سے آنکھوں کو سختی سے رگڑا گیا۔

”میں نے کچھ پوچھا ہے؟“ اب کے لہجہ بلند تھا۔

”میں نے کھانا پکانے کے بعد چکھا تھا سب بالکل ٹھیک تھا، پتا نہیں کیسے ہر ڈش میں کچھ نہ کچھ غلط ہو گیا۔“ آنسو ایک بار پھر بہنے لگے۔

”یہ کوئی اتنی بڑی بات نہیں جس پہ اتنے قیمتی آنسو ضائع کیے جائیں۔“

”میرے لیے بڑی بات ہے۔ اتنے گھنٹے محنت کی اور سوچا تھا آپ خوش ہو جائیں گے مگر......“ اسے فوراً اپنے الفاظ کا احساس ہوا۔

”مگر کیا......“

”آپ کو خوش کرنے کے بجائے پریشان کر دیا۔ سارے دن کے تھکے ہوئے تھے مگر اس وقت کھانا لینے کے لیے نکلنا پڑا۔“ آنسوؤں میں دوبارہ روانی آ گئی۔

”پہلی بات، یہ میں بالکل پریشان نہیں ہوا اور دوسری بات یہ کہ مجھے خوش کرنے کے اور بھی بہت سارے طریقے ہیں، ایک ناکام ہوا تو کوئی بات نہیں دوسرا آزما لیجیے۔“

اسٹیرنگ سے ہاتھ ہٹا کر اس کے گود میں رکھے ہاتھوں پہ رکھتے ہوئے وہ کیا کہنا چاہ رہا تھا یہ سمجھنے میں اسے دیر نہیں لگی تھی۔

عدن نے ہاتھ اس کی گرفت سے آزاد نہیں کروائے بلکہ پہلی بار اس کا لمس اطمینان بخش لگا تھا۔ تحفظ اور اپنائیت کا احساس جاگا تھا۔ اس کی سپردگی نے ہارون کے وجود میں طمانیت کی لہر دوڑا دی۔ وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ منزل اس قدر جلدی مل سکتی ہے۔

”آپ مجھ سے ناراض تو نہیں ہیں نا؟“

”پہلے تھا اب نہیں ہوں۔“

عدن کا سوال وہ نہیں تھا جس کا جواب وہ دے رہا تھا لیکن پھر بھی جواب کا متن وہ خوب اچھے سے سمجھ گئی تب ہی ایک دم چہرے پہ جھینپی ہوئی مسکراہٹ نے جنم لیا اور گالوں پہ شرم کا گلال بکھر گیا۔ اس نے ہاتھ گرفت سے نکالنے چاہے لیکن وہ ایسی کوشش کے لیے پہلے ہی تیار تھا سو عدن کو ناکامی ہوئی۔

☆☆☆

رات آہستہ آہستہ بھیگ رہی تھی۔ موسم میں گھلتی خنکی اندھیرے کا سحر دوبالا کر رہی تھی۔ موتیے کی بھینی بھینی خوشبو لمحات کو فسوں بخش رہی تھی۔ دو سائے ہاتھ میں ہاتھ دیے لان کی ٹھنڈی ٹھنڈی گھاس پہ ایک دوسرے کے ہم قدم چلتے جا رہے تھے۔ رات کا سیاہ اندھیرا لڑکی کے چہرے پہ پھیلی مسکراہٹ اور لڑکے کی آنکھوں سے جھلکتی وارفتگی چھپانے میں ناکام تھا۔

عدن خود سے لڑی جانے والی جنگ جیت گئی تھی۔ ماضی بھولنے کی کوششیں بار آور ثابت ہو رہی تھیں اور اپنے رشتے کو مضبوط کرنے کا یہی مناسب وقت تھا۔ ہارون لیاقت کے چند دنوں کے ساتھ نے اسے بہت بدل کے رکھ دیا تھا۔ وہ اس کے متعلق سوچنے لگی تھی، اس کی پسند ناپسند کا خیال رکھنے لگی، اس کی متمنی نگاہیں دل کو گدگداتی تھیں۔ ایک ان دیکھی ڈور تھی جس کے ساتھ وہ بندھتی جا رہی تھی۔

اس نے جس دن خود سے مومن کو بھول جانے کا عہد کیا اس کے بعد سے واقعی شعوری طور پہ اسے یاد نہیں

digest library.com

کیا تھا لیکن اس سب میں اس کی کامیابی نہیں تھی یہ ہارون لیاقت کا کمال تھا۔ اس نے خود میں اس قدر الجھا لیا کہ وہ کہیں اور دھیان ہی نہیں دے سکی۔ دھیرے دھیرے وہ اس کی زندگی کا محور بنتا جا رہا تھا اور وہ بے بسی سے خود کو اس کا اسیر ہوتا دیکھ رہی تھی۔

وہ حسین تھا، وجاہت اس میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی مگر عدن کو اس کے قریب لانے میں اس کے حسن اور وجاہت کا ہاتھ نہیں تھا۔ ان دونوں کو باندھنے والی ڈور کا نام نوزائیدہ، نئی کونپل کی مانند پھوٹتا احساس تھا۔ ان کے کناروں کو ملانے والے پل کا نام دوستی تھا۔ وہ اک دوسرے سنگ جڑنے لگے تھے، کسی نئے رنگ میں رنگنے لگے تھے۔

عدن کے لیے یہ احساس، رنگ و ترنگ نئے تھے۔ اسے یاد نہیں پڑتا تھا کہ کبھی مومن کے لیے اس نے ایسا محسوس کیا ہو۔ وہ اس کے ساتھ ہنسی تھی، کھیلی تھی اور اس کے لیے بے تحاشا روئی بھی تھی مگر دل اس ساز پہ کبھی نہیں دھڑکا تھا۔ آنکھوں میں شرم کا گلال اس سے پہلے کبھی نہیں اترا تھا۔ اس سے پہلے سوچوں نے دیوانہ وار کسی وجود کا طواف نہیں کیا تھا۔

وہ اس کے خیالوں میں بہتی ہوئی نہ جانے کتنی دور تلک نکل جاتی کہ اچانک ہاتھ پہ پڑتے دباؤ نے حقیقت کی دنیا میں کھینچ لیا۔ اس نے چونکتے ہوئے اپنے مقید ہاتھ کو دیکھا، نگاہ پھسلتی ہوئی اوپر کو اٹھی اور آج نگاہوں نے کئی ان کہی کہانیاں بیان کرتے ہوئے دھڑکنوں میں انتشار برپا کر دیا۔ مقابل سوالی تھا، آج فضا میں کچھ تو الگ تھا جس کے باعث وہاں اقرار کی بارش ہونے لگی تھی۔ ایک شرمیلی سی مسکراہٹ نے ہارون لیاقت کو زندگی کی نوید بخش دی تھی۔

''عدن......'' کیا ہی دل گرفتہ پکار تھی۔

اس کا رواں رواں متوجہ ہوا تھا۔ بولنے کی ہر کوشش ناکام گئی، الفاظ تو جیسے کہیں کھو سے گئے تھے تو بس سر ہلانے پہ اکتفا کیا۔

وہ چلتے چلتے رکا تو اس کے قدم پہ بھی تھم گئے۔ ایک ہاتھ کو قید سے آزاد کرتے ہوئے اس کے چہرے کو تھام کر اونچا کیا اور کپکپاتی پلکوں کا رقص دیکھ کر بے خود سا ہو گیا۔ دنیا کا ہر منظر یہاں ہیچ تھا۔

''مجھے تمہیں اسی ساڑھی میں دیکھنا ہے۔'' رات کے اس پہر آنے والی فرمائش پہ پلکوں کا رقص تھما اور آنکھوں میں حیرانی اتر آئی۔

''کیا کوئی غلط فرمائش کر دی؟'' وہ اس کی حیرانی بھانپ چکا تھا۔

''نہیں......بس وقت بہت زیادہ......''

وہ کہنے نہ کہنے کی کشمکش میں پھنسی تھی کہ ہارون نے ہاتھ بڑھا کر اس کے اڑتے بالوں کو کان کے پیچھے قید کرنا چاہا اور وہ بولتے بولتے خاموش ہو گئی۔ کن انکھیوں سے اس کا قریب آنا محسوس کرتی رہی۔

''خوب صورت لمحے دستک دیں تو وقت کی قید بھول جانی چاہیے بیگم۔'' فسوں خیز لہجہ سارے اعتراضات کا قاتل ثابت ہوا۔ عدن نے پوری جان سے ہمت جمع کرتے ہوئے مسکرانا چاہا۔

اگلے ہی لمحے اس کے ہاتھ آزاد تھے یہ یقیناً اشارہ تھا کہ وقت کی قدر جانی جائے۔ وجود میں پنپتی بے ترتیبی سے نگاہ چرانے کو اس نے اڑتے بال چہرے سے جھٹکے اور اپنے کمرے کا رخ کیا اور دور تک دو مخمور نگاہوں نے اس کا پیچھا کیا۔

لاؤنج سے گزرتے ہوئے اسے احساس ہوا کہ کوئی یہاں موجود تھا تو رک کر ارد گرد نگاہ دوڑائی مگر کسی کو موجود نہ پا کر مطمئن آگے بڑھ گئی۔ کمرے میں آ کر فوراً سے ساڑھی نکالنے کے لیے الماری کی جانب بڑھی کہ خاموشی میں موبائل پہ کال آنے کی آواز گونجی وہ جو دھڑکنوں کے شور کو مدھم کرنے کی کوششوں میں ہلکان ہو رہی تھی اس اچانک افتاد پہ کانپ گئی۔ اس کا موبائل نمبر ہارون اور گھر والوں کے پاس تھا تو کسی انہونی کے ڈر سے فوراً کال اٹھانے کو لپکی مگر اسکرین پہ انجان نمبر تھا۔ کچھ دیر کشمکش کا شکار رہنے کے بعد کال اٹھاتے ہوئے موبائل کان سے لگا لیا۔

(تیسری اور آخری قسط آئندہ ماہ ان شاء اللہ)

☆☆

Digest
Novels
Lovers
Group ❤️❤️

ماوراطلحہ

دیپ سندوری

پچھلی قسط کا خلاصہ

جاوید صاحب ہارون کے گھر آتے ہیں اور عدن کو کچھ دنوں کے لیے اپنے گھر لے جاتے ہیں۔

مومنہ عدن سے کہتی ہے کہ مومن مستقل اس کے بارے میں پوچھ رہا ہے۔ تو عدن جواب میں کہتی ہے کہ اس سے کہہ دو کہ عدن مرگئی۔

ہارون عدن کو چار سونے کی چوڑیاں تحفہ میں دیتا ہے۔

ہارون اور عدن باتیں کر رہے ہوتے ہیں انعم بغیر دستک دیے آجاتی ہے تو ہارون اس کو ڈانٹ دیتا ہے۔

عدن کا رزلٹ آتا ہے تو اس نے پورے کالج میں ٹاپ کیا ہوتا ہے۔

رزلٹ کی تقریب میں ہارون کے ساتھ جاتی ہے۔ وہاں نازش اور عدن کی گفتگو ہارون سن لیتا ہے جو مومن کے متعلق تھی۔

انعم ہارون سے عدن کی برائی کرتی ہے لیکن ہارون الٹا اس کو ڈانٹ دیتا ہے۔

عدن جیب ولیمے کا ڈریس دیکھتی ہے تو اس کے ہاتھوں کے توتے اڑ جاتے ہیں۔ اس کے سامنے کالی سیاہ کامدار ساڑھی تھی۔

وہ ہارون پر ناراض ہوتی ہے کہ ننگے سر سب کے سامنے کیسے جائے گی۔

عدن بہت شوق سے ہارون کے لیے کھانا پکاتی ہے لیکن اس کھانے مین انعم نمک ڈال دیتی ہے۔

عدن اور ہارون کے درمیان دوستی ہوجاتی ہے۔ وہ ایک دوسرے کے سنگ جڑنے لگے۔

ہارون عدن سے فرمائش کرتا ہے کہ وہ ولیمے کی ساڑھی پہنے وہ اسے اسی ساڑھی میں دیکھنا چاہتا ہے۔ وہ ساڑھی پہننے کے لیے لاؤنج سے گزرتی ہے تو موبائل پر کال آنے لگتی ہے۔ اسکرین پر ایک انجان نمبر تھا۔

تیسری اور آخری قسط

''السلام علیکم!'' اس نے سلام کیا مگر دوسری جانب خاموشی تھی۔ کان سے موبائل ہٹا کر اچنبھے سے اسکرین کو دیکھا اور دوبارہ کان سے لگایا۔

''میں رو رہا ہوں عدن، مگر آنکھوں کا پانی خشک نہیں ہو رہا۔'' وہ رونگ نمبر سمجھ کر کال کاٹنے لگی تھی کہ دوسری جانب سے سنائی دیتی آواز پہ تھم گئی۔

''تم بچپن سے مجھے سزائیں دیتی آرہی ہونا، کبھی برگر کھلاؤ اور کبھی پیزا مگر یہ کیسی سزا ہے اس بار تو سیدھا جان نکال دی۔''

عدن کے کانوں میں دوسری جانب سے سسکیاں گونجیں تو ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑنے لگے۔

''میں مر رہا ہوں عدن۔ تمہارا مومن مر رہا ہے۔ تم ایسا کیسے کرسکتی ہو؟ تم اپنے مومن کو مرتے نہیں دیکھ سکتیں خدا کے لیے کوئی کرم کرو۔''

ناولٹ

سسکیاں آہوں میں ڈھل رہی تھیں اور اس کے ہاتھ اتنے ساکت کہ چاہ کر بھی کال بند نہیں کر پا رہی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی تھی تمہیں نمبر کہاں سے ملا؟ وہ کہنا چاہتی تھی کسی مومن سے اب کوئی واسطہ نہیں، دوبارہ یہاں کال نہ کرے مگر کچھ بھی بولنے کی ہمت مفقود تھی۔

"لوٹ آؤ عدن، خدا کے لیے لوٹ آؤ۔"

وہ کسی بچے کی مانند گڑگڑا رہا تھا اور اس کی آنکھوں سے نہ جانے کب آنسو بہنے لگے تھے۔ وہ کمرے میں

Digest Novels Lovers Group ❤️❤️

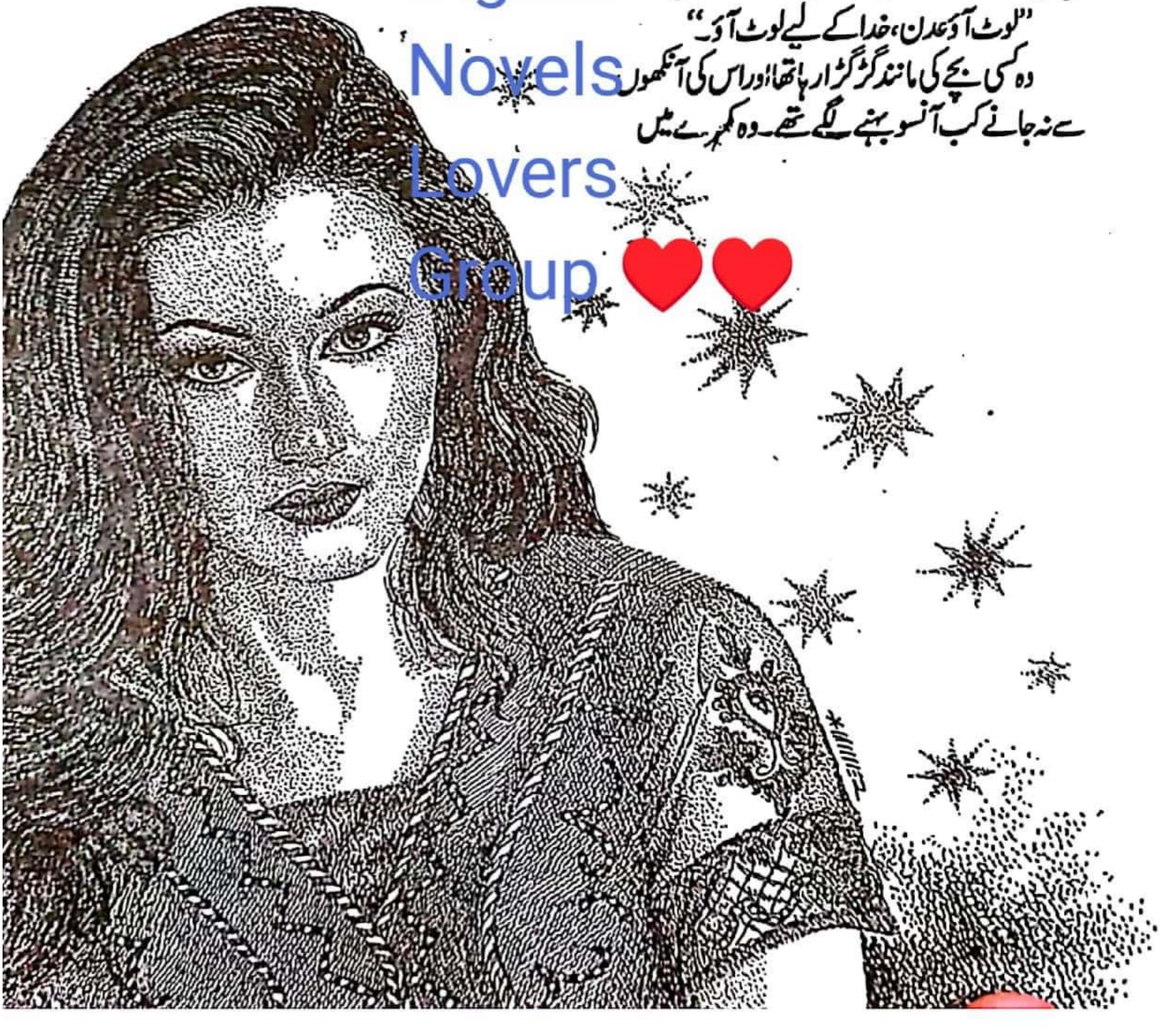

آنے کا مقصد بھولنے لگی تھی اور اسی پل کوئی پیچھے آ کھڑا ہوا۔

"میری خوب صورت بیوی تیار ہونے میں کتنا وقت لگائے گی؟ مجھ معصوم پہ مزید کتنے ظلم کرنے کا ارادہ ہے؟"

ہارون کی آواز نے ایک دم اسے حقیقت کی دنیا میں لا پٹخا تھا۔ وہ کسی اور کے کمرے میں، کسی اور کے پہلو میں کھڑے ہو کر مومن جاوید کے لیے رو رہی تھی۔ الفاظ اب بھی ساکت تھے مگر ہاتھ کان کے قریب سے ہٹ چکا تھا۔

"کیا ہوا رو کیوں رہی ہو؟" وہ فوراً سے چند قدموں کا فاصلہ مٹاتے ہوئے اس کے قریب آیا اور چہرہ ہاتھوں کے پیالے میں تھام لیا۔ انگلیوں سے آنسو چننے لگا مگر آنکھوں میں تشویش کے رنگ عیاں تھے۔

عدن نے سر اٹھا کر مقابل کی آنکھوں میں دیکھا اور اسی لمحے ہارون لیاقت کے دل کو کچھ ہوا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی۔ جاننے میں لحہ لگا تھا کہ یہ وقت قربت نہیں بلکہ ابھی کئی امتحان باقی تھے۔ جولان میں ہم قدم تھی اب میلوں دور کھڑی ہے، جو دل کی دھڑکن بننے لگی تھی اب روح کھینچنے پہ آمادہ ہے۔ وہ ایک دم سے اجنبی بن گئے تھے۔ اس کے دونوں ہاتھ بے دم ہو کر پہلو میں گر گئے اور ضبط سے مٹھیاں بھینچتا ہوا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

وہ کتنے ہی لمحے اس کے چہرے پہ آتے جاتے رنگوں کو دیکھتی رہی۔ اس کے سامنے بکھر جانے کی دہائی دیتے دل کو نظر انداز کرتی اس کے پہلو سے گزرتے ہوئے واش روم میں جا کر بند ہو گئی۔ آنسوؤں میں روانی آ گئی تھی، سسکیوں کو گھونٹنے کے لیے منہ پہ ہاتھوں کا دباؤ ڈالنا پڑا تھا۔ وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کس بات کا دکھ زیادہ تھا؟ مومن کے رونے کا یا اس ستم گر کے خاموش ہو کر پیچھے ہٹ جانے کا؟

وہ اس کا بکھرنا، ٹوٹنا محسوس کرنے کے باوجود پیچھے ہٹ گیا اور وہ اس کی سوچوں سے انجان موبائل کو کاٹ دار نگاہوں سے دیکھتے ہوئے کمرے سے باہر نکلا اور پھر گھر سے ہی چلا گیا۔ اپنے جذبات کی پامالی پہ دماغ میں شرارے پھوٹنے لگے تھے۔

عدن کافی دیر بعد واش روم سے نکلی تو کمرا اس کے دل کی مانند خالی تھا۔

digest library.com

★★★★

رات آنکھوں میں کٹی اور اس کی گواہ سرخ سوجن زدہ آنکھیں تھیں۔ وہ کمرے سے باہر نکلی تو ماں جی لاؤنج میں بیٹھی نظر آئیں، وہ آہستگی سے ان کے پاس آن بیٹھی۔

"ہارون نہیں اٹھا ابھی تک؟" بات کرتے ہوئے جیسے ہی نگاہ اس کے چہرے پہ گئی تو تشویش ہوئی۔

"وہ تو رات میں ہی چلے گئے، کچھ پریشان سے دکھائی دے رہے تھے۔" وہ ابھی اسی کشمکش میں تھی کہ ہارون کے متعلق کیا بتائے کہ انجم کی آواز آئی اور وہ نا سمجھی سے اس کے تمسخر اڑاتے تاثرات دیکھنے لگی۔

"اچھا تم عدن کے لیے ناشتا لاؤ۔" انہوں نے انجم کے وہاں سے جاتے ہی اس کی طرف رخ کیا۔

"کیا ہوا میرا بچہ، یہ چہرہ کیوں اترا ہوا ہے؟ ہارون نے کچھ کہا ہے؟" ان کے پیار سے پوچھنے پہ اس کا دل چاہا پھوٹ پھوٹ کر رو دے مگر صرف سر انکار میں ہلا دیا۔

"پھر گھر والوں کی یاد آ رہی ہے؟" اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا اور اسی میں عافیت جانی ورنہ ماں جی کو مطمئن کیسے کرتی۔

"تو اتنی سی بات پہ منہ اترا ہوا ہے۔ ناشتے کے بعد تیار ہو جاؤ میں ڈرائیور سے کہوں گی تمہیں چھوڑ آئے گا۔ میں ذرا اس نکمے سے بات کرلوں یہ آدھی رات کو کہاں غائب ہو جاتا ہے۔" انجم نے ناشتا عدن کے سامنے رکھا تو ماں جی نے فون کان کو لگا لیا۔

اس کی پوری توجہ ان کی جانب تھی شدید بھوک ہونے کے باوجود ایک نوالہ لینا مشکل لگ رہا تھا۔ ان کا مطمئن انداز دیکھ کر اسے تھوڑی تسلی ہوئی تو ناشتے کی جانب متوجہ ہوئی۔ اب ماں جی اس کے جانے کا بتا رہی تھیں اور تب ہی ان کا لہجہ بدلا، عدن کا رواں رواں

سماعت بن گیا۔ فون بند ہونے کے بعد بنا پوچھے بھی اسے اندازہ تھا کہ کیا بات ہوئی ہوگی۔
"میرے جانے کے متعلق کیا کہا انہوں نے؟"
ایک امید تھی جو اب بھی زندہ تھی۔
"وہ کسی ضروری میٹنگ کے سلسلے میں اسلام آباد جا رہا ہے تو میرے اکیلا ہونے سے پریشان ہے، کہہ رہا تھا وہ خود آ کے تمہیں لے جائے گا۔" ماں جی کا لہجہ وضاحت دیتا ہوا تھا۔
اس نے خاموشی سے سر ہلایا اور بنا کچھ کہے واپس کمرے میں آ گئی۔ دل ایک بار پھر سے بھر آیا تھا لیکن اب بھی سمجھ میں نہیں آیا رونا کس بات کا تھا؟ اس کے بنا بتائے دور جانے کا یا ماموں گھر کے جانے سے منع کرنے کا...... جو بھی تھا وہ ایک بار پھر پوری دلجمعی کے ساتھ رو رہی تھی۔
اسی پل فون بجا تو طیش کی ایک لہر وجود میں دوڑ گئی۔ یہ یقیناً مومن ہوگا اور وہ اسے بے نقط سنانے کا ارادہ کرتے ہوئے اٹھی مگر دوسری جانب گھر کا نمبر تھا۔
"کیسی ہو عدن؟" دوسری جانب مومنہ تھی اور اسی آواز کا تو انتظار تھا۔ خود پہ بند باندھنے کے ہر کوشش ترک کرتے ہوئے آنسو بہنے دیے، دوسری جانب مومنہ کا پریشانی سے برا حال ہو گیا۔
"کیا ہوا ہے عدن کیوں رو رہی ہو؟ بھائی نے کچھ کہا ہے یا ان کی امی نے؟ کیوں پریشان کر رہی ہو کچھ تو بولو......" مومنہ کا بس نہیں چل رہا تھا اڑ کر اس تک پہنچ جاتی۔
"مومن کو تم نے میرا نمبر دیا تھا؟" کئی لمحوں بعد غبار کم ہوا تو وہ سوال کیا جو رات سے ذہن میں اٹکا ہوا تھا۔
"ہاں......"
"کیوں......؟" وہ جانتی تھی یہ ہی جواب ہوگا مگر پھر بھی یقین کرنے پہ تامل تھی۔
"بھائی نے مجھے بہت فورس کیا عدن اور نمبر نہ دینے پہ سب چھوڑ کر واپس آنے کی دھمکی دی تھی۔ مجھے ان کے ارادے کچھ اچھے نہیں لگ رہے تھے تو سوچا ایک بار تمہارے منہ سے انکار سن لیں گے تو شاید پیچھے ہٹ جائیں۔" مومنہ تفصیل سے سب بتا رہی تھی اسے شاید عدن کی ناراضی کا خوف تھا۔
"تمہارا بھائی میرا پیچھا کیوں نہیں چھوڑ دیتا؟ اب اسے کیا چاہیے؟ میں ہٹ گئی تھی نا اس کے خوابوں کے درمیان سے، اسے آزاد کر دیا تھا بلکہ اپنے دل سے بھی نکال دیا تو اب اسے کیا چاہیے؟ میں قدم قدم آگے بڑھنے کی کوشش کر رہی تھی اس نے ایک ہی جھٹکے میں مجھے واپس میلوں کے فاصلے پہ پٹخ دیا۔ جب خود چھوڑ گیا تھا تو مجھے کسی اور کا کیوں نہیں ہونے دیتا؟"
اس کے کسی سوال کا مومنہ کے پاس کوئی جواب نہیں تھا وہ تو خود پچھتاوے میں مبتلا تھی۔
"میں انہیں منع کروں گی دوبارہ تمہیں کال نہیں کریں گے۔" وہ اب اس کے سوا کیا کہتی مگر دوسری جانب سے فون بند کر دیا گیا تھا۔
وہ دوطرفہ اذیت کا شکار تھی۔ ایک طرف اکلوتا بھائی جس کا تڑپتا دل کو ٹکڑوں میں بانٹ رہا تھا اور دوسری جانب بہنوں جیسی سہیلی جس کی زندگی کے دروازے پہ خوشیاں دستک دیتے دیتے مڑ جاتی تھیں۔ اپنی بے بسی پہ ایک آنسو آنکھ کے کونے میں آن بسا۔

☆☆☆

وہ کئی دنوں بعد گھر آیا تھا۔ چہرے پہ گزرے دنوں کی بے چینیاں تھکن کی صورت نمایاں تھیں۔ ماں جی کے شکوے خاموشی سے سر جھکائے سن رہا تھا کیونکہ اس کے پاس ان کے کسی سوال کا جواب نہیں دیا تھا۔ کافی دیر بولتے رہنے کے بعد انہوں نے گہری نگاہوں سے اس کا جائزہ لیا، اس کی خاموشی بے سبب نہیں تھی۔ وہ ماں تھیں اس کے بکھرے حلیے سے ان کہی کہانیاں بھی سمجھ گئیں تو ان کی پریشانی بھانپتے ہوئے مدھم سا مسکرا دیا اور ان کا ہاتھ تھامتے ہوئے تسلی دینے لگا۔
"میں ٹھیک ہوں۔" یہ سچ تھا وہ اب واقعی ٹھیک تھا۔ وجود میں سکون سا اتر آیا تھا۔ گھر داخل ہوتے ہی اس کی خوشبو کا احساس ہوا تو ساری بے چینی لمحوں میں غائب ہوئی، اس کے آس پاس محسوس ہونے کا خیال

digest library.com

اس قدر طاقت ور تھا کہ جذبات پہ چھائی کثافت ہجرت کر گئی۔ اس سے دور ضرور تھا مگر بے خبر نہیں اور اب شاید چاہ کر بھی بے خبر نہیں رہ سکتا تھا۔

وہ ماں جی کو مطمئن کر رہا تھا جب دروازہ کھول کر کوئی وجود اندر داخل ہوا۔ چوڑیوں کی کھنک نے کسی کی آمد کی اطلاع دی اور اس کا رواں رواں سماعت بن گیا مگر جیسے ہی چائے کا کپ پکڑانے کے لیے ہاتھ سامنے آیا تو اپنے انتظار کے لاحاصل ہونے پہ وہ تلخ سا مسکرا دیا۔

"عدن کہاں ہے؟ اسے ہارون کے آنے کا پتا نہیں چلا؟" اس کے دل میں مچلتا سوال ماں جی نے پوچھ لیا۔

"وہ تھوڑی دیر پہلے چھت پہ گئی تھیں۔"

انجم کا جواب سن کر دلِ خوش فہم کو نئی امید ہوئی کہ شاید وہ اس کی آمد سے بے خبر تھی۔

کچھ دیر وہاں بیٹھنے کے بعد کمرے میں چلا آیا۔ داخل ہوتے ہی نسوانی خوشبو حواسوں سے ٹکرائی تو ایک نظر کمرے کو دیکھنے پہ مجبور ہو گیا۔ یہ اس کا کمرا تھا مگر کسی اور کے رنگ میں رنگ چکا تھا۔ تزئین و آرائش بدل چکی تھی۔ اپنے خیالوں کو جھٹکتے ہوئے آگے بڑھا، کپڑے نکالے اور واش روم میں گھس گیا۔ کافی دیر بعد نہا کے نکلا تو کمرا اب بھی خالی تھا۔ اس کے فرار اور لاتعلقی کی کوششوں کو سمجھتے ہوئے وجود میں ابال سا اٹھنے لگا۔ گزشتہ دنوں کی اذیت چھم سے آنکھوں میں آن سمائی تو غصے سے تولیہ صوفے پہ پھینکا اور وہاں سے نکل کر سیدھا سیڑھیوں کی جانب بڑھ گیا۔

وہ چھت کی پچھلی دیوار پہ دونوں کہنیاں ٹکائے گم صم سی کھڑی ڈوبتے سورج کو دیکھ رہی تھی۔ اس کے علم میں تھا وہ آ چکا ہے، جب اس کی گاڑی گھر میں داخل ہوئی وہ اسی وقت سیڑھیاں چڑھ رہی تھی مگر لاکھ کوشش کے باوجود بھی دل نیچے جانے پہ آمادہ نہیں ہو رہا تھا۔ اس کا بنا کچھ بتائے چلے جانا اور دوبارہ رابطہ نہ کرنا بھولنا آسان نہیں تھا۔ وہ اپنی سوچوں میں گم تھی جب اپنے قریب کسی کی موجودگی کا احساس ہوا۔ ایک لمحے میں جان گئی تھی کہ آنے والا کون تھا اس لیے ایک لمبی سانس خارج کرتے ہوئے خود کو سنبھالنے کی کوشش کی۔

"کیا آپ رات یہیں گزارنے کا ارادہ رکھتی ہیں؟" وہ اپنا لہجہ نرم نہیں رکھ سکا، وہ جو ایک نئی کوشش کا سوچ کر آیا تھا اس کی بے رخی نے سارے جذبے گہری نیند سلا دیے تھے۔ وہ کتنی ہی دیر جواب کا انتظار کرتا مگر بے سود۔ ایک نظر اس منظر کو دیکھا جسے دیکھنے میں وہ مگن تھی۔ کچھ ایسا حسین نظارہ بھی نہیں تھا کہ وہ اردگرد ہوش ہی بھول جائے۔

"یہ یقیناً مجھے نظر انداز کر رہی ہے، میری واپسی کی یہاں کوئی خوشی نہیں مطلب کہ ابھی بھی سب یک طرفہ ہے۔"

اسے گہری نگاہوں سے دیکھتے ہوئے بے رخی کی وجوہات جاننے کی کوشش کر رہا تھا۔ اس لمحے اسے اپنی سوچوں پہ ہنسی آئی تھی وہ کیا سوچتا رہا کہ کوئی اس کا منتظر ہوگا، یہ دن کسی کے لیے جدائی کا روگ بنے ہوں گے مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ تھا۔ اس راہ کا وہ اکیلا مسافر تھا۔ اس نے آہستہ آہستہ قدم پیچھے لیے اور ایک دم سے مڑتے ہوئے سیڑھیاں اترتا چلا گیا۔

اس کے جانے کے بعد بھی کتنی ہی دیر وہاں کھڑی رہی۔ وہ اپنے رویے پہ خود کی ہی سرزنش کر رہی تھی۔ وہ ایسا بالکل نہیں چاہتی تھی اسے معلوم تھا اس کا ایسا رویہ ان کے رشتے میں مزید پیچیدگیاں پیدا کر دے گا اور ایسا ہی ہوا تھا۔ ہارون کے یوں چلے جانے سے وجود میں پھیلا ملال مزید گہرا ہو گیا مگر وہ خود کو بری طرح بے بس محسوس کر رہی تھی۔

شام کے سائے گہرے ہوئے تو نیچے چلی آئی۔ صحن میں بیٹھی ماں جی کی نگاہوں کو نظر انداز کرتے کچن میں چلی آئی تا کہ رات کے کھانے کا انتظام کر سکے۔ انجم وہاں پہلے سے موجود تھی مگر اس کو نظر انداز کرتے ہوئے ہارون کی پسند کا کھانا پکانا شروع کر دیا۔ یہ شاید اپنے رویے کی تلافی کی ایک کوشش تھی۔ اس نے سوچ لیا تھا اب مزید کوئی خرابی نہیں کرے گی بلکہ رات میں اپنے رویے پہ معذرت کر لے گی۔

کھانا خاموشی سے کھایا گیا۔ وہ کئی بار وقفے وقفے سے اسے دیکھ رہی تھی اس کا چہرہ ہر تاثر سے پاک تھا حتی کہ وہ ماں جی سے بھی بات نہیں کر رہا تھا۔ اس کی خاموشی عدن کو ڈرا رہی تھی۔ اسے تو ماں جی کے رویے سے بھی ناراضی جھلکتی محسوس ہو رہی تھی۔ ماں جی کو دیکھتے ہوئے اچانک اسے خیال آیا کہ کہیں انہیں سب خبر تو نہیں ہو گئی، شاید ہارون نے انہیں سب بتا دیا ہو۔ ان کا رشتہ جس بھی نہج پہ ہو اس کا اثر ماں جی پہ نہیں ہونے دے سکتی تھی۔ وہ اسے بے تحاشا عزیز تھیں۔ ابھی وہ ان سے کچھ کہنے کا حوصلہ کر ہی رہی تھی کہ کرسی کھسکنے کی آواز پیدا ہوئی اس نے چونک کر سر اٹھایا تو ہارون کو وہاں سے جاتے دیکھا۔ اس لمحے آنکھوں کے پردے پہ وہ منظر لہرایا جب وہ کھانا ختم ہونے تک ساتھ دیتا تھا تو نہ جانے کیوں آنکھوں کے گوشے نم ہو گئے۔ اس کے بعد چاہ کر بھی کھانا نہیں کھایا گیا۔ ماں جی کے اٹھنے کے بعد سب سمیٹ کر چائے کا کپ لیے کمرے میں چلی آئی۔

"چائے۔"

ہارون بیڈ پہ نیم دراز تھا۔ اس نے سائیڈ ٹیبل پہ چائے کا کپ رکھا اور نہ جانے کیوں وہیں کھڑی ہو گئی۔

وہ اس کا کھڑا ہونا محسوس کر رہا تھا مگر کچھ لمحے پہلے کا سلوک بھولا نہیں تھا۔ وہ کس قدر اپنائیت سے اس کے پیچھے گیا تھا، اسے بتانا چاہتا تھا کہ وہ اس کی ذات کے لیے بے حد ضروری ہے، اس کے بنا رہنا اب آسان نہیں ہے، اسے کسی مومن سے کوئی مسئلہ نہیں، اسے نہیں جاننا کہ اس کے ماضی میں ہارون کے علاوہ کوئی تھا مگر مقابل نے اس کے ہر جذبے کی تحقیر کی تھی اور یہ سب وہ اتنی جلدی نہیں بھول سکتا تھا۔ اس کا منتظر کھڑا ہونا تکلیف دے رہا تھا مگر اپنی تذلیل کا دکھ حاوی تھا۔

"مجھے آپ سے کچھ کہنا ہے۔" کتنے ہی لمحے خاموشی سے سرک گئے جب ہمت کرتے ہوئے اس نے جملہ بولا۔ چائے کے گھونٹ لیتے ہوئے اس کا انداز پہلے جیسا ہی بے تاثر تھا۔ وہ بنا سر اٹھائے کتنی ہی دیر منتظر رہا مگر دوسری جانب خاموشی تھی۔

"آپ شاید ابھی بات نہیں کرنا چاہتے۔" اس کی خاموشی کا یہ مطلب نکالا گیا تھا۔

"میں ابھی واقعی آپ سے بات نہیں کرنا چاہتا لیکن......" وہ کچھ لمحے خاموش رہا تو عدن کی جان پہ بن آئی۔ "خیر ہمارے درمیان ایسا کچھ بھی نہیں کہ میں آپ سے گلے شکوے کروں اس لیے سیدھا مطلب کی بات کروں گا۔ میں نے آپ کا یونیورسٹی میں ایڈمیشن کروا دیا ہے۔ کل سے آپ کی کلاسز کا آغاز ہے۔ میں نے بابا سے کہہ دیا ہے آپ کو آنے جانے میں کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔" اس قدر سخت اور روکھے لہجے میں وہ اس کی زندگی کی سب سے بڑی خبر سنا رہا تھا۔

عدن اب تک بے یقین تھی اس کی زندگی کی سب سے بڑی خواہش پوری ہو رہی تھی۔ وہ تو اپنا خواب بھول گئی تھی کیونکہ اس نے ماں جی سے کئی بار سنا تھا کہ ہارون نے ان کی تنہائی کے خیال سے ایک گھریلو لڑکی سے شادی کی تھی ورنہ اس کے لیے اپنی فیلڈ کی لڑکیوں کے رشتے موجود تھے۔ اس نے عدن کے خواب کو ہر چیز پہ فوقیت دی تھی یہ خیال ساری ناراضی پل میں ختم کر گیا۔

"آپ واقعی سچ کہہ رہے ہیں؟" وہ جوش سے بولتی ہوئی اس کے قریب بیٹھ گئی۔ آنکھوں میں شوق کے کئی دیے روشن تھے۔

"مجھے جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت؟" لہجہ و انداز ابھی بھی پہلے جیسا تھا۔

"آپ نے مجھے بتایا ہی نہیں اور نہ ہی مجھ سے پوچھا کہ مجھے آگے کیا پڑھنا ہے؟ کون سے سبجیکٹ رکھنے ہیں؟" اس کے سرد رویے نے آواز اور جوش مدھم کر دیا۔

"سبجیکٹ آپ کی پسند کے ہیں میں نے مومنہ سے پوچھ لیا تھا اور باقی رہ گئی بتانے کی بات تو میں یہ ہی بتانے والا تھا اس رات اور......" وہ نہ جانے کیا کہتا کہتا خاموش ہوا تھا لیکن جس رات کا ذکر کیا گیا وہ تو ابھی تک خود نہیں بھولی تھی۔ وہ رات دوبارہ ان دونوں کے درمیان موجود تھی۔ "خیر! کسی بھی چیز کی ضرورت ہو تو بتا دینا اور پلیز اپنا موبائل آن کر لو، وہاں ماں جی نہیں ہوں

گی جن سے میں تمہارا پوچھتا رہوں گا۔"

عدن پہ ایک دم گھڑوں پانی آن گرا تھا۔

اس نے مومن سے بچنے کے لیے فون بند کر دیا تھا اور یہ بات بھول ہی گئی تھی اور الٹا ہارون سے شکوہ تھا کہ وہ اسے نظر انداز کر رہا ہے۔ مگر غلطی تو سراسر اپنی تھی۔

ہارون نے ہاتھ سے اٹھنے کا اشارہ کیا تو سوچیں مزید طویل نہ ہو سکیں۔ وہ بنا مزید کچھ بولے، شکریہ کہنے کی خواہش دل میں دبائے کمرے سے نکل آئی۔

☆☆☆

digest library.com

یونیورسٹی کا پہلا دن تو بس ایک دوسرے سے تعارف کرواتے اور ڈیپارٹمنٹ دیکھنے میں گزر گیا۔ تعلیمی سرگرمیوں کا باقاعدہ آغاز ہونے میں کچھ دن باقی تھے۔ نازش اور مومنہ اسے دیکھ کر بے انتہا خوش تھیں۔ مومنہ کو اس کے آنے کا معلوم تھا جب کہ نازش کے لیے اس کی آمد کسی دھماکے سے کم نہیں تھی۔ وہ وقتاً فوقتاً اسے ہارون کے حوالے سے چھیڑ رہی تھی۔ یہ پہلی بار تھا کہ یہ چھیڑ چھاڑ اسے پسند آ رہی تھی۔ دل میں کوئی نیا احساس گدگدا رہا تھا۔ ایک خوب صورت دن اکٹھے گزار کر واپسی کا سوچتے ہوئے بابا کو آنے کا کہہ دیا۔

مومنہ اور نازش کو گئے کچھ دیر ہوئی تھی جب گاڑی اس کے قریب آ کے رکی لیکن گاڑی میں بابا کے بجائے ہارون کو دیکھ کر حیرت کا شدید ترین جھٹکا لگا۔ اس کا کل کا سر درد یہ سوچ کر اور اپنی بے اعتنائی کے سبب ہارون کے آنے کی امید نہیں تھی لیکن اب اس کی موجودگی بے انتہا خوشی دے رہی تھی اور اسی خوشی کا ادراک ہارون کو بھی ہو گیا تھا۔ آداب ملاقات نبھانے کے بعد گاڑی میں خاموشی تھی۔ اس خاموشی کو دونوں اپنی اپنی سوچوں کے مطابق معنی پہنا رہے تھے۔

عدن کو کوفت ہونے لگی تھی۔ اس کا دل چاہ رہا تھا مقابل بولے، اپنی آنے کی وجہ بیان کرے، کوئی اظہار یا کچھ بھی لیکن وہ بولے تو سہی...... آج وہ اس کی آواز سننے کی شدت سے طلب گار تھی۔ اس نے کن انکھیوں سے مقابل کو دیکھنے کی کوشش کی، اس وقت سائیڈ پوز سے وہ کسی حد تک فواد خان سے میل کھا رہا تھا۔ اس کے حسین ہونے کا احساس عدن کی مٹھیوں کو نم کرنے لگا اور ہزار کوشش کے باوجود بھی وہ نگاہیں نہیں ہٹا پائی۔

یہ انسان کس قدر حسین ہے مگر اتنا ہی سڑو ہے۔ وہ متغیر سوچوں کا شکار ہو رہی تھی۔ اب اگر میرے احساس میں مجھے لینے آ ہی گئے ہیں تو وجہ بتانے میں کیا حرج ہے؟ اس طرح منہ سیے بیٹھے ہیں جیسے کوئی زور زبردستی ہو۔ اس نے رخ موڑ کر سڑک پہ نگاہوں کی مصروفیت ڈھونڈی۔ ویسے زبردستی کا ہی معاملہ ہے اسی لیے تو اکثر گھر سے بھاگ جاتے ہیں اور بعد میں معذرت کرنے آن پہنچتے ہیں۔

"ہونہہ۔" یہ ہنکارا اس قدر شدید تھا کہ لبوں سے خارج ہو گیا اور مقابل نے چونک کر اس کی سمت دیکھا۔

"کچھ کہا ہے؟" وہ یقیناً اس کی حالت سے محظوظ ہو رہا تھا تب ہی تو لبوں کے کناروں پہ مسکراہٹ چھپی بیٹھی تھی۔

"نہیں تو......" وہ جی بھر کے شرمندہ ہوئی تھی۔

کچھ وقت کے لیے سوچوں کا ردھم بھی ٹوٹ گیا مگر جیسے ہی کچھ دیر بعد نگاہیں دوبارہ اس کے چہرے سے ٹکرائیں دل میں پھر سے طوفان مچ گیا۔

کہیں یہ بھی تو اس الغم سے...... یہ خیال آنا تھا کہ پل میں کیفیت بدل گئی۔ اف خدایا! یہ مجھے کیا ہو رہا ہے۔

شہادت کی انگلی سے اپنی پیشانی مسلتے ہوئے خود کو کچھ بھی الٹا سیدھا سوچنے سے باز رکھا۔

"آپ کیوں لینے آئے؟" دھیان بٹانے کے لیے کچھ تو بولنا تھا۔

"بابا کو میں نے کسی دوسرے کام کے لیے بھیجا ہے۔" کل رات کے جیسا ہی خشک لہجہ۔

"اوہ۔" وہ نہ جانے کیا کیا سوچنے لگی تھی۔

"آپ پریشان نہ ہوں آئندہ وہی آیا کریں

گے۔"

"میں نے ایسا تو نہیں کہا۔" وہ جھٹ سے انکاری ہوئی کہ کہیں واقعی وہ دوبارہ نہ آئے۔

ہارون نے ہلکا سا سر موڑ کر اس کی جانب دیکھا۔ ہونٹوں کو کچلتے، ہاتھوں کو مسلتے وہ بے چینی کی مکمل مورت تھی۔ اس نے مشکل سے خود کو مسکرانے سے روکا کیونکہ اس کا چوری چوری دیکھنا تو وہ کب سے محسوس کر چکا تھا۔

"تو آپ نے کچھ ایسا بھی نہیں کہا جو مجھے دوبارہ ایسا نیک کام کرنے کے لیے مجبور کرے۔" اس بار اس نے مکمل چہرہ اس کی جانب موڑا تھا۔ عدن کو اس کی آنکھوں میں بیک وقت شرارت اور استفہام نظر آرہا تھا۔ آنکھوں کے تاثرات کیا بدلے گاڑی کا ماحول یک دم تبدیل ہو گیا۔

وہ اس کے جواب کا منتظر تھا اور مقابل خشک ہونٹوں کو تر کرتے ہوئے لمحوں کی کارروائی پہ حیران تھی۔ کتنا ڈرامے باز انسان تھا پل میں تولہ، پل میں ماشہ۔ کچھ دیر پہلے ناراضی سے جان خشک کی ہوئی تھی اور اب آنکھوں سے مارنے کا ارادہ رکھتا تھا۔

"آپ نے انعم کا کیا سوچا ہے؟" وہ بات بدل گئی اور ہارون اس کا گریز سمجھ گیا تھا۔

"میں نے اس کے متعلق کچھ سوچا تو آپ کو ہی برا لگے گا۔" وہ اسے تنگ کرنے سے باز نہیں آیا۔

"میری بات کا یہ مطلب نہیں تھا۔" وہ پھر سے فوراً منکر ہوئی اور اس کی پھرتیوں پہ ہارون کا قہقہہ بے ساختہ تھا۔

اس نے فوراً گاڑی ایک سائیڈ پہ روکی اور مکمل اس کی طرف جھک آیا۔ عدن نے ناسمجھی سے اس کو اپنے اتنے قریب آتے دیکھا۔ نگاہوں کا لمس معنی خیز تھا۔

"میں کب سے یہ ہی تو کہہ رہا ہوں بیگم بے مطلب کی باتیں مت کیجیے، کچھ بامعنی بولیں، کوئی دل کا بھید کھولیں۔ ہمیں کب تک کسی نوازش کا منتظر رہنا پڑے گا؟" اس کی جانب جھکے بے باک لہجے میں رحم کی درخواست کرتا عدن کے سارے جواب ضبط کر گیا۔ وہ بس انگلیاں چٹخاتے لفظ سوچتی رہ گئی۔

"آپ مجھے تنگ کر رہے ہیں۔" اس کی نزدیکیوں کو برداشت کرتے ہوئے یہ جملہ کہنا بھی آسان نہیں تھا۔

"باخدا، یہ آپ الزام لگا رہی ہیں۔ آپ کو تنگ کرنے کا سوچا ضرور ہے مگر عمل کرنے کے راستے میں آپ کی ناراضی حائل ہے۔" اس کے ارادے نیک نہیں تھے یہ اندازہ اس وقت عدن کو بخوبی ہو رہا تھا۔

وہ کتنے ہی پل اس کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کو نزدیک سے دیکھتا رہا۔ پلکوں کا رقص دیکھنا دلفریب تھا۔ دل کی خواہش کو رد کرتے ہوئے تنگ کرنے کا ارادہ کسی اور وقت کے لیے رکھتے ہوئے پیچھے ہٹ گیا۔

"گول گپے کھاؤ گی؟" اس نے فوراً اثبات میں سر ہلایا۔

"یہ بھی آپ نے یقیناً مومنہ سے پوچھا ہو گا؟" وہ اندازہ لگا رہی تھی اس کے پسند ناپسند سے ایک دم اتنی واقفیت کیسے ہونے لگی تھی۔

"ظاہری بات ہے جب بیگم وقت نہیں دیں گی، اپنے دل کی باتیں نہیں بتائیں گی تو ہمیں کسی ہمدرد کی ضرورت تو پڑے گی نا۔"

"اور یہ اتنی ساری محنت کس لیے؟" کھٹے چٹخارے دار پانی کا بڑا سا گھونٹ لیتے ہوئے سوال کیا۔

"بھائی ہم اپنی بیگم کا دل جیتنا چاہتے ہیں۔"

دل تو وہ جیت چکا تھا۔ اپنے فیصلوں پہ، اپنی ماں کی تنہائی پہ اس کی خواہش کو اولیت دے کر من کے کواڑوں پہ دستک دینے لگا تھا۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا اس کے ایک فیصلے نے اسے شوہر کے مرتبے سے بڑھا کر عدن کے لیے کچھ اور بنا دیا تھا۔

"اگر آپ بات بات پہ بھاگنا اور چھپنا چھوڑ دیں تو یہ کام آسانی سے ہو سکتا ہے۔"

وہ کہاں طنز کر رہی تھی یہ جاننے میں اسے لمحہ نہیں لگا تھا۔

"آپ مجھے نظر انداز کرنے کے بجائے خود سے باندھنے کی کوشش کریں تو میری بھاگ دوڑ ختم ہو سکتی ہے۔"

ایک دوسرے پہ لطیف طنز کرتے وہ اپنے رشتے میں مکمل دکھائی دے رہے تھے۔ اس لمحے ان کے درمیان کسی پرانی تلخی و رنجش کا نام و نشان نہیں تھا۔

"میں کوشش کروں گی۔" اس نے دھیمی آواز میں جواب دیا تو ہارون نے گاڑی گھر کی جانب بڑھا دی۔

"انعم کے لیے فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ ماں جی کی ذمہ داری ہے اور دوسرا میں معصوم اپنی بیوی سے بہت ڈرتا ہوں۔" اس نے اپنے چہرے پہ ڈر کے تاثرات سجا لیے۔

عدن جو تھوڑی دیر پہلے اپنی دھڑکنوں کو قابو کر رہی تھی اس کی اداکاری پہ بے ساختہ مسکرا دی۔

digest library.com ❤️❤️

ہارون ایک ہفتے کی چھٹیوں کی وجہ سے گھر میں موجود تھا اور اس کے بعد چار مہینے کے کورس کے لیے کوئٹہ چلے جانا تھا۔ عدن نے اس کی موجودگی میں یونیورسٹی جانے کا ارادہ ترک کر دیا ویسے بھی آغاز کے دن تھے ابھی کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ وہ یہ چند دن اپنے رشتے کو دینا چاہتی تھی۔ اپنے درمیان موجود الجھنوں کو سلجھانا چاہتی تھی۔ کتاب زیست سے پرانے ورق پھاڑ کر نئے صفحات پہ نئی کہانیاں رقم کرنے کی کوششوں میں مصروف تھی اور یہ سب اتنا مشکل نہیں تھا۔ احساسات بدلنے کی دیر تھی، سب آسان ہو گیا، راستوں کو منزل ملنے لگی، زندگی ایک دم حسین ہو گئی تھی۔

"کیا آج ہماری دوستی کو نیا نام مل سکتا ہے؟"

وہ رات کا کھانا پکانے میں مصروف تھی جب دائیں پہلو سے سرگوشی ابھری۔ اس اچانک ہونے والی حرکت نے ڈرانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔ ایک ہاتھ سینے پہ جا پڑا اور آنکھیں ابل کر باہر آنے کو بے تاب۔

"یہ آپ ہر وقت مجھے ڈراتے کیوں رہتے ہیں؟" سینے پہ ہاتھ رکھے وہ خود کو سنبھالنے کی سعی کیے جا رہی تھی۔

"میرا پیشہ ہی ایسا ہے مجرموں کو ڈرا کے رکھنا پڑتا ہے۔" چہرہ اس کے کندھے پہ رکھ کر بظاہر چولہے پہ پکتے کھانے کو دیکھنے لگا مگر توجہ اس کے وجود پہ تھی جو حیرت کے غلاف میں لپٹا ہوا تھا۔

"اور میں نے کیا جرم کیا ہے؟"

"سینے کے بائیں جانب سناٹا ہے۔ یہاں پہلے کچھ دھڑکتا تھا مگر اب خاموشی ہے۔ ایک دل نامی شے تھی وہ چوری ہو گئی اور دماغ آپ پہ الزام لگاتا ہے۔" جملے کا اختتام کرتے ہوئے اس کے گرد بانہوں کا حصار قائم کر لیا۔

"تو یہاں کیا کر رہے ہیں جائیں اپنا دل ڈھونڈیں۔ اس کے بنا جینا مشکل ہو جائے گا۔"

عدن نے اس کے بازو ہٹاتے ہوئے باہر جانے کا اشارہ کیا جیسے واقعی کچھ کھو گیا ہو۔

"وہی تو ڈھونڈ رہا تھا اور مجرم تک پہنچ چکا ہوں۔ اب وہ شرافت سے چرائی چیز واپس کر دے تو ٹھیک ورنہ ہم پولیس والے ہیں ہمیں اور بھی طریقے آتے ہیں۔" اب وہ اس سے تین قدم دور کھڑا تھا مگر اس کے چہرے پہ اترتی قوس قزح سے بھرپور لطف اندوز ہو رہا تھا۔ یہ رنگ بارش کے بعد بادلوں کو چیرتی نارنجی روشنی سے بننے والے ہفت رنگوں سے زیادہ حسین تھے۔

"آپ مجھے دھمکی دے رہے ہیں؟"

"ارے ہماری ایسی مجال کہاں؟ میں تو التجا کر رہا ہوں اب دوست دوست کھیلنا مشکل ہے۔ چار مہینے کی طویل جدائی ہے بندہ بشر کے لیے کچھ زاد راہ کا انتظام کیجیے۔ ہجر سہنا ہے تو کچھ انمول لمحے دان کر دیں جو دن میں وجود کے گرد حفاظتی حصار بنائیں اور

رات کو نرم سا تکیہ بن کر میٹھی نیند سلا دیں۔''

وہ اپنی ہی رو میں بولے چلا جا رہا تھا اور مقابل کی حالت بن پانی کے مچھلی جیسی...... اس کے سامنے کھڑے رہنا مشکل اور سامنے سے ہٹ جانا ناممکن۔

اس نے بہت کوشش کی کسی طرح تنہائی میسر ہو جائے مگر ہارون اسے کسی قیمت پہ اکیلا چھوڑنے کو تیار نہیں تھا۔ اس کے جملوں نے عدن کا بچا کچا اعتماد بھی ختم کر دیا۔ وہ نہ جانے کیا الٹی سیدھی حرکتیں کرنے لگی، ماں جی نے روٹی مانگی تو پانی کا گلاس پکڑا دیا اور اس کی حواس باختگی ہارون کے ساتھ ساتھ ماں جی کو بھی مسکرانے پہ مجبور کر رہی تھی۔

''ہارون! میری بیٹی کو تنگ نہیں کرو۔'' یہ تنبیہہ کافی تھی کیونکہ اس کے بعد سکون رہا مگر یہ سکون جز وقتی تھا۔ وہ اس انسان کے بدلے رنگ، بولتی آنکھیں اور ذومعنی مسکراہٹیں دیکھ رہی تھی۔

پہلی بار یہ سب اچھا لگ رہا تھا۔ عدن نے اپنے دل کے دروازے اس کے لیے کھلتے محسوس کیے تھے۔ وہ دوستی کو بڑھانے کا خواہاں ہوا تو اس کے پاس انکار کا کوئی جواز باقی نہیں تھا۔ اسے یہ ماننے میں عار نہیں تھا کہ مقابل نے اسے تمام شخصی خوبیوں اور خامیوں سمیت قبول کیا تھا۔ وہ اپنے رشتے کے درمیان موجود مومن نامی رکاوٹ سے انجان نہیں تھا مگر اس کا کوئی سوال نہ کرنا عدن کو اس کا اسیر بنا گیا۔

☆☆☆

وہ ماں جی کے پاس کافی وقت بیٹھنے کے بعد کمرے کی جانب آیا۔ اس کو عدن کی حرکات کچھ مشکوک سی لگ رہی تھیں، وہ اسے کمرے سے دور رکھنا چاہ رہی تھی تو اس کی مشکل آسان کرتے ہوئے وہ ماں جی کے ساتھ مصروف ہو گیا۔ دروازہ کھولا تو اندھیرے نے استقبال کیا، شک یقین میں بدل گیا۔ وہ کئی لمحے خاموشی سے کھڑا رہا کہ اس کے لیے کوئی حکم ہو مگر خاموشی طویل ہونے پہ ہاتھ بڑھا کر بٹن دبا دیا۔ کمرا روشن ہوا، نظر سامنے اٹھی اور پھر پلٹنا بھول گئی۔

وہ سیاہ ساڑھی میں ملبوس، لبوں کو سرخ کیے، بال کھلے چھوڑے اس کے تمام ارمان پورے کر گئی۔ عدن کو اس طرح دیکھنے کی کتنی تمنا تھی یہ اس کا دل ہی جانتا تھا۔ وہ چند قدموں کا فاصلہ سمیٹتے ہوئے اس تک پہنچا۔ دل تیز تیز دھڑک رہا تھا کیونکہ ڈر ابھی بھی کہیں قائم تھا، وہ جب جب یہ لباس پہنے قریب آئی تب تب ہی کوئی ناخوشگوار لمحہ دونوں کے درمیان آن رکا۔

دیکھوں تو ہیں نگاہ میں دنیا کے ہفت رنگ
سوچوں تو کوئی سامنے، تیرے سوا نہیں

وہ کتنے ہی لمحے الفاظ ڈھونڈنے کی کوشش میں گم صم کھڑا رہا اور جب کچھ سمجھ میں نہیں آیا تو کندھوں کو تھامتے ہوئے جذب سے شعر کہہ گیا۔

وہ مدھم سا مسکرا دی جیسے شعر کی داد دی ہو، جیسے تعریف قبول کرتے ہوئے سر خم کیا ہو، جیسے مقابل کی بے تابیوں کو سمجھنے کا اشارہ دیا ہو۔

وہ اس کی کیفیت سمجھ رہی تھی کیونکہ وہ خود اسی فسوں کا شکار تھی۔ وہ اچھا لگنے لگا تھا، اس کے ساتھ کی چاہ ہونے لگی تھی اور اسے یہ بتانا دنیا کا مشکل ترین امر تھا لیکن یہ فیصلہ کر لیا تھا جب اس سے دور رہنے کا کوئی جواز باقی نہیں رہا تو دوریاں بے وجہ تھیں۔ وہ بے وقوفوں کی طرح ایک ہی لکیر پیٹنے میں زندگی ضائع نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسی لمحے اس نے یادوں کا طوق گلے سے اتار پھینکا اور نئی منزل کی جانب قدم بڑھا دیے۔ خدشات کو میٹھی نیند سلاتے ہوئے درمیانی فاصلہ سمیٹا اور اپنا سر مقابل کے کشادہ سینے پہ رکھ دیا۔ خود سپردگی کا یہ سفر آسان نہیں تھا مگر اسے یقین تھا اس کا ہمسفر اسے سمیٹ لے گا۔

''عدن!......'' وہ ہارون کے بازو پہ سر ٹکائے نیند کی آغوش میں جا رہی تھی کہ اس کی آواز پہ نیند کو جھٹکنے لگی۔ ''تمہیں پتا ہے مجھے تم پہلی نظر میں اچھی لگی تھیں۔ کالج یونیفارم میں تمہاری معصومیت نے

میری نگاہ کو باندھ لیا اور تمہاری آواز اتنی حسین تھی کہ وہاں سے واپسی پہ مجھے یہ افسوس ہونے لگا کہ میں یہ آواز دوبارہ نہیں سن پاؤں گا۔" یہ اعتراف اس کے لیے حیران کن تھا۔ وہ کسی کی پہلی نظر کی محبت تھی اور اس کے لیے اتنی معتبر تھی اور جو سالوں سے محبت کا دعویدار تھا وہ لمحے میں ارزاں کر گیا۔

نیند کی گہرائیوں میں اترتے ہوئے نہ چاہتے ہوئے بھی وہ ہارون اور مومن کا موازنہ کر رہی تھی اور ترازو کے پلڑے میں ہارون بھاری تھا یہ یقیناً اس رشتے کا اثر تھا جو ان کے درمیان تھا اور جس نے کچھ دیر پہلے اپنا آپ منوالیا تھا۔ ان احساسات کا کمال تھا جو عدن پرویز ہارون لیاقت کے لیے محسوس کرنے لگی تھی۔

digest library.com

☆☆☆

یہ ہارون کے ساتھ کا کمال تھا کہ پہلے جس گھر میں خود کو اجنبی محسوس کرتی، جہاں اپنا وجود کسی مہمان سا لگتا، اپنا کمرا ایک سرائے لگتا وہاں اب اپنائیت کا احساس ہونے لگا۔ گھر کے کمروں اور دیواروں سے مانوسیت بڑھنے لگی۔ وہ اس بڑے سے گھر کی مالکن تھی، یہ گھر اس کا تھا، یہاں اس کی حکمرانی تھی اور یہ تبدیلی ان چند دنوں کا اعجاز تھی۔

پہلے ہمیشہ وہ انعم سے کترا کر رہتی، اس سے زیادہ بولنے یا گھلنے ملنے کی کوشش نہیں کی۔ اس لڑکی کی آنکھیں ہمیشہ تنبیہہ کرتی محسوس ہوتیں اور حرکتیں اس سے بدتر۔ مگر اب ایسا کچھ نہیں تھا۔ اس کا انعم سے رویہ بدلا نہیں تھا نہ وہ اس سے نوکروں جیسا سلوک کر رہی تھی لیکن اب اسے کسی خاطر میں نہیں لاتی تھی۔ اب وہ انعم کے تابع نہیں تھی۔ ہارون کو تسلیم کرتے ہی وہ خود اپنی حیثیت بدل گئی اور یہ تبدیلی اتنی اچانک تھی کہ حیران ہونے کا وقت بھی نہیں ملا۔

ایک ہفتہ پر لگا کر اڑ گیا۔ اس بڑے گھر میں پہلے جو دن گزرتے نہیں تھے اب یوں گزرے کہ وہ یقین کرنے میں متامل تھی۔ یہ چند دن اسے یہ بتانے کے لیے کافی تھے کہ اس کا فیصلہ غلط نہیں تھا، اس کے نصیب میں ایک بہترین انسان لکھ دیا گیا تھا۔ وہ اس قابل تھا کہ اس کا ساتھ ملنے پہ کوئی بھی لڑکی اپنی قسمت پہ رشک کرتی۔

اس نے بہت کوشش کی کہ مومن کے متعلق ساری تفصیل ہارون کو بتا دے کیونکہ آدھے ادھورے قصے تکلیف دہ ہوتے ہیں۔ ہارون کے سنگ یہ چند دن جتنے خوشگوار گزرے تھے اس کے بعد اب کوئی رسک نہیں لینا چاہتی تھی۔ اب وہ مومن کا سایہ بھی اپنی زندگی پہ پڑنے نہیں دینا چاہتی تھی مگر وہ کوئی بھی بات سنتا ہی نہیں تھا۔ وہ جب تمہید باندھنے کی کوشش میں ہلکان ہوتی وہ تب ہی اسے روک دیتا۔ آخر تنگ آ کر اس نے امی سے مشورہ کیا تھا اور ان کا ردعمل اسے حیران کر گیا۔

"تم پاگل تو نہیں ہو گئی ہو عدن۔ یہ کیسی بے وقوفی کر رہی ہو؟"

"امی! میں ہمارے درمیان کسی غلط فہمی کی گنجائش نہیں رکھنا چاہتی۔ میں نہیں چاہتی مومن کا وجود ہارون کے دل میں ہمیشہ کسی انی کی طرح پیوست رہے، میں یہ کانٹا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکال دینا چاہتی ہوں۔"

"جو باب بند ہو جائے اس کو بار بار کھول کر نہیں پڑھا کرتے کم عقل لڑکی۔ جب وہ خود تم سے کوئی وضاحت نہیں مانگ رہا تو تمہیں کیا ضرورت ہے ڈھنڈورا پیٹنے کی؟"

"یہی تو میں کہہ رہی ہوں آپ سے کہ وہ کوئی وضاحت نہیں مانگ رہے لیکن مجھے محسوس ہوتا ہے جیسے وہ چاہتے ہیں میں خود انہیں سب بتا دوں۔"

"اس کا دوسرا پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تم سے منسوب کسی دوسرے کا نام اسے تکلیف دیتا ہو۔ یہ شوہر نامی رشتہ بہت عجیب ہوتا ہے عدن...... مہربان ہو تو ساری دنیا قدموں میں ڈھیر کر دے اور نامہربان ہو تو سانسیں بند کرنے پہ آ جائے۔ تم اسے اپنا قدردان رہنے دو، پرانا سب بھول جاؤ۔ اپنے ارد

گر دیکھو کتنی ہی لڑکیوں کی منگنیاں ٹوٹ جایا کرتی ہیں، کچھ تو نکاح کے بعد بنا رخصتی کے طلاق جیسا کرب سہنے پہ مجبور ہو جاتی ہیں تو کیا وہ اپنی زندگی میں آگے نہیں بڑھتیں؟ کیا وہ ہر وقت گزرے وقت اور قسمت کے کھیل پہ روتی رہتی ہیں؟ ایسا دور اور ایسے کئی بے نام رشتے تقریباً ہر لڑکی کی زندگی میں آتے ہیں۔ یہ باتیں بھول جانے والی ہوتی ہیں، انہیں دل کے کسی گہرے کونے میں دفن کر دیا جاتا ہے۔'' اس کی خاموشی انہیں یہ باور کروا رہی تھی کہ وہ ان کی بات سے آمادہ نہیں تب ہی بنا رکے مسلسل سمجھا رہی تھیں۔

ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا میری بچی! ہر بات شوہر کو بتانے والی نہیں ہوتی اور مجھے یقین ہے تمہیں میری بات سمجھ میں آ گئی ہوگی۔ تمہارا نیا نیا رشتہ ہے ابھی اپنا کوئی نازک پہلو پکڑا کر اپنے لیے مشکل پیدا نہیں کرو۔ مجھ سے وعدہ کرو تم ہارون سے کچھ نہیں کہو گی اگر کبھی ایسا وقت آیا تو میں خود اسے ساری حقیقت بتا دوں گی۔'' وہ امی کی باتیں سمجھی تھی یا نہیں مگر ان کے اصرار پہ خاموش رہنے کا وعدہ کر لیا۔

وہ اپنے وعدے پہ قربت کے تمام دن قائم رہی۔ ہارون کی آنکھوں کے سوال نظر انداز کیے اس کی مہربانیوں سے لطف اندوز ہوتی رہی اور آج الفت کے دن تمام ہوئے تھے۔ دونوں کے درمیان مہینوں کی جدائی آن ٹھہری تھی۔ اس کی قدردان محبت وصول کرنے کی آخری رات تھی۔ وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر آنسو آنکھوں کے کناروں پہ آن لے تھے۔ لاکھ آنکھیں پٹپٹا کر بھی پیچھے دھکیلنے کی کوشش کی مگر وہ ضدی بچے کی مانند اڑی رہی۔ جب ضبط کا بندھن پاش ہوا تو اس کے سینے پہ سر رکھ دیا۔ دل میں گھٹن پیدا کرتا سارا غبار اس کے سفید کرتے پہ بہا دیا اور وہ آنسوؤں کو کسی اعزاز کی مانند سمیٹتا رہا۔

''آج معلوم ہوا ہے کہ کوئی واقعی مجھ سے محبت کرتا ہے۔''

وہ اس کو روتے دیکھ کر قطعاً خوش نہیں تھا، اس کے آنسو اپنی انگلی کی پور پہ چننے میں ہلکان ہوئے جا رہا تھا مگر کہیں نا کہیں یہ احساس مطمئن کیے ہوئے تھا کہ مقابل کی حالت اس سے جدا نہیں، جدائی کی تپش نے اسے بھی بے چین کر دیا ہے۔ ہجر کی قیامت اس کے وجود پہ یکساں اتر رہی ہے۔

''بتاؤ نا عدن...... یہاں محبت کا پھول کھلا یا نہیں؟'' اس نے شہادت کی انگلی سے عدن کے دل پہ دستک دیتے ہوئے پوچھا۔

اس نے سینے سے سر اٹھا کر ہارون کی آنکھوں میں دیکھا، سرخ متورم، کرب سے اٹی آنکھیں جواب دے رہی تھیں مگر وہ ضدی بنا اس سے اعتراف سننا چاہتا تھا۔

''محبت کا پتا نہیں ہارون، مگر آپ کے دور جانے کا سوچ کر مجھے ڈر لگنے لگا ہے۔ آپ کی جدائی کا خیال بہت جان لیوا ہے۔'' اس نے لمحے کی دیر کیے بغیر جواب دیا کہ شاید ایسے ہی وہ جانے کا ارادہ ترک کر دے۔

''یہ ڈر اور خوف بھی تو اسی دل میں پیدا ہوتا ہے جس دل کی مٹی میں محبت اپنی جڑیں پھیلانے لگتی ہے۔''

وہ عدن کو شاید قائل کرنا چاہ رہا تھا کہ وہ محبت کر بیٹھی ہے۔

وہ ابھی قائل ہو جانے کی حالت میں کہاں تھی؟ جذبات کی کونپل ابھی پھوٹی ہی تھی کہ جڑوں میں ہجر کی کھاد ڈال دی گئی۔ ابھی تو وہ خود کو مرجھانے سے بچا رہی تھی، بقا کی کوشش کی جا رہی تھی۔

''میں بہت جلد لوٹ آؤں گا......'' اس کی روٹھی نیند کو واپس بلانے کے لیے امید سے بندھی لوری سنائی گئی۔ ''میں دوبارہ کبھی تمہیں اکیلا چھوڑ کر نہیں جاؤں گا۔'' نیند ڈری سہمی آنکھوں میں بیٹھی تھی تو تسکین سے لپٹا ایک اور جملہ ادا کیا گیا۔

وہ ایک کے بعد ایک اظہار کے در وا کرتا گیا اور اس کے بازو پہ سر رکھے ملائی سا وجود گہری نیند میں اتر گیا مگر خود نیند آنکھوں سے کوسوں دور تھی۔ اپنی آسانی کی خاطر دیدار کے ٹکڑے بھر بھر کر اپنے

دامن میں سمیٹ لینا چاہتا تھا۔

digest library.com ❤️❤️

روٹھے دن اور بے کیف زندگی کا آغاز ہو گیا تھا۔ یونیورسٹی جانا شروع کر دیا تھا مگر وہ خوشی مفقود تھی جس کا سوچ رکھا تھا۔ خواب کی تعبیر پہلے جیسی حسین نہیں رہی تھی بس ایک لگا بندھا معمول تھا جو چل رہا تھا۔ گھر میں اداسی کا پنچھی ایک بار پھر سے لوٹ آیا تھا۔ ایک ہفتے کی غیر حاضری کے بعد پنچھی کی واپسی دل کا بوجھ بڑھائے چلے جا رہی تھی۔

ہارون کورس کی وجہ سے زیادہ بات بھی نہیں کر پا رہا تھا ورنہ وہ لفظوں سے ہی زخموں پہ مرہم رکھنے کا سوچتی۔ کئی دنوں بعد چند منٹ کی کال آتی اور اس میں بھی زیادہ تر آواز نہ آنے کا شکوہ رہتا اور آواز ٹھیک ہوتی تب بھی عدن اپنے آنسو پینے کی کوشش میں ہلکان رہتی۔ اس کی اداسی کو دیکھتے ہوئے ماں جی نے گھر جانے کا کہا تھا۔ وہ ہارون سے پوچھے بنا نہیں جانا چاہتی تھی مگر اس سے بات ہونا ممکن نہیں تھا اور کچھ ماں جی کا اصرار دیکھ کر بابا کے ساتھ ماموں کے گھر چلی آئی۔

ہارون کو گئے پندرہ دن ہوئے تھے، تین ماہ اور پندرہ دن ابھی باقی تھے۔ اتنے دن دل کو بہلانا کہاں آسان تھا مگر ماموں کے گھر میں بہلاوے کا سامان ملنا ممکن تھا۔ پرانا گھر، بچپن کی یادیں، امی کا لاڈ پیار، مومنہ کی شرارتیں...... یہ سب سوچ کر وہ چلی تو آئی تھی مگر جلد ہی پچھتاوے دامن گیر ہو گئے۔

گھر میں بسنے والے لوگ اور گھر کا ماحول کچھ بھی پہلے جیسا نہیں رہا تھا۔ ماموں اور امی اس کے آنے سے خوش تھے جب کہ ممانی کے چہرے پہ اپنے لیے بیزاری کی جھلک صاف نظر آ رہی تھی۔ اسے ممانی کے رویے سے زیادہ مومنہ کی خاموشی اور نظر اندازی تکلیف دے رہی تھی۔ اس کا رویہ یونیورسٹی میں بھی ایسا ہی تھا وہ ہی شاید ہارون کے خیالوں میں کھوئے رہنے کے سبب زیادہ دھیان نہیں دے سکی۔ اس نے کتنی ہی بار مومنہ کو بلانے کی کوشش کی مگر وہ مختصر سا جواب دے کر خاموش ہو جاتی یا پھر سے ہٹ جاتی۔ ممانی اس کے آنے کے بعد سے کمرے سے ہی نہیں نکلی تھیں۔

وہ چند گھنٹوں سے زیادہ برداشت نہیں کر سکی۔ جس گھر میں ہمیشہ پیار محبت ملی ہو وہاں بنا کسی جرم کے آپ کو سزا سنا دی جائے تو ضبط کرنا مشکل ہو جاتا ہے۔ اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا اس ساری صورت حال کو پیدا کرنے والا مومن تھا، وہ اسے چھوڑ کر گیا تھا۔ مومن سے ضد باندھنے والے ماموں تھے اس نے تو بس اچھی بیٹیوں کی طرح ماں اور ماموں کی بات مانی تھی۔ مومن کے فیصلوں کی سزا صرف وہ ہی تو بھگت رہی تھی...... دل ٹوٹا، ان چاہے رشتے میں باندھ دیا، کتنی راتیں بے آرام، کتنے دن بے چین گزرے اور اب اپنے بھی منہ موڑ بیٹھے تھے۔

اس لمحے اسے مومن سے نفرت محسوس ہو رہی تھی۔ سب فائدے اس کے حصے میں آئے اور پھر بھی وہ مظلوم بنا بیٹھا تھا۔ وہ ماں کی گود میں سر رکھے سسک پڑی تھی۔

"امی، میرا کیا قصور ہے؟ میں نے تو بس آپ لوگوں کی بات مانی تھی۔ مومن کو جانے کے لیے میں نے تو نہیں کہا تھا نا تو پھر وہ سب من مانیاں کرنے کے باوجود مجھے تختہ مشق کیوں بنائے ہوئے ہے؟"

وہ اسے سوائے تسلی دلاسا دینے کے کچھ نہیں کر سکیں۔ وہ صرف چند گھنٹوں کے رویوں سے سہم گئی تھی جب کہ وہ دن رات بھابھی کے بگڑے تیور برداشت کرنے پہ مجبور تھیں اور ستم یہ کہ کوئی اور ٹھکانا نہیں تھا، نہ بھائی سے کچھ کہہ سکتی تھیں، اس بڑھاپے میں بھائی کی زندگی مشکل میں ڈال کر کیا صلہ مل جاتا۔

"اتنی چھوٹی چھوٹی باتوں پہ دل چھوٹا نہیں کرتے عدن، تمہیں پتا تو ہے مومن بھابھی کو کتنا پیارا ہے، اکلوتا بیٹا ہے تو اس کی تکلیف پہ ماں ردعمل تو دے گی نا۔ سب آہستہ آہستہ ٹھیک ہو جائے گا۔ تم

اپنے گھر خوش ہونا، سب وہاں تمہارا خیال رکھتے ہیں نا بس یہاں کی فکر میں خود کو ہلکان مت کرو۔"

وہ یہاں اپنا دل ہلکا کرنے آئی تھی مگر بوجھ مزید بڑھ گیا تھا۔ اس نے سوچ لیا تھا وہ صبح واپس چلی جائے گی۔ سوچیں اس قدر پراگندہ تھیں کہ وہ دوبارہ کمرے سے باہر نہیں نکلی۔ سرِشام ہی آنکھ لگ گئی مگر اس ہنگامے کے سبب جلد ہی اٹھ گئی جو ماموں اور ممانی میں اس کی وجہ سے ہو رہا تھا۔ اس نے سہمی نگاہوں سے ماں کی جانب دیکھا جو خود فکرمند نظر آ رہی تھیں۔ اس نے بچپن سے آج تک کبھی اس گھر میں اونچی آواز نہیں سنی تھی اس طرح کا ہنگامہ اور لڑائیاں تو دور کی بات تھی۔ آوازیں کم ہونے کے بجائے بڑھتی چلی گئیں تو ایک فیصلہ کرتے ہوئے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کہاں جا رہی ہو عدن؟" امی نے نہ جانے کس خوف سے اس کا ہاتھ تھام لیا۔

"یہ سب روکنے...... میں اس لیے تو یہاں نہیں آئی تھی، مجھے وحشت ہو رہی ہے ان آوازوں سے۔" وہ ہاتھ چھڑواتے ہوئے ایک عزم سے کمرے سے باہر نکل آئی۔

برآمدے کے وسط میں ماموں کھڑے تھے۔ ان کے قریب ہی ممانی بیٹھی ہوئی تھیں، سر پہ دوپٹا باندھ رکھا تھا۔ مومنہ نے نم آنکھوں سے اس کو وہاں آتے دیکھا۔ اس کی آنکھوں سے جھلکتے شکوے دل میں سلگتا ملال مزید بڑھا گئے۔

"عدن بیٹا! تم اپنے کمرے میں جاؤ۔" ماموں شاید اسے اس صورت حال سے دور رکھنا چاہتے تھے۔

"یہ کیوں جائے گی؟ یہ یہیں کھڑی رہے گی......" وہ فوراً اپنی جگہ سے اٹھیں اور شدت سے عدن کا بازو دبوچ لیا مبادا وہ واقعی چلی نہ جائے۔ "یہ بھی تو دیکھے میرے گھر میں آگ لگا کر خود کتنے مزے سے بیٹھی ہے۔"

ان کی انگلیاں عدن کو اپنی کلائی میں پیوست ہوتی محسوس ہو رہی تھیں مگر تکلیف ان کے تلخ لفظوں سے پہنچ رہی تھی۔

"میرا بیٹا وہاں تڑپ رہا ہے، اس کے لیے رو رہا ہے اور یہ مزے سے کسی دوسرے کی دلہن بنی بیٹھی ہے۔ اسے چھوڑنا ہی تھا تو کیوں اپنی محبت کے جال میں پھنسایا؟"

"ممانی! آپ غلط کہہ رہی ہیں......"

"مومنہ! اپنی ماں سے کہو چپ کر جائے ورنہ میں کچھ غلط کر بیٹھوں گا۔" عدن کا جملہ ماموں کی اونچی آواز میں دب کے رہ گیا۔

"ماموں! خدا کے لیے چپ کر جائیں۔ آپ لوگ میری وجہ سے مت لڑیں۔" وہ ان کے سامنے ہاتھ جوڑتے ہوئے باقاعدہ سسک پڑی تھی۔

"تم کیوں رو رہی ہو بچہ، تمہارا کیا قصور ہے؟ ساری آگ تو اس کم عقل عورت اور اس کے نانہجار بیٹے کی لگائی ہوئی ہے۔"

"ماموں! اگر آپ چاہتے ہیں کہ میں ابھی اسی وقت واپس نہ جاؤں تو پلیز، اب ایک لفظ مت بولیے گا۔" ممانی کے جوابی وار کو نظر انداز کیے ماموں کو کھینچتے ہوئے ان کے کمرے میں لے گئی۔

"مجھے معاف کر دو میرا بچہ۔ میں ان ماں بیٹے کے شر سے تمہیں بچا نہیں پایا۔" ان کا جسم غصے کی شدت سے کانپنے لگا تھا۔

"ایسی کوئی بات نہیں ہے ماموں۔ آپ نے تو ہمیشہ میرا بھلا چاہا ہے۔ مجھے آپ سے کوئی شکوہ نہیں۔ آپ میرے باپ کی جگہ ہیں، میں نے ہمیشہ آپ میں ابو کو تلاش کیا ہے۔ آپ میری وجہ سے روئیں گے یا پریشان ہوں گے تو مجھے بالکل اچھا نہیں لگے گا۔"

انہیں پانی کا گلاس پلا کر کتنی ہی دیر ان کے پاس بیٹھی رہی۔ ان کے پرسکون ہونے کے بعد باہر آئی تو ممانی وہیں سرہاتھوں پہ گرائے بیٹھی تھیں۔

وہ خاموشی سے ان کے پاس سے گزر جانا چاہتی تھی مگر کچھ سوچ کر رک گئی اور وہیں ان کے

قدموں میں بیٹھ گئی۔

''ممانی! میں نے کبھی آپ کو امی سے الگ نہیں سمجھا اور شاید اسی وجہ سے گمان تھا کہ آپ کے نزدیک مجھ میں آپ کے بچوں میں کوئی فرق نہیں۔ آپ ہم تینوں سے یکساں محبت کرتی ہیں لیکن آج یہ غلط فہمی بھی دور ہوگئی......'' وہ رونا نہیں چاہتی تھی مگر آنسوؤں پہ اختیار کہاں تھا۔ ''میری کوئی بھی وضاحت آپ کو میری بے گناہی کا یقین نہیں دلاسکتی حالانکہ آپ ساری حقیقت سے واقف ہیں۔ اس لیے میں آپ کو کوئی وضاحت نہیں دوں گی۔ آپ صرف مومن کی ماں بن چکی ہیں لیکن میں پھر بھی آپ کی بیٹی بن کر آپ کی تکلیف میں کمی کر رہی ہوں۔ آپ میری وجہ سے خود کو اذیت مت دیں میں صبح ہوتے ہی یہاں سے چلی جاؤں گی اور دوبارہ کبھی نہ آنے کی کوشش کروں گی۔ میں کوشش کروں گی آپ کو دوباہ میرا چہرہ نہ دیکھنا پڑے مگر اس بدلے مجھ پہ صرف اتنی مہربانی کر دیں کہ میری ماں پہ اس گھر کے حالات اور حیات کے دروازے بند نہ کیجیے گا۔''

اپنے آنسوؤں کو ہاتھ کی پشت سے صاف کرتے ہوئے امی کی سادہ مزاجی پہ مسکرا دی۔ انہوں نے کیسے سوچ لیا تھا کہ یہ سب دیکھنے کے بعد وہ ان کے حالات سے بے خبر رہی ہوگی۔ مومنہ سے بات کرنے کے خیال کو شدت سے رد کر دیا۔ اگر وہ دوستی پہ بہن کے رشتے کو ترجیح دینا چاہ رہی تھی تو اسے مومنہ کے فیصلے کا احترام کرنا تھا۔

اس نے سوچ بھی کیسے لیا کہ مومن کی زمین پہ کھڑی ہو کر مومن کے رشتوں سے انصاف مانگے گی اور اسے مل جائے گا۔ اس نے مان لیا تھا رشتوں کی جنگ میں مومن فاتح تھا مگر ہاری وہ بھی نہیں تھی...... اس کا دامن بھی خالی نہیں تھا۔ ایک سچا، انمول اور چاہت بھرا رشتہ اس کے پاس بھی تھا۔ یہ ہارون لیاقت کا خیال تھا جس نے اس شکستہ وجود کو تناور بنا رکھا تھا۔

☆☆☆

عدن اگلی صبح واپس آگئی۔ ماں جی کو اتنی جلدی واپسی پہ حیرانی ضرور ہوئیں مگر ظاہر نہیں کیا جب کہ انعم اس کے شکستہ چہرے کے پیچھے چھپی کہانی جاننے کے لیے پاگل ہو رہی تھی۔ وہ کتنے ہی دن اس کے آگے پیچھے گھومتی رہی مگر اس کے چہرے سے حزن غائب ہوا اور نہ کوئی راز ہاتھ لگا۔ اس کے پاس بس چند مہینے تھے عدن کی جگہ خالی کروانے کے لیے مگر وقت ہاتھ سے ریت کی مانند پھسل رہا تھا ایسے میں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے رکھنے کے بجائے ایک کوشش کی۔

دوپہر سے عدن طبیعت خرابی کا کہہ کر کمرے میں بند تھی اور یہ وقت انعم کو غنیمت لگا۔

''خالہ! یہ مومن کون ہے؟''

''کون مومن؟'' انہوں نے چند لمحے عینک کے شیشوں کے پار اس کا چہرہ دیکھتے ہوئے سوچا مگر یاد نہ آنے پہ جوابی سوال کر دیا۔

''مجھے پتا ہوتا تو آپ سے کیوں پوچھتی۔''

''اگر پتا نہیں ہے تو پھر ذکر کیوں کر رہی ہو؟''

''کیونکہ اس گھر کی ادھوری خوشیوں کا تعلق اسی شخص سے ہے۔''

''مطلب......؟'' وہ اب باقاعدہ اس کی طرف متوجہ ہوئیں۔ اون کے گولے سلجھاتے ہاتھ رک گئے۔

''آپ کے بیٹے اور بہو میں اسی کی وجہ سے کھٹ پھٹ چل رہی ہے۔''

''تم سے کس نے کہا؟'' وہ دلچسپی ظاہر تو نہیں کرنا چاہتی تھیں مگر وجہ ہی ایسی تھی کہ چاہ کر بھی انجان نہیں رہ پائیں۔ ان دونوں کے درمیان موجود کھنچاؤ تو انہیں بھی نظر آ رہا تھا اور وہ اسے عجلت میں کی گئی شادی کا نتیجہ سمجھ رہی تھیں۔ کسی پل دونوں میں بے تکلفی نظر آتی اور کسی لمحے میلوں کے فاصلے پہ محسوس ہوتے۔ ان کی کشمکش کو سامنے بیٹھی لڑکی چنگاری لگا چکی تھی۔

digest library.com

"مجھے تو شروع سے پتا ہے آپ ہی بے خبر ہیں۔ ویسے والے دن ان کی دوستیں بھی افسوس کر رہی تھیں کہ محبت کسی اور سے شادی کسی اور سے۔ مجھے تو لگتا ہارون صاحب صرف آپ کی وجہ سے خاموش ہیں، آپ خود ہی سوچیں اس سے پہلے وہ بھی اپنی دور آپ کو چھوڑ کر اتنے دنوں کے لیے گئے ہیں۔"

اس کی باتیں سن کر آنکھوں کے سامنے سب پرانے منظر گھوم گئے۔

"ایسی بات ہوتی تو ہارون مجھ سے ذکر کرتا اور تم نے دیکھا نہیں جانے سے پہلے دونوں ٹھیک تھے۔ ہارون کے جانے پہ عدن کتنا روئی تھی، کتنے دن اداس گھومتی رہی۔" وہ شدید شش و پنج کا شکار ہو چکی تھیں۔

"یہ سب باتیں آپ سوچیں مجھے تو اتنا پتا ہے میں نے دونوں کو لڑتے الجھتے ہی دیکھا ہے۔ وہ مومن عدن کے ماموں کا بیٹا ہے، اسی وجہ سے ہارون کو اس کا میکے جانا پسند نہیں اور دیکھا نہیں آپ نے پچھلے دنوں یہاں گئی وہاں واپس آ گئی۔"

وہ اتنی بے وقوف نہیں تھیں کہ اس کی باتوں میں آ جاتیں مگر کچھ باتوں کو لے کر وہ خود الجھی ہوئی تھیں۔ ان کی الجھن کی رسی میں شک کی گانٹھ لگ گئی تھی۔ انہیں گہری سوچوں میں غرق دیکھ کر وہ آہستگی سے کھسک گئی۔

عدن شام ڈھلے کمرے سے نکل کر چھت پہ چلی آئی۔ کچھ دنوں سے طبیعت عجیب مکدر سی تھی۔ اداسی سانسوں میں بسنے لگی تھی۔ گھر کے ساتھ ساتھ اب وجود میں چھائی خاموشی سے وحشت ہونے لگی تھی۔ موبائل ہاتھ میں پکڑے کتنی ہی بار ہارون کا نمبر ملا چکی تھی جو مسلسل بند جا رہا تھا۔ اس سے رابطہ فی الحال ممکن نہیں تھا یہ جانتے ہوئے بھی مسلسل رابطے کی کوشش کر رہی تھی بالا آخر تھک ہار کر ایک لمبا چوڑا صوتی پیغام بھیج دیا۔

کبھی کبھار کسی انہونی کا خیال وقت سے پہلے ہونے لگتا ہے، سانسیں اکھڑنے لگتیں ہیں، دل بند ہونے لگتا ہے، وہ ایسی ہی صورت حال کا شکار تھی۔ اپنی حالت سے گھبرا کر نیچے آ گئی، لاؤنج کے میز پہ موبائل رکھا اور خود وضو کرنے کے لیے چلی گئی۔ اس لمحے وہ شدت سے رونا چاہتی تھی، کسی نادیدہ غم پہ آنسو بہانا چاہتی تھی اور سجدے سے بہتر جگہ کون سی ہو سکتی تھی۔

اسی لمحے لاؤنج کی خاموشی کو موبائل پہ آنے والی کال نے توڑا۔ وہاں سے گزرتی انعم نے اچٹتی سی نظر موبائل پہ ڈالی اور کچھ سوچ کر موبائل لیے ماں جی کے کمرے کی جانب بھاگی۔ ان کے کچھ سمجھنے سے پہلے کال اٹھا کر سپیکر آن کر لیا۔

"عدن! خدا کے لیے میری بات سن لو۔ پلیز کال مت کاٹنا، میں جانتا ہوں تم مجھ سے ناراض ہو، مجھ سے بہت بڑی غلطی ہو گئی ہے۔ میں محبت میں خود غرض ہو گیا تھا لیکن میں وعدہ کرتا ہوں میں سب ٹھیک کر دوں گا۔ پلیز عدن، مجھے ایک موقع دے دو۔ مجھ سے ایک بار بات کرو۔ مجھ سے بات کرو عدن میں سب کو منا لوں گا۔ سب مان جائیں گے، کوئی تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔" کال کاٹ دی گئی تھی اور ایک سکوت تھا جو ہر سو طاری تھا۔

عدن جو موبائل کی آواز پہ ہارون کی کال کا خیال کرتی بھاگتی ہوئی آئی وہ بے جان قدموں سے ماں جی کا سرخ چہرہ دیکھ رہی تھی۔

مومن کئی بار پہلے بھی کال کر چکا تھا اور وہ اس کی ایک بات سنے بنا نمبر بلاک کر دیتی۔ وہ اس کی آواز تک نہیں سننا چاہتی تھی مگر کاش سن لیتی۔ اس لمحے اس کے تمام جملوں کا پس منظر وہ جانتی تھی، وہ اپنی ماں کے رویے پہ پشیمان تھا مگر اب اس کی کوششیں لاحاصل رہنے والی تھیں۔ وہ انجانے میں عدن کے گرد زندگی مزید تنگ کر گیا۔ ماں جی کی آگ اگلتی نگاہیں اور سرخ چہرہ یہ بتانے کو کافی تھا کہ اب کوئی وضاحت کسی کام نہیں آنے والی مگر اس نے کوشش کی...... ایک کوشش تو فرض تھی نا۔

"ماں جی......"

"بس...... میں ایک لفظ نہیں سننا چاہتی اور نہ ہی کچھ ایسا کہنا چاہتی ہوں جو میری عمر اور رتبے کی توہین ہو۔ تم ابھی یہاں سے چلی جاؤ، جب ہارون واپس آئے گا تب اس مسئلے پہ مزید بات ہوگی۔"

انہوں نے چہرہ ہی موڑ لیا تھا۔ وہ اس کی روتی، فریاد کرتی نگاہیں نہیں دیکھنا چاہتی تھیں مبادا دل نہ پسیج جائے آخر کو بیٹی کہا نہیں، مانا تھا۔

"آپ ایک بار میری بات سن لیں۔" وہ مرے مرے قدموں سے چلتی ان کے پاؤں میں آن بیٹھی۔

"مجھے تمہاری کوئی بات نہیں سننی عدن۔ انعم جاؤ اس کا ضروری سامان بیگ میں ڈال کر لے آؤ۔" انعم تو جیسے اس حکم کی منتظر تھی پل میں غائب ہوئی۔

وہ انعم کی زہریلی باتوں کے زیر اثر تھیں کہ اس کال نے شک کو یقین میں بدل دیا۔ دل اس کی وضاحت سننا چاہتا تھا مگر دماغ مستقل انکاری رہا۔ وہ ان کے قدموں میں روتی ہوئی بیٹھی رہی کہ انعم نے بیگ لاکر پاس رکھا۔ وہ خاموشی سے اٹھ کھڑی ہوئی بیگ پکڑا اور کمرے سے نکل گئی۔

"جاؤ، بابا سے کہو حفاظت سے اس کے مائیکے چھوڑ کے آئیں۔" انہوں نے تھکن سے آنکھیں موند لیں۔ دل پہ بوجھ بڑھنے لگا تھا، سانسیں اکھڑتی محسوس ہو رہی تھی۔

کافی دیر بعد انعم کھانے کا پوچھنے کے لیے کمرے میں واپس آئی تو ان کی حالت دیکھ کر حواس باختہ ہوگئی، انہی قدموں سے واپس باہر کی جانب دوڑ لگائی۔

digest library.com

☆☆☆

ماں جی کی طبیعت خرابی اور ہسپتال میں داخل ہونے کا سن کر سب چھوڑ چھاڑ کر واپس چلا آیا مگر سامنے کئی قیامتیں منتظر تھیں۔ ICU کے باہر عدن کے بجائے انعم کو دیکھ کر چونکا مگر صورت حال ایسی نہیں تھی کہ کوئی سوال کرتا۔ طویل سفر کی تھکاوٹ اور ماں جی کی حالت نے سب کچھ بھلا رکھا تھا۔

کئی گھنٹوں بعد جب ڈاکٹرز نے تسلی دی تو کچھ سکون ملا۔ اسے خیال آیا انعم نہ جانے کب سے یہاں موجود تھی یقیناً تھک گئی ہوگی۔ عدن کا تو خیال بھی ہوا کہ وہ اس وقت یہاں کیوں نہیں تھی، اسے یہاں ہونا چاہیے تھا۔

"انعم اب تم گھر چلی جاؤ، کچھ دیر آرام کرلو، عدن کو بھیج دو۔" وہ پوچھنا چاہتا تھا کہ وہ کیوں نہیں آئی لیکن انعم سے پوچھنا مناسب نہیں لگا۔

"میں ٹھیک ہوں۔ آپ اتنی دور سے آئے ہیں، آپ کو آرام کی ضرورت ہے۔" اسے انعم کے چہرے پہ کچھ بوکھلاہٹ نظر آئی مگر دھیان نہیں دیا۔

"میں ماں جی کو اکیلا نہیں چھوڑ سکتا، ہاں عدن آجائے گی تو ٹینشن کم ہو جائے گی۔ میں یہیں کہیں کچھ دیر آرام کرلوں گا۔"

"میں خالہ کو چھوڑ کر نہیں......"

"بابا! آپ انعم کو گھر چھوڑ آئیں اور واپسی پہ عدن کو ساتھ لے آئیے گا۔" انعم کی مزید کوئی بات سنے اس نے سیدھا بابا کو حکم دیا اور اس کی بات سن کر ان کی حالت انعم سے بھی بری تھی۔

اس نے ایک بار پھر عدن کا نمبر ملایا اور یہ اس کی ساتویں کوشش تھی۔ یہ کوشش بھی ناکام گئی تو وہ اچھا خاصا جھنجلا گیا تھا۔

"آپ لوگ ابھی تک گئے نہیں؟" وہ ماں جی کو دیکھ کر واپس آیا تو انہیں وہیں کھڑے دیکھ کر حیرانی سے پوچھا۔

"وہ آپ نے بہو کو لانے کا کہا تو......"

"تو کیا بابا؟"

"وہ...... وہ بہو تو گھر نہیں ہیں۔" کبھی نا کبھی تو اسے بتانا تھا تو بابا نے ہمت کرہی لی۔

"حد ہوگئی۔ آپ لوگوں نے ابھی تک اسے ماں جی کا نہیں بتایا......" وہ یقیناً معاملے کی سنگینی نہیں سمجھا تھا۔

"اچھا، میں اس کے ماموں کو کال کرتا ہوں

"آپ اسے وہاں سے لے آئیں۔" وہ اب موبائل پہ کوئی نمبر ڈھونڈ رہا تھا۔

انعم اور بابا نے بے بسی سے ایک دوسرے کو دیکھا، وہ ان کی کوئی بات سن نہیں رہا تھا جیسے اسے کسی سے کوئی غرض نہ ہو بس جلد از جلد عدن سامنے چاہیے تھی۔

"السلام علیکم!" دوسری طرف سے جواب ملتے ہی وہ ان سے دور ہٹ گیا۔

بابا نے دل ہی دل میں شکر ادا کیا شاید اسی طرح معاملات ٹھیک ہو جائیں جب کہ انعم کے چہرے پہ ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ اسے اپنی محنت لمحے میں ضائع ہوتی نظر آ رہی تھی۔ اس کے پلان میں خالہ کی بیماری اور ہارون کی اتنی جلدی واپسی نہیں تھی۔ ابھی تو غلط فہمیوں کو مزید بڑھانا تھا مگر سب پانی میں جاتا نظر آ رہا تھا۔ ہارون اسے واپس لے آئے گا اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔

"آپ کی بہو سے بات ہو گئی؟ میں انہیں لینے چلا جاؤں؟" بابا کے لہجے میں امید کی کھنک تھی۔

"عدن کہاں ہے انعم؟" بابا کو جواب دینے کی بجائے وہ انعم کے سر پہ کھڑا غیض و غضب کی تصویر بنا ہوا تھا۔

"اپنے ماموں کے گھر۔"

"وہاں نہیں ہے۔" انعم کے چہرے پہ تاریک سایہ لہرایا۔

اسے سمجھنے میں لمحہ لگا تھا کہ معاملہ اتنا سیدھا نہیں جتنا دکھ رہا تھا۔ پہلے ماں جی کی پریشانی نے بری حالت کر رکھی تھی ایسے میں عدن کی غیر موجودگی سونے پہ سہاگہ تھی۔

"ماں جی کی طبیعت کب خراب ہوئی؟ عدن کی موجودگی میں یا اس کے جانے کے بعد؟" نہ جانے وہ کیا جاننا چاہ رہا تھا۔

"اس کے جانے کے بعد۔" انعم نے مرے سے لہجے میں جواب دیا۔

"اس کا مطلب واقعی کچھ ایسا ہے جس سے میں انجان ہوں۔" وہ پیشانی مسلتے ہوئے راہداری میں چکر لگانے لگا۔ عدن گھر نہیں تھی، ماموں کی طرف نہیں گئی تو کہاں جا سکتی ہے۔ اس کا تو سوچ سوچ کر برا حال ہو رہا تھا۔

"بابا! آپ نے اسے اکیلے جانے کیسے دیا؟" وہ ایک دم رکتے ہوئے دوبارہ سراپا سوال بنا۔

"میں مغرب کی نماز پڑھنے گیا ہوا تھا وہ میری غیر موجودگی میں چلی گئیں۔ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا، وہ ہمیشہ میرے ساتھ ہی جاتی تھیں۔"

بے بسی کی انتہا تھی۔ کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کیا کرے؟ کہاں اسے تلاش کرے؟ چل چل کر تھک گیا تو ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔

وہ کتنی ہی دیر بیٹھ کر دماغ دوڑاتا رہا لیکن عدن کہاں گئی، کیوں گئی؟ کوئی سرا نہیں مل رہا تھا مگر اس کی بیوی نہیں مل رہی تھی وہ ہاتھ پہ ہاتھ رکھ کے نہیں بیٹھ سکتا تھا۔ گھنٹوں پہ گھنٹے گزرتے چلے گئے مگر ہارون کی تلاش کو کوئی کنارہ نہیں ملا۔ رات گزر گئی، نیا دن آ گیا اور وہ وہیں ساکت بیٹھا رہ گیا...... خالی ہاتھ......اداس آنکھیں لیے۔

ڈاکٹر ماں جی کو روم میں شفٹ کرنے کی خبر لایا اور اسی پل راہداری کے آغاز سے جاوید صاحب اپنی طرف آتے دکھائی دیے۔ ان کے ساتھ مومنہ اور ثمینہ بیگم بھی تھیں۔

"کیسی طبیعت ہے بہن جی کی؟" ان کے چہرے پہ واضح رقم تھا کہ وہ پہلا سوال عدن کے متعلق کرنا چاہتی تھیں یہ تو وہ آداب تیمارداری نباہ رہی تھیں۔

وہ اثبات میں سر ہلاتا انہیں اپنی معیت میں لیے کمرے میں داخل ہوا۔ ماں جی کی آنکھیں ہارون کو دیکھ کر روشن ہوئیں مگر جیسے ہی نگاہوں نے پیچھے کا منظر دیکھا تاثرات غیر مبہم سے ہو گئے جو اس کی نگاہوں سے چھپے نہیں رہ سکے۔

"ہارون! میں ان لوگوں سے ابھی کوئی بات نہیں کرنا چاہتی۔ انہیں کہو یہاں سے چلے جائیں۔"

digest library.com

ان کی بات پہ سب کا چہرہ فق ہوا۔ ہارون کا شک غلط نہیں تھا اس کا اندازہ ماں کے جملوں سے ہو گیا۔

"آپ مجھے میری بیٹی دے دیں حلیمہ بہن، میں یہاں سے چلی جاتی ہوں۔" ثمینہ ماں تھیں، دو دن سے ان کی بیٹی لاپتا تھی اب صبر کا بندھ ٹوٹنا بنتا تھا۔

"میں نے اسے میکے چلے جانے کو کہا تھا۔" ان کی آواز میں نقاہت تھی۔ طبیعت ابھی سنبھلی نہیں تھی۔ اس پہ مستزاد سامنے کھڑے لوگوں سے شدید شکوے تھے مگر ان کے مطالبے نے ہوش اڑا دیے تھے۔

"وہ ہماری طرف نہیں آئی۔" ثمینہ بیگم کا لہجہ ہی نم نہیں ہوا بلکہ آنکھ سے آنسو بھی ٹپک گیا۔

"ایسے کیسے ہو سکتا ہے میں نے خود بابا کو کہا تھا اسے چھوڑ کر آنے کا......"

ہارون نے بابا کا جواب انہیں کہہ سنایا۔

"اس کی کسی دوست سے معلوم کرو۔"

"ہماری صرف ایک ہی دوست ہے نازش اور اس سے میں معلوم کر چکی ہوں۔" مومنہ کے جواب پہ ہارون نے ضبط سے مٹھیاں بھینچیں، وہیں حلیمہ بیگم کا چہرہ پیلا پڑ گیا۔

"ہارون! تمہارے اتنے تعلقات ہیں بیٹا۔ تم کہیں پتا کرو۔" انہیں واقعی ہی تشویش لاحق ہو گئی تھی۔ ایسا تو ان کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھا۔

"میں اسے آپ کے حوالے کر کے گیا تھا نا۔ ایسا کیا ہو گیا کہ آپ نے اندھیرے میں اسے گھر سے چلے جانے کو کہا۔ میں آپ کو ایسے سوال کر کے تکلیف نہیں دینا چاہتا مگر مجھے یہ بھی تو بتائیں میں اندھیرے میں کتنا بھاگ سکتا ہوں۔ اب تک میں پورا شہر ہلا دیتا اگر کسی حادثے کا گمان ہوتا مگر میری چھٹی حس کہہ رہی کچھ ایسا ہے جو میری نگاہوں سے اوجھل ہے۔ اس لیے ماں جی مجھ پہ رحم کریں اور بتائیں آپ نے کیوں اسے اکیلے بھیجا۔ اس سے ایسا کیا جرم ہو گیا تھا کہ آپ نے اسے میری محبت سے ہی بے دخل کر دیا۔"

اس کے جملے وہاں موجود سب لوگوں کی آنکھوں کو نم کر گئے۔ وہ خود کب پرسکون تھا، اس کی آنکھوں کے سرخ گوشے اذیت کے گواہ تھے۔

حلیمہ بیگم کے سارے وجود کو ایک اذیت ناک لہر نے اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔ بیٹے کی ٹوٹی بکھری حالت، نم آنکھیں تو کسی اور کہانی کا ورق الٹ رہی تھیں۔ وہ تو کسی لٹے پٹے مسافر کا حال بیان کر رہا تھا۔ یہ احساس ہی جان لیوا تھا کہ وہ کوئی جرم کر بیٹھی تھیں، اپنے بیٹے کا دل اجاڑ بیٹھی تھیں۔ ایک موہوم سی امید کے سہارے وہ اسے سارا کچھ بتاتی چلی گئیں کہ شاید ان کے سر کوئی الزام نہ آئے مگر بات مکمل ہونے تک یہ امید بھی دم توڑتی نظر آ رہی تھی۔

"وہ مجھے کہتی رہی کہ مجھے ہارون کو سب بتانے دیں مگر میں نے اسے منع کر دیا۔ وہ تمہیں دل و جان سے قبول کر بیٹھی تھی بلکہ محبت کرنے لگی تھی۔ ماں ہوں نا اس کے کہے بنا سمجھ گئی اور اس کا دل نہ ٹوٹ جائے اس ڈر سے اسے خاموش کرا دیا۔"

ثمینہ بیگم کے ضبط کی تمام کوششیں اس لمحے ختم تھیں۔ ان کا زار و زار رونا جاوید صاحب کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرا گیا۔

"میں نے اسے یقین دلایا تھا کہ جب بھی مومن کو لے کر اس کی زندگی میں کوئی مشکل وقت آیا میں سب کی غلط فہمی دور کر دوں گی۔ میں کچھ نہ کر سکی۔ میری بچی نہ جانے کہاں ہو گی؟"

"بھائی صاحب! آپ کا بیٹا میری بیوگی کی کمائی کھا گیا۔" وہ کسی طرح قابو میں نہیں آ رہی تھیں۔ ہارون نے انہیں اپنے ساتھ لگا لیا۔

"مجھے سب پتا تھا، کچھ بھی مجھ سے چھپا ہوا نہیں تھا۔ میں اسے ڈھونڈ لوں گا آپ فکر مت کریں۔"

ہارون کے چند جملے حلیمہ بیگم کا فشار خون بڑھا گئے۔ انہوں نے سلگتی نگاہوں سے انعم کی جانب دیکھا۔ یہاں ان کی وہ نیکی تھی جو ان کے ہی گلے کا پھندا

بن گئی تھی۔
"ہارون! سب سے پہلے اس لڑکی کو میری نگاہوں سے دور کرو۔" انہوں نے اکھڑتی سانسوں سے انعم کے لیے وہ فیصلہ لیا جو شاید کافی دیر پہلے لے لینا چاہیے تھا۔
"خالہ! مجھے معاف ......" اس کا جملہ منہ میں ہی رہ گیا کیونکہ ان کی بگڑتی طبیعت کے سبب وہاں کھلبلی مچ گئی تھی۔
ڈاکٹرز کمرے میں آئے تو ان سب کو باہر نکال دیا گیا۔ ہارون سب سے ہٹ کر کونے میں چلا آیا اور ارسلان کو کال ملا لی۔ وہ جلد از جلد عدن کو تلاش کرنا چاہتا تھا۔

☆☆☆

گھنٹے دنوں میں اور دن ہفتوں پہ محیط ہوتے چلے گئے مگر ہارون کی تلاش مکمل نہ ہو سکی۔ ماں جی گھر آ گئی تھیں۔ ایک خاموشی تھی جس نے در و دیوار کے ساتھ ساتھ وہاں رہنے والے مکینوں کو جکڑ لیا تھا۔ انعم کو اس کے بھائی بھابھی کے پاس واپس بھجوا دیا تھا، وہ معافیاں مانگتی رہی مگر ہارون کے دل میں اتنی وسعت نہیں تھی کہ اپنے وجود کا اک حصہ کاٹنے والے کو معافی کا اذن دے دیتا۔ وہ جس آگ میں جل رہا تھا انعم کا چہرہ دیکھ کر الاؤ مزید بھڑک جاتا تھا۔ اس نے ماں جی کے لیے نئی ملازمہ رکھ لی تھی۔
اس کا معمول پھر سے پہلے والا ہو گیا۔ کئی کئی دن گھر نہیں آتا اور کبھی رات کے اندھیرے میں آتا تو ماں جی کے کمرے میں ہی چند گھنٹوں کی نیند لے کر واپس نکل جاتا۔ اپنے کمرے میں جاتے ہوئے وحشت ہوتی تھی۔ اس کا احساس رگ و جان پہ اذیتوں کے نئے در کھول دیتا، ذہن میں دو ماہ پہلے کورس کے لیے جاتے وقت اس کی سسکیاں گونجنے لگتیں۔ وہ روک رہی تھی مگر اس نے ہمیشہ کی طرح ہر رشتے پہ اپنے فرض کو اولیت دی۔ اس قدر بڑے نقصان کا علم ہوتا تو وہ کہیں نہ جاتا۔ اس کے پہلو میں ٹک جاتا، اس کو خود میں چھپا لیتا مگر اس سے دور بھی نہیں جاتا۔
اس نے اپنا سارا اثر و رسوخ استعمال کر کے دیکھ لیا تھا مگر وہ خود کو نہ جانے کیسے پردوں میں چھپا چکی تھی کہ سامنے آنا ہی نہیں چاہتی تھی۔ شہر میں سخت ترین چیکنگ تھی کہ شاید وہ کہیں دکھائی دے جائے۔ کتنے ہی دن یونیورسٹی کے گیٹ کے باہر کھڑا رہا کہ شاید اپنا شوق پورا کرنے کی خاطر چلی آئے مگر ہر کوشش بے سود رہی۔
آج کتنے ہی دنوں بعد پو پھٹتے وقت گھر میں داخل ہوا اور ماں جی کے کمرے میں چلا آیا۔ انہیں اذکار میں مصروف دیکھ کر وہیں صوفے پہ بیٹھ گیا اور نہ جانے کس وقت تھکن سے بھرپور آنکھیں بند ہوتی چلی گئیں۔ گہری نیند میں بھی ماں جی کا قریب بیٹھنا اور سر دبانے کا احساس ہوتا رہا مگر انہیں منع کرنے کی ہمت مفقود تھی۔
"ہارون!" پکارنے کے ساتھ ساتھ اسے ہلایا گیا۔
"ہمم ......" نیند سے اٹی آنکھیں کھول کر بمشکل ماں جی کو دیکھا۔
"بیٹا! یہاں گردن تھک جائے گی اٹھ کر بستر پہ لیٹ جاؤ۔"
وہ شاید ضد پہ اڑا رہتا اور مزید کچھ وقت یہیں سو کر کام پہ چلا جاتا لیکن ماں جی کے چہرے پہ پھیلی تفکر کی لکیریں ضد کا بند توڑنے میں کامیاب رہیں۔ وہ نہ جانے کتنی بار اس سے معافی مانگ چکی تھیں۔ ان کے چہرے پہ ہر وقت شرمندگی ہوتی مگر ان کی شرمندگی اور معافیاں اس کی تکلیف کم نہیں کر پا رہی تھیں۔ دن گزرنے کے ساتھ ساتھ اذیت بڑھتی جا رہی تھی۔
"کیوں بے حال ہو رہے ہو ہارون؟ خود کو تباہ کر دینے سے کیا حاصل ہوگا؟ خود سے ضد کیوں لگا لی ہے میرا بچہ!" اس کی پیشانی پہ بکھرے بالوں کے جال کو پیچھے کرتے ہوئے تفکر سے پوچھ رہی تھیں۔
"یہ ضد نہیں ہے ماں جی! یہ بے بسی ہے!"

"تم اسے ڈھونڈتے رہو۔ وہ مل جائے گی، حوصلہ رکھو۔" دعائیں وہ کر رہی تھیں لیکن اسے صرف سہارا دے سکتی تھیں۔

"ڈھونڈا اسے جاتا ہے جو کھو جائے۔ جو خود کو چھپا لے، ظاہر نہ ہونا چاہے اسے کیسے تلاش کیا جائے؟" لہجہ مکمل ہارا ہوا تھا۔

وہ ماں تھیں اس کی اذیت سمجھ رہی تھیں گر اپنے اکلوتے پھول کو مرجھاتے نہیں دیکھ سکتی تھیں۔

"تو کیا جب تک وہ نہیں ملے گی تب تک خود کے ساتھ ایسا ہی ظالمانہ سلوک روا رکھو گے؟ خود کو اسی طرح تباہ کرتے رہو گے؟"

"ہونا تو ایسا ہی چاہیے......" ایک لمبا سانس فضا کے سپرد کرتے اٹھ کھڑا ہوا۔ "وہ میری بیوی ہے، میری پناہ میں تھی، میرے حصار میں اور میرے ہوتے ہوئے اس کے ساتھ اس قدر ناانصافی ہو گئی تو مجھے چین کیسے پڑ جائے۔ یہ دنیا ایک جنگل ہے، اس جنگل میں وہ کہاں بھٹک رہی ہو گی یہ خیال سونے تک نہیں دیتا۔ کھانا دیکھتا ہوں تو خیال آتا ہے نہ جانے اس نے کچھ کھایا ہو گا یا نہیں؟"

اس کا فون بجنے لگا تھا۔

آج کل وہ ایک بہت ضروری کیس پہ کام کر رہا تھا۔ ڈاکوؤں کا ایک گینگ شہر میں مجرمانہ سرگرمیوں میں مصروف تھا۔ ایک لمحے کی فرصت نہیں تھی مگر عدن کی تلاش کرنا چھوڑ نہیں پایا۔ ارسلان کی کال تھی یقیناً کسی کام کے لیے نکلنا ہو گا۔ اس نے موبائل کان سے لگا لیا۔ کچھ دیر بات کرنے کے بعد موبائل واپس جیب میں ڈالتے ہوئے ماں جی کی جانب مڑا۔

"آپ دعا کریں وہ مجھے مل جائے ورنہ میں کبھی خود کا سامنا نہیں کر پاؤں گا۔" ان کے آگے جھک کر پیار لیا۔ اس کو بنا سوئے، بنا کچھ کھائے پیے واپسی کے لیے نکلتے دیکھ دل مسوس کر رہ گئیں۔ اسی پل دوبارہ کال آئی اور اسکرین پہ چمکتا نمبر دیکھ کر چونک گیا۔

مومنہ کی کال تھی، فوراً فون اٹھایا اور دوسری طرف سے نہ جانے کیا کہا گیا جسے سن اس کا چہرہ کھل گیا۔

digest library.com

"کیا کہہ رہی تھی مومنہ؟"

"وہ آج یونیورسٹی آئی ہے۔ مومنہ نے اس سے چھپ کر مجھے کال کی ہے، مجھے فوراً نکلنا ہو گا۔" اس کے انداز میں اس قدر عجلت تھی مبادا لمحے کی تاخیر سے کچھ ہو جائے گا۔ وہ فوراً وہاں سے نکل گیا تو ماں جی سجدہ شکر ادا کرنے چل دیں۔

وہ گاڑی اڑاتا ہوا یونیورسٹی پہنچا تھا۔ اس وقت وہ ارسلان کی کال کو بھی فراموش کر چکا تھا، یہ بھی بھول گیا کہ ایک ضروری میٹنگ ہے جہاں سب افسران اس کے منتظر ہوں گے...... یاد تھی تو بس عدن...... اپنی زندگی جو پچھلے دو ماہ سے روٹھی ہوئی تھی۔

اس نے مومنہ کو کال کی اور عدن کے متعلق پوچھا۔

"وہ ایڈمن بلاک کی جانب گئی ہے۔"

"تم اس کے ساتھ نہیں ہو؟" ہارون کو حیرانی ہوئی تھی۔ وہ اسے کیسے اکیلا چھوڑ سکتی ہے؟

"وہ مجھ سے بات نہیں کر رہی ہارون بھائی، بلکہ اس نے مجھے دیکھنا بھی گوارا نہیں کیا۔" اس کا لہجہ یاسیت سے اٹا ہوا تھا۔

"اچھا تم گیٹ تک پہنچو، میں اسے لے کر آتا ہوں۔ سب سے پہلے آنٹی سے ملوانے لے کر جاؤں گا تو ساتھ تمہیں بھی ڈراپ کر دوں گا۔"

اس کا جواب سنے بنا کال کاٹ دی اور لمبے لمبے قدم اٹھاتا ایڈمن بلاک کی جانب بڑھ گیا۔ دھڑکنیں بے قابو ہو رہی تھیں۔ آنکھیں گزرے دنوں کی تڑپ لیے متلاشی سی بھٹک رہی تھیں۔

مومنہ ہارون کے انتظار میں کھڑی تھی جب وہ اپنی جانب آتا دکھائی دیا۔

"عدن نہیں آئی آپ کے ساتھ؟"

"وہ وہاں کہیں بھی نہیں ہے۔ تم اسے روک نہیں سکتی تھیں تو کم از کم اس کے ساتھ رہتی۔" بے

بکی سے بالوں میں ہاتھ چلاتا ہوا ضبط کی انتہاؤں پہ تھا ورنہ بس نہیں چل رہا تھا عدن کے نہ ملنے کا غصہ مومنہ پہ اتار دے۔

"وہ مجھ سے بات کرنے کی روادار نہیں اور......"

"تو کیوں کرتی بات......؟" وہ اپنا لہجہ کوشش کے باوجود تلخ ہونے سے روک نہیں پایا۔ "تم لوگوں نے اس کے ساتھ کون سی بھلائی کی ہے؟"

"اور ہم لوگوں نے اس کے ساتھ کون سی دشمنی کی ہے؟" وہ منہ کھولے حیرانی سے ہارون کے الزامات کی بوچھاڑ سن رہی تھی۔

"آج میں جس مقام پہ ہوں تمہارے بھائی کی وجہ سے ہوں اور تم ابھی اپنے قصور پوچھ رہی تھی نا تو کاش تم لوگوں نے اپنے گھر کے دروازے اس کے لیے کھلے رکھے ہوتے تو وہ یوں در در نہ بھٹک رہی ہوتی۔ باقی سب کی چھوڑو تم نے بھی اس پہ اپنے بھائی کو ہی فوقیت دی، اس کا ساتھ دینے کے بجائے اپنے بھائی کے کورٹ میں کھڑی ہوئیں۔" وہ اتنا بھی انجان نہیں تھا بلکہ توقع سے زیادہ باخبر تھا۔

"ہاں۔ میں نے اپنے بھائی کا ساتھ دیا کیونکہ اس قصے میں سب سے زیادہ نقصان اس کے حصے میں آیا ہے۔ اس کہانی کا مظلوم کردار صرف میرا بھائی ہے۔ اس تکون میں کوئی خالی ہاتھ رہا ہے تو وہ مومن جاوید ہے......" اس کا صرف لہجہ نہیں بھیگا تھا بلکہ آنسو بھی بہہ نکلے تھے۔ "وہ میرا بھائی تھا جس نے بچپن سے عدن کو خود سے منسوب دیکھا اور ایک جھٹکے میں اس کی محبت کو چھین کر آپ کی جھولی میں ڈال دیا گیا۔ کس جرم کی پاداش میں؟ ایسا کیا کر دیا تھا اس نے؟ کیا اپنی خواہشوں کو پورا کرنا جرم ہے؟ اتنا بڑا جرم کہ اس کا دل نوچ ڈالو؟ ...... وہ ہمارا لیونگ اسٹینڈرڈ بہتر کرنے کے لیے یہاں سے گیا اور ابو نے اتنا سخت فیصلہ لے لیا جیسے وہ کبھی واپس نہیں لوٹے گا۔"

وہ اس کے سامنے سوالی بنی کھڑی تھی اور اس کا دامن کسی بھی جواب سے خالی تھا۔

"وہ واپس آ رہا ہے صرف سات ماہ میں اس کا ورک پرمٹ بن گیا۔ ابو اس کی قسمت کا فیصلہ کرتے ہوئے یہ بھول گئے کہ سب ہمیشہ ان کی منشاء کے مطابق نہیں ہوگا۔ بہن سے کیے وعدے پہ اپنے بیٹے کی خوشیاں وار دیں۔ ابو نے اپنے بیٹے پہ بھانجی کو ترجیح دی یا شاید اپنی ضد کو...... جس بیٹے کی ہر خواہش پوری کی اس کی زندگی بھر کی خوشی چھینتے ہوئے نہ جانے کیوں ابو کا دل نہیں کانپا؟ انہیں ابھی بھی اپنی غلطی کا اندازہ نہیں ہے۔ انہیں ابھی بھی اپنی بہن اور بھانجی کی فکر ہے اپنے بیٹے کی نہیں جس کے ٹوٹے دل کی آہیں پتھر دل انسان کو بھی موم کر دیں......" وہ چند ثانیے سانس لینے کو رکی۔ "اب آپ بتائیں کیا اس کو اپنا دکھ منانے کی بھی اجازت نہیں؟ کیا اپنے غم پہ رونے کی اجازت بھی اسے آپ اور ابو سے لینی پڑے گی؟ آپ سب نے اس کا حق مارا ہے اور شرمندہ ہونے کے بجائے ڈھٹائی پہ اڑے ہوئے ہیں مگر میرا بھائی آپ لوگوں جیسا نہیں ہے......"

اس کی آنکھوں میں ہارون کے لیے چیلنج تھا، فخر تھی جیسے اپنے بھائی کا دامن ہر الزام سے صاف کرلیا ہو۔

"اس نے عدن کو فون اس کی راہ مزید کانٹے بچھانے کے لیے نہیں بلکہ کانٹے چننے کے لیے کیا تھا۔ امی کے رویے کی معذرت کرنے کے لیے کیا تھا اور یہ یقین دلانے کے لیے کہ اس گھر کے دروازے مومن جاوید نے خود پہ بند کرلیے مگر اس کے لیے تا عمر کھلے رکھنے کا انتظام کردیا۔ وہ اس کی خوشی کے لیے اپنے خونی رشتے اسے دینے کو تیار تھا مگر آپ کے گھر میں اس کی باتوں کو غلط رنگ دیا گیا۔"

وہ ایک تلخ نگاہ ہارون پہ ڈال کر واپس ڈیپارٹمنٹ کی جانب بڑھ گئی۔ کچھ قدم چلنے کے بعد واپس ساکت کھڑے ہارون کے پاس آئی شاید کچھ کہنا باقی تھا۔

"وہ اب بھی واپس آ رہا ہے تو عدن کی تلاش

کے لیے......اب ابو کی طرح یہ مت کہے گا کہ وہ اتنا بھی حق نہیں رکھتا کہ اس کو تلاش کر سکے۔"

وہ جا چکی تھی مگر ہارون خود کو شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گرتا محسوس کر رہا تھا۔ وہ کتنی آسانی سے سب الزام اسے دے گیا مگر کہانی کو غلط رنگ تو اس کے گھر میں دیا گیا تھا۔ آج مومن جاوید کی حیثیت اس کی نگاہوں میں بدل گئی، وہ واقعی بے قصور تھا بلکہ زیادتیوں کا محور صرف اسی کی ذات تھی۔ اس کی بہن اس کا مقدمہ کیا کمال لڑ کر گئی تھی۔ مدھم سا مسکراتے ہوئے اس خالی راستے کو دیکھا جہاں سے وہ گزری تھی۔

اسی لمحے میسج ٹون بجی اور ارسلان کا میسج سنتے ہوئے وہ لحہ بھی ضائع کیے بنا واپسی کو بھاگا۔

یہ کیس اس کی قابلیت کی بنا پہ اس کے حوالے کیا گیا تھا۔ کورس کے بعد اس کی پروموشن متوقع تھی مگر وہ ادھورا چھوڑ کر واپس آ گیا۔ اب یہ کیس کسی قیمت پہ کسی دوسرے افسر کے پاس جانے نہیں دے سکتا تھا سب سے بڑھ کر اس کا فرض اجازت نہیں دیتا تھا کہ وہ اپنی ذاتی زندگی کو شہریون کی سلامتی پہ ترجیح دے۔ میٹنگ میں جاتے ہوئے اس نے خود سے عہد کیا کہ یہ کیس ختم ہونے تک عدن کی تلاش کو اولیت نہیں دے گا۔

توقع کے مطابق حکام بالا نے اس کی اچھی خاصی کلاس لی تھی۔ وہ بنا ایک لفظ وضاحت کا دیے خاموشی سے سنتا رہا کیونکہ واقعی غلطی پہ تھا۔ انہیں اپنی کامیابی کا یقین دلاتے میٹنگ سے واپس آیا تو اس کے چہرے پہ وہی سختی تھی جو اس کے شعبے کو چاہیے تھی۔ عدن نامی حزن اس کے چہرے سے کم ہو چکا تھا۔

اس کے بعد اس نے دن رات ایک کر دیے۔ اپنے ماتحتوں کی دوڑیں لگوا رکھی تھیں، کسی ایک کو سکون کا سانس لینے کی اجازت نہیں تھی مگر ہر کوشش ناکام جا رہی تھی۔ ایسے میں ایک بار پھر افسران کی سامنے اس کی ایک نہ چلی تو اس کی حالت زخم کھائے ہوئے شیر جیسی ہو گئی۔ وہ اپنے ڈیپارٹمنٹ والوں پہ کھل کر برسا مگر صد شکر کہ امید کا سرا ہاتھ لگ گیا۔

ارسلان بہت بڑی خبر لانے میں کامیاب رہا تھا۔

"سر! مجرم جتنا بھی چالاک کیوں نہ ہو کوئی نہ کوئی نشانی ضرور چھوڑتا ہے، بس ضرورت ایماندار اور قابل محافظ کی ہوتی ہے۔" ارسلان کے لہجے میں ہارون کے لیے ستائش تھی کیونکہ یہ اس کا ہی کارنامہ تھا۔ اس نے ہی پرائیویٹ ہاسٹلز کی جانب توجہ دلائی تھی۔ اب بس ایکشن کی کمی تھی۔ وہ سب آج کی رات گزرنے کا شدت سے انتظار کر رہے تھے۔

digest library.com

☆☆☆

صبح کی روشنی نے زمین کو اپنی لپیٹ میں لیا تو سارے شہر کی فضا اداس محسوس ہوئی، یہ شاید کسی آنے والی قیامت کی پیش گوئی تھی۔ روزگار زندگی کا آغاز ہوا تو سوز کی گھٹن مزید بڑھنے لگی۔ وقت کا ہندسہ جیسے ہی نو کے قریب پہنچا پولیس فورس سادہ لباس میں ہاسٹل کے اندر داخل ہوئی۔ چوکیدار اور وارڈن کو سب سے پہلے حراست میں لے لیا گیا تھا۔ وہ پھونک پھونک کر قدم رکھ رہے تھے، ہاسٹل میں لڑکیوں کی تعداد نہ ہونے کے برابر تھی اس لیے جانی نقصان کا دباؤ کم تھا مگر اس قدر احتیاط کے باوجود مجرم کو خبر ہو گئی اور ایک دم ہاسٹل کی خاموشی میں گولیوں کی تڑتڑاہٹ گونجنے لگی۔ اس قدر سخت اور اچانک ردعمل کی توقع نہیں تھی اس لیے سنبھلنے میں کچھ وقت لگا۔

انہوں نے پہلی منزل جلد ہی ریکور کی۔ مجرم کے پیچھے دوسری منزل پہ بھاگتے ہوئے اچانک ہارون کے قدم رکے، دنیا کی حرکت تھم گئی، سماعتیں سہم گئیں۔ تین ماہ کا انتظار بالآخر ختم ہوا، ہفتوں کی تلاش مکمل ہوئی۔ غصہ، طیش، فکر، تشویش، سکون...... بیک وقت کئی لہروں نے وجود کی دیواروں سے سر پٹکا۔ ارسلان نے مڑ کر اس کا ساکت ہونا دیکھا اور صورت حال سمجھتے ہوئے سب کو اپنی قیادت میں لیے آگے بڑھ گیا۔

گولیوں کی آوازیں ایک بار پھر سے بلند ہوئیں تو وہ گڑبڑا کر ہوش میں آیا۔ مقابل کا بازو سختی سے پکڑا اور کھینچتے ہوئے سامنے ادھ کھلے دروازے کے اندر دھکیل دیا۔

"اندر سے دروازہ لاک کرو اور جب تک میں نہ آؤں یہاں سے نکلنا مت ورنہ میں بھول جاؤں گا کہ ہمارے درمیان کوئی رشتہ ہے۔" دروازہ بند کرتے ہوئے تب تک وہاں کھڑا رہا جب تک دروازہ لاک ہونے کی آواز نہیں آئی اور پھر فوراً اوپر کی جانب بھاگا۔

آپریشن جلد ہی مکمل ہو گیا۔ اس کے چار لوگ زخمی تھے جنہیں فوراً ہسپتال بھیجا گیا۔ مجرموں کو ارسلان کی قیادت میں روانہ کیا اور ہاسٹل کو سیل کر دیا۔ میڈیا کے آنے سے پہلے عدن کو یہاں سے نکالنا چاہتا تھا اس لیے پہلی فرصت میں اوپر پہنچا۔ پہلی دستک پہ ہی دروازہ کھل گیا، اس سے کوئی بات کی نہ اس کا چہرہ دیکھا بس ہاتھ پکڑا اور تیز رفتاری سے ہاسٹل سے باہر نکل آیا۔ گاڑی تک پہنچا اور اسے بٹھاتے ہی گاڑی اڑا لے گیا۔

سارا راستہ ان کے درمیان ایک لفظ کا تبادلہ نہیں ہوا۔ اس کے تاثرات اس قدر پتھریلے تھے کہ چاہ کر بھی کوئی کچھ نہ بول سکے۔ عدن کو لے کر اپنے گھر آیا تھا۔ گاڑی گھر کے باہر روکتے گیٹ کھولے اندر آیا، اس کے انداز ایسے تھے جیسے کسی دوسرے وجود کی خبر ہی نہ ہو۔ وہ آگاہ ہی نہ ہو کہ اس کے ساتھ کوئی دوسرا انسان بھی ہے۔

"بابا! میری اجازت کے بغیر کسی نے اس گھر سے قدم باہر نکالا تو بے شک اس کی ٹانگوں پہ گولی مار دیجیے گا۔" اس کا اشارہ اپنے سے چند قدم پیچھے کھڑے وجود کی جانب تھا جسے دیکھ کر بابا کی آنکھیں چمک گئیں۔

وہ جس تیزی سے آیا اسی عجلت میں واپس مڑ گیا تھا۔

وہ ایک بار پھر اسی مانوس جگہ پہ کھڑی تھی جس سے وابستہ اپنائیت نے ہر رات تکیہ بھگویا تھا۔ یہاں لوٹ آنے کی چاہ میں وہ کتنا تڑپی تھی مگر لوٹ آنا؟ ہشہ

خوشگوار نہیں ہوتا۔ اس نے تصور کیا تھا واپسی کے بعد سب آسان ہو جائے گا مگر کبھی کبھی واپسی کے سفر کی منزل خدشات کی زمین ہوتی ہے۔ اس محفوظ چھت کو اپنی کٹھنائیوں سے نجات کا ذریعہ سمجھتی تھی مگر تیز رفتار دھڑکنیں اشارہ تھیں کہ کٹھنائیاں مزید بڑھنے والی ہیں۔

☆☆☆

وہ سہم سہم کر اندر داخل ہوئی۔ احم کی طنزیہ باتیں اور دل جلاتی مسکراہٹ کا سوچ کر ہاتھ پاؤں ٹھنڈے پڑ رہے تھے، ماں جی کی بے اعتباری روح کا خون کرتی محسوس ہو رہی تھی۔ وہ سمجھ نہیں پائی اتنی عجلت میں لانے کا کیا فائدہ جب اس کے ساتھ کھڑا نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ کیسے سب کے سوالوں کے جواب دے گی؟ پہلے تو صرف مومن سوالیہ نشان تھا اب تو تین ماہ گھر سے غائب رہی تھی۔ اب تو سوال نامہ بہت طویل ہو گیا ہو گا۔ اپنی بے بسی پہ ایک آنسو آنکھ سے ڈھلک گیا۔ دل چاہ رہا تھا فوراً سے بیشتر بھاگ جائے مگر بھاگنے کا راستہ مسدود ہو چکا تھا۔ آگے بڑھنے سے دل انکاری تھا۔ اسی کشمکش میں کافی حد تک لاؤنج کے اندر آ گئی اور اسی لمحے حلیمہ بیگم کی نگاہ اس پہ گئی۔ کتنے ہی پل انہیں یقین نہیں آیا کہ وہ ان کی آنکھوں کے سامنے کھڑی ہے۔ آنکھوں کے نیچے گہرے حلقے، پیلی زرد رنگت، ہڈیوں کا ڈھانچہ بنا وجود عدن کا تھا۔ وہ فوراً سے پیشتر اس تک پہنچیں اور اسے بانہوں میں سما لیا۔

"شکر ہے میرے خدایا۔ لاکھ لاکھ شکر ہے میری بچی واپس آ گئی......" اس کا منہ بار بار چومتے واپس گلے لگ گئیں۔ "تم کہاں چلی گئی تھیں میری بچی؟ ایک بار ہم سب کا خیال نہیں آیا؟ مجھے غلط فہمی ہو گئی تھی بلکہ گناہ ہو گیا جو تم پہ یقین نہ کر سکی مگر تمہیں یوں نہیں جانا چاہیے تھا۔ تم نے ہم سب کو بہت پریشان کر دیا عدن۔" وہ روتے ہوئے اپنی پشیمانی عیاں کر رہی تھیں۔

وہ اپنی پریشانی کا شکوہ کر رہی تھیں مگر وہ اپنی تکالیف کا ذکر کس سے کرتی، یہ تین ماہ اس کے لیے کیسے عذاب کی طرح گزرے تھے؟ ابھی ابھی تو اس کی آزمائش ختم ہوئی تھی، ساتھ

نہ دیتی تو نہ جانے وہ کہاں بھٹک رہی ہوتی۔ کچھ دن اس کے گھر رہنا، ہاسٹل شفٹ ہونا، یونیورسٹی چھوڑنا، خرچے سے پریشان ہونے پہ ماں جی کا دیا کنگن بیچنا اور سب سے بڑھ کر اپنے ساتھ ایک نئے وجود کا جڑ جانا...... کچھ بھی تو آسان نہیں تھا۔ وہ بس چار مہینے گزرنے کا انتظار کر رہی تھی۔ ہارون کی واپس آتے ہی اسے گھر آنا تھا، اپنی بے گناہی ثابت کرنی تھی۔ ڈر تھا کہ اس کی غیر موجودگی میں انعم دوبارہ اپنا وار کرے گی، ماں جی ہارون کو نہ جانے کیا کیا بتائیں گی اور وہ ایسا موقع نہیں آنے دینا چاہتی تھی۔ یہاں تو سب الٹ ہو گیا تھا۔ ہارون چار ماہ مکمل ہونے سے پہلے یہاں موجود تھا بلکہ اس کے تیور کوئی اور ہی کہانی سنا رہے تھے۔ انعم کہیں دکھائی نہیں دے رہی تھی اور ماں جی اس سے لپٹ کر رو رہی تھیں۔ اتنی تبدیلیاں ایک دم سمجھ میں آنا مشکل تھا۔

”دیکھو نا میں بھی کس قدر پاگل ہوں کب سے یہاں کھڑی ہوں۔ مجھے ہارون کو بتانا چاہیے، میرا بچہ تمہیں ڈھونڈ ڈھونڈ کر پاگل ہوئے جا رہا تھا۔“

”وہ ہی مجھے چھوڑ کر گئے ہیں۔“ انہیں فون کی جانب بڑھتے دیکھ فوراً بولی۔

”اچھا لیکن باہر سے کیوں چلا گیا؟ خیر چھوڑو تم یہاں بیٹھو۔ یہ اپنا کیا حال کر لیا تم نے؟ چہرہ کیوں اتنا پیلا پڑ گیا، طبیعت ٹھیک ہے تمہاری؟“ وہ اب اس کے ظاہری حلیے پہ غور کر رہی تھیں۔

”نہیں۔“ عدن نے انکار میں سر ہلایا۔ اس کی واقعی طبیعت خراب تھی، رہی سہی کسر ہاسٹل میں ہوئی جھڑپ نے نکال دی۔ گولیوں کی آوازیں ابھی تک اس کے کانوں میں گونج رہی تھیں۔

”وہ...... وہ، میں......“ اسے بولنے پہ بے حد دقت ہو رہی تھی بس ہاتھ پیٹ پہ جا رکے۔ نگاہیں فرش پہ جھکی ہوئی تھیں۔

وہ کتنی ہی دیر ان کے کچھ بولنے کا انتظار کرتی رہی۔ خاموشی پہ سر اٹھا کر انہیں دیکھا تو چہرے کے تاثرات کچھ مبہم سے لگے......

”اپنے کمرے میں جا کے آرام کرو، تھکی ہوئی لگ رہی ہو۔“

کسی بھی جذبے سے پاک لہجہ سن کر کچھ اخذ کرنا مشکل تھا بس خاموشی سے سر ہلاتی وہاں سے اٹھ گئی۔

digest library.com

☆☆☆

گھر واپس لوٹے کئی دن ہو گئے تھے۔ گھر کے معاملات پہلے جیسے تھے بس ہارون اور اس کے درمیان کچھ بھی پہلے جیسا نہیں تھا۔ رات کے اندھیرے میں واپس آتا اور اکثر عدن کے اٹھنے سے پہلے نکل جاتا۔ کوئی سوال نہیں، کسی جواب کی چاہ نہیں...... بس خاموشی، لاتعلقی اور بے نیازی۔ ایک بات کا سکون تھا کہ اس کی ذات سے کوئی بے اعتباری وابستہ نہیں رہی تھی۔ ماں جی کا لہجہ و انداز پہلے جیسا مخلص و بے ریا تھا۔ عدن کی حالت کے حوالے سے یقیناً ہارون نے ہی ماں جی کو کچھ بتایا تھا تب ہی ان کا رویہ بدل گیا۔ اب وہ واضح خوشی کا اظہار کر رہی تھیں۔ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھ رہی تھیں مگر جس کی خوشی و خیال چاہیے تھا وہ لبوں پہ قفل لگائے ہوئے تھا۔

”عدن! ہارون کا فون آیا ہے تمہیں تیار ہونے کا کہہ رہا ہے۔“

”کیوں......؟“

”شاید ڈاکٹر پاس لے کر جانا ہے۔“

آخر کار سرد مہری کی دیوار میں دراڑ پڑ ہی گئی وجہ وہ نہ سہی اس کی اولاد ہی سہی۔ وہ اثبات میں سر ہلاتی کمرے میں آ گئی اور ایک کھلا سا لباس پہنے اس کے آنے سے پہلے تیار تھی۔ وہ کمرے میں آیا تو ایک اچٹتی سی نظر ڈال کر دوسری نظر ڈالنے کی ضرورت محسوس ہی نہیں کی۔ یونیفارم بدل کر دوسرا لباس پہنا اور کمرے سے باہر چلا گیا۔ کچھ دیر بعد ملازمہ اس کا بلاوا لیے چلی آئی۔

”خود بلاتے ہوئے بل آتا ہے۔“ من ہی من میں تلملاتے ہوئے بڑی چادر اوڑھ کر باہر نکل آئی۔ ماں جی کو سلام کرتے ہوئے گاڑی میں آ بیٹھی۔ وہ جو

سوچ رہی تھی اسے اپنے تلخ رویے کا احساس ہو گیا ہے وہ صرف خام خیالی تھی۔ اس نے جھوٹے منہ بھی اسے بلانے کی ضرورت محسوس نہیں کی اور سارا راستہ خاموشی سے کٹا۔

"تمہاری امی پریشان تھیں ان کی طرف جانا چاہو تو بتا دو۔" اس کے سارے چیک اپ کروائے، ڈاکٹر سے خود طویل گفتگو کی اور واپسی پہ یہ سوال کیا۔

"نہیں۔ مجھے کہیں نہیں جانا۔" سوال سیر جواب سوا سیر رہا۔

"جیسے تمہاری مرضی۔" سکون سے کندھے اچکا دیے گئے۔

"جی بالکل۔ سب کچھ میری مرضی سے ہی تو ہو رہا ہے۔" خاموش رہنا مشکل تھا۔

اس نے ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہوئے خود کو کچھ سخت جلانے سے باز رکھا۔ وہ کس مشکل سے اپنا غصہ قابو کیے ہوئے تھا یہ صرف وہ جانتا تھا، وگرنہ مقابل بیٹھی لڑکی نے جس قدر اذیت دی تھی اس کا حساب سود سمیت وصول کرنا چاہیے تھا۔

"اگر آپ کی مرضی وہ ہے جو پچھلے تین ماہ سے آپ کر رہی ہیں تو معذرت اس کی اجازت نہیں دے سکتا۔"

"میں نے...... میں نے یہ سب کب چاہا تھا؟ آپ مجھ پہ الزام لگا رہے ہیں؟" اس الزام پہ تڑپ ہی تو گئی۔

"میں کوئی بحث نہیں کرنا چاہتا۔" مزید کوئی جواب دیے بنا گاڑی واپسی کے راستے پہ موڑ لی۔

"مگر مجھے جواب چاہیے۔ آپ کے گھر سے مجھے نکالا گیا، میری ایک بات تک نہ سنی گئی اور آپ ہی مجھ پہ الزام لگا رہے ہیں۔"

"تم میرا انتظار کر سکتی تھی۔"

"مجھے اتنی مہلت کب دی گئی؟"

"تم مجھ سے رابطہ کر لیتیں۔"

"کیا تھا اور ساری رات رابطے کی کوشش کرتی رہی۔"

"میں تمہارا کوئی عذر نہیں مان رہا۔"

"ماننا پڑے گا ہارون لیاقت۔" اس کا لہجہ ہی اونچا نہیں تھا وجود بھی چٹخا ہوا تھا۔ غصے سے ہارون کا بازو جھٹکا تو گاڑی اچھی خاصی ڈول گئی۔

"یہ کیا بدتمیزی ہے؟" ہارون نے عدن کا ہاتھ اپنے بازو سے شدت سے ہٹایا۔

"اس بدتمیزی پہ آپ مجھے مجبور کر رہے ہیں۔ اگر مجھ پہ یقین نہیں تھا تو کیوں تلاش کر رہے تھے؟ کیوں واپس لائے اور اب فکر کا دکھاوا کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے سب پتا ہے آپ مجھے صرف اس بچے......"

"خاموش...... ایک لفظ اور نہیں۔ تمہارا دماغ اس وقت کام نہیں کر رہا تو ضروری نہیں تم میرا بھی خراب کرو۔ اب مجھے ہلکی سی آواز بھی سنائی نہ دے۔" وہ اس قدر اونچی آواز میں دھاڑا کہ واقعی وہ کچھ بول نہیں پائی۔

سارا راستہ ایک بار پھر خاموشی سے کٹ گیا۔

☆☆☆

ناشتا مکمل خاموشی سے ہوا۔ وہ واپس کمرے میں جانے والی تھی جب بھاری قدموں کی آواز آئی۔ اس کی موجودگی کا احساس آنکھوں میں نمکین پانی پیدا کرنے لگا۔ ڈاکٹر سے واپسی کے بعد وہ ایسا گیا کہ آج پورے ہفتے بعد واپس آیا۔ شکوؤں کا انبار بڑھتا جا رہا تھا۔ دل کی تکلیف اس قدر بڑھ گئی کہ چہرے سے عیاں ہونے لگی، ماں جی کے تسلی دلاسے کسی کام نہیں آ رہے تھے۔

ہارون ناشتے کے لیے بیٹھا تو وہ وہاں سے اٹھ گئی۔ اس نے مبہم نگاہوں سے اس کی دور جاتی پشت کو دیکھا۔ اس کی معیت میں خوشگوار ناشتے کی خواہش کہیں اندر ہی مر گئی۔ وہ کیسے بھول گیا مقابل نے دل جلانے میں پی ایچ ڈی کر رکھی ہے۔

"یہ کیا ہر وقت ایسے ہی جلی بھنی رہتی ہے؟"

وہ نہیں تو اس کا دل کر رہا تھا...... اُفف یہ محبت

digest library.com

کی من مرضیاں……

''میں کتنے دنوں سے تم سے بات کرنا چاہ رہی ہوں ہارون۔ تم آخر کیا چاہتے ہو؟ پہلے اس کی تلاش میں مارے مارے پھرتے رہے اور اب وہ مل گئی ہے، واپس آگئی ہے تو تمہارے رنگ ہی بدل گئے ہیں۔'' وہ جو دیکھ رہی تھیں اس پہ بات کرنے سے خود کو روک نہیں پائیں۔

''وہ آئی نہیں، اسے میں واپس لایا ہوں۔''

ان کی ساری بات سے اس نے ایک ہی جملہ پکڑا۔ ساری تکلیف بھی تو اسی بات کی تھی۔

''ایک ہی بات ہے ہارون۔''

''ایک بات نہیں ہے ماں جی۔ میرے لیے تو کم از کم نہیں ہے۔''

''یعنی تمہارا رویہ نہیں بدلنے والا……؟'' لہجہ اب سخت تھا۔

''ایسی بات نہیں ہے، میں نے ایسا کب کہا؟ اب میں اپنی بیوی سے ناراض بھی نہیں ہو سکتا؟'' وہ ناشتا چھوڑ کے بے بسی سے انہیں دیکھنے لگا۔

''ناراضی کو اتنا طول مت دو کہ کوئی نقصان اٹھا بیٹھو۔ کچھ پچھتاوے بہت تکلیف دہ ہوتے ہیں۔''

''مطلب……؟'' وہ شدت سے چونکا۔

''اس کی حالت دیکھو، تنکے میں جان ہے۔ کچھ کھانے پینے کا نام نہیں لیتی اور اس پہ تمہارا رویہ رہی سہی کسر پوری کر رہا ہے۔ اس حالت میں اتنی ٹینشن ماں اور بچے دونوں کے لیے اچھی نہیں ہوتی۔ میں نے کبھی اس لڑکی کی آنکھیں خشک نہیں دیکھیں، مسکراہٹ تو جیسے روٹھ ہی گئی ہے۔ یہ سب ٹھیک نہیں ہے ہارون۔ یہ نہ ہو اس ضد کا ہمیں کوئی خمیازہ بھگتنا پڑے…… میرے گھر میں سالوں بعد کوئی خوشی آئی ہے اس سے یوں منہ نہ موڑو۔'' ان کا لہجہ حد درجہ رنجیدہ تھا۔ ماں جی کی آنکھوں میں آنسو دیکھ کر تڑپ ہی تو گیا تھا۔

''ایسی کوئی بات نہیں ہے ماں جی۔ میں بہت خوش ہوں بالکل ابھی یقین ہو چلا ہے کہ مجھ پہ خدا کی ذات نے اس قدر عنایت کی ہے۔'' وہ ابھی بھی عدن کی بات گول کر گیا۔

''عدن کو معاف کر دو ہارون۔ بھول جاؤ سب پرانی باتیں، اس پہ شک مت کرو، وہ بھی تو قصوروار نہیں ہے، قصوروار تو میں ہوں۔ اسے میری وجہ سے گھر چھوڑنا پڑا اور تمہاری تسلی کے لیے میں معافی……''

''ماں جی……'' وہ تڑپ ہی تو گیا، فوراً سے ان کے ہاتھ تھامے۔ ''آپ مجھے میری نظروں میں گرا رہی ہیں۔ مجھے اپنا نافرمان مت بنائیں……'' اپنی کرسی ان کی جانب کرتے ہوئے انہیں باہوں کے حصار میں لے لیا۔ ''اور میں عدن پہ شک کیوں کروں گا مجھے تو اس پہ خود سے زیادہ یقین ہے۔ ہاں شروع میں ناراض تھا اب تو وہ بھی نہیں ہوں۔ بس ابھی تک خود کو اس کے کھو دینے کے خوف سے نہیں نکال پا رہا، جب بھی خیال آتا ہے اگر وہ نہ ملتی، میں اسے نہ تلاش کر پاتا تو خوف مزید بڑھ جاتا ہے۔ خود پہ افسوس ہوتا ہے کاش اس کی غلط فہمیوں کو رفع کیا ہوتا، اس کے سارے درد چن لیے ہوتے تو وہ کبھی ایسا قدم نہ اٹھاتی۔'' ان کی تسلی کی خاطر دل کی حالت عیاں کر گیا۔ وجود میں چلتی جنگ سے آگاہ کر دیا۔

''بس جو گزر گیا اسے بھول جاؤ۔ اس سے سبق سیکھو اور آئندہ کے لیے خود پہ فرض کر لو کہ چاہے چھوٹی بات ہو یا بڑی فوراً سے دوسرے فریق سے کہہ ڈالو۔ ایک دوسرے کے لیے کھلی کتاب بن جانے سے غلط فہمیوں کو پنپنے کی جگہ نہیں ملتی۔''

اس کے سر کو چومتے ہوئے ان کے چہرے پہ مسکراہٹ جھلکنے لگی۔ اب وہ مطمئن تھیں۔ ویسا ہی اطمینان وہاں سے کچھ فاصلے پہ کھڑی عدن کے چہرے پہ تھا جس نے آخری چند مکالمے سن لیے تھے۔ وہ کچن میں جانے کے بجائے واپس کمرے میں چلی گئی۔

☆☆☆

موسم اپنے تیور بدل رہا تھا۔ شام کے بعد ہواؤں میں شوخ پن جھلکنے لگتا۔ مست ہوائیں اپنے

ساتھ خنکی کا پیغام لاتیں تو رات مزید خوبصورت لگنے لگی۔ وہ کافی دیر سے چھت پہ کھڑی شام کے گہرے ہوتے سائے دیکھ رہی تھی اور اب واپسی کا سوچا تو قدموں کی آہٹ نے ارادہ بدل دیا۔ وہ بہت آہستگی سے پہلو میں کھڑا ہو گیا، نزدیک اتنا کہ کندھے سے کندھا مس ہونے لگا۔ وہ چاہ کر بھی فاصلہ قائم نہیں کر سکی، ناراض تھی، خفا تھی مگر شدت سے خواہش تھی کہ وہ اسے منا لے۔ ان ناراضیوں کی عمر تمام ہو۔

''عدن!'' اس کا رواں رواں سماعت بنا۔

''ہمم۔'' مدھم سا ہنکارا۔ مقابل قریب نہ ہوتا تو سن بھی نہیں سکتا تھا۔

''کب تک ناراض رہنے کا ارادہ ہے؟''

''یہ سوال تو مجھے آپ سے پوچھنا چاہیے۔''

''میں ناراض نہیں ہوں۔''

''تو پھر جو اتنے دن سے چل رہا ہے وہ کیا ہے؟''

''میں پریشان تھا عدن۔ میں بہت زیادہ ڈر گیا تھا، تم میری اذیت کا اندازہ بھی نہیں کر سکتیں۔'' دیوار پہ کہنیاں ٹکائے، نیچے جھک کر نگاہیں اس کے چہرے کی جانب کر لیں۔

نظروں کے ارتکاز پہ اس نے چہرہ موڑا۔ وہ کتنے ہی مہینوں بعد اتنی فرصت سے اس چہرے اور آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ اس کی آنکھوں میں گزشتہ دنوں کا کرب اب بھی عیاں تھا، وہ زیادہ دیر دیکھ نہ پائی تو نگاہیں جھکا گئی۔

''میں نے ایسا نہیں چاہا تھا۔ مجھے خبر نہیں تھی کہ آپ واپس لوٹ آئے ہیں۔ میں تو چار ماہ کا عرصہ مکمل ہونے کے انتظار میں تھی۔ نازش بھی کسی مسئلے کی وجہ سے اپنے ددھیال چلی گئی ورنہ مجھے لازمی خبر ہو جاتی۔'' اس کے لہجے میں مقابل کا کرب اترنے لگا۔

''جو ہوا اسے بھول جاتے ہیں مگر وعدہ کرو آئندہ ایسا نہیں ہوگا۔ تم ہمیشہ میرا انتظار کرو گی چاہے کچھ بھی ہو جائے۔'' ہارون نے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھوں پہ رکھا جنہیں وہ بے دردی سے مسلنے میں مصروف تھی اور اس کا رخ اپنی جانب کر لیا۔ اب دونوں کندھے اس کے ہاتھوں کے حصار میں تھے۔

''میرا کام آسان نہیں عدن۔ کبھی گھر ہوتا ہوں تو کبھی ہفتوں کے لیے گھر سے دور، کئی جگہ سگنل نہیں ملتے اور کئی جگہوں پہ ہم خود موبائل نہیں لے جا سکتے۔ یہاں تو ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کبھی میری خبر نہ ملے اور ملے تو میری زندگی ہی نہ ہو۔''

آخری جملے پہ عدن نے شاکی نظروں سے اس کی جانب دیکھا۔

''مجھے یقین ہے آئندہ ہمارے درمیان ایسا برا لمحہ نہیں آئے گا اور کبھی ایسا وقت آیا تو صرف اپنے ماموں کے پاس جاؤ گی......'' اس کی باتوں پہ وہ صرف سر ہلا کے رہ گئی۔ ''میں بہت ڈر گیا تھا یار۔ میرے قدموں تلے سے زمین نکال لی تھی تم نے۔''

وہ خود پہ ضبط کرتا ایک دم اسے خود میں بھینچ گیا۔ اس کو بانہوں میں لیتے ہی وجود میں سکون سرایت کرتا گیا۔ یہ خواہش تو اس وقت بھی تھی جب ہاسٹل میں اس کا چہرہ دکھائی دیا مگر خواہش پہ غصہ حاوی ہو گیا۔

''تم میری زندگی ہو عدن، اور تم نے ہی مجھے مارنے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی۔'' اس کی شکووں کی لمبی قطار تھی جو یقیناً کئی دن چلنے والی تھی۔

وہ جو سوچے ہوئے تھی کہ جب ایسا لمحہ آیا تو آسانی سے نہیں مانے گی مگر یہاں پروا کسے تھی۔ وہ اپنے ہی جذبات میں الجھا اسے بھی الجھائے جا رہا تھا۔

''اچھا اب بس بھی کریں اتنے شکوے تو میں نے نہیں کیے جتنے آپ کر رہے ہیں۔'' اس کے سینے میں ہی سر چھپائے وہ ہنسی تھی۔

''کیوں کہ میں زیادہ پیار کرتا ہوں اس لیے......''

''اچھا...... زیادہ پیار کون کرتا ہے اس کا پتا کیسے چلتا ہے؟'' اس نے ہلکا سا سر اٹھا کر اس کے چہرے کی جانب دیکھا۔

''سب بتاؤں گا بیگم، اتنی جلدی کس بات کی ہے؟'' ہاتھ اس کے سر پہ رکھتا واپس پہلے والی پوزیشن میں کر گیا۔

''تم مجھے پہلی نظر میں اپنا اسیر کر گئی تھیں......'' اس نے

آخر کار وہ حقیقت بتائی جس کی سب سے زیادہ چاہ تھی۔
''جھوٹ نہیں بولیں۔ نکاح کے وقت تو آپ نے مجھے دیکھا بھی نہیں تھا اور اس کے بعد بھی کیسے بھاگنے کی کوششیں کرتے رہے۔'' سینے پہ ہی سر لگائے شکوہ کیا گیا۔ بھرپور مسکراہٹ اس کے چہرے پہ کھلی یعنی وہ اتنی لاپروا اور انجان بھی نہیں تھی۔
''میں نے کب کہا یہ واردات نکاح کے وقت ہوئی، یہ تو اس سے پہلے کی داستان ہے۔'' وہ تفصیل بتاتا ہوا اس پہ محبت کے سب راز آشکار کر گیا۔ اسے اس پل اپنی ذات بہت معتبر لگی تھی۔
''اب تم بھی کوئی میٹھا دلربا سا جملہ کہو نا......'' اس کا چہرہ پیچھے کرتے آنکھوں میں جھانکتے ہوئے خواہش کا اظہار کیا۔
''اس سے کیا ہوگا؟''
''مجھے خوشی ملے گی۔''
''ابھی مجھے خوش ہو لینے دیں، آپ کی خوشی ادھار رہی۔'' اس کی آنکھوں میں شرارت کے بادبان کھلے تھے۔ اس قدر خوب صورت گریز پہ وہ دل و جان سے فدا ہوا۔
''یہ تمہاری آنکھوں میں کیا ہے؟'' اس کے اچانک چونک کر پوچھنے پہ وہ ٹھٹکی۔
''کیا ہے؟''
''یہ روشن روشن سا کچھ...... جیسے دیپ جل رہے ہوں۔'' وہ اب اس کی شرارت سمجھی۔
''ہاں نا...... یہ محبت کے دیپ ہیں۔'' وہ ایک دم اترائی تھی۔ وہ انجانے میں اظہار کر گئی اور کیسا حسین اعتراف تھا۔
''اور مجھے یہ دیپ بہت سندر لگ رہے ہیں۔'' ہارون نے روشن آنکھوں پہ لب رکھ دیے۔
ایک دم اسے ضروری بات یاد آئی تو سب چھوڑ وہ کرنے لگا۔
''کل تمہیں ماموں گھر لے جاؤں گا وہ لوگ بہت پریشان تھے۔''
''نہیں ابھی نہیں جانا۔''
''کیوں......؟'' اب خود اس کا چہرہ پیچھے کیے، آنکھوں میں دیکھتے کچھ تلاش کرنے لگا۔
''امی سے بات ہو گئی ہے۔''
''لیکن جانا کیوں نہیں؟''
''بعد میں چلے جائیں گے ہارون۔''
''عدن! اب ہمیں ایک دوسرے سے کچھ نہیں چھپانا۔ جو بھی مسئلہ ہے مجھ سے کہو۔ میں ہوں نا۔''
''وہ......'' کوشش کے باوجود کہنا مشکل تھا ''ہارون! وہاں مومن آیا ہوا ہے۔''
''میں جانتا ہوں۔''
''آپ کیسے جانتے ہیں؟''
''مومنہ سے کچھ دن پہلے معلوم ہوا تھا۔''
''آپ پھر بھی مجھے لے کر جانا چاہتے ہیں۔'' وہ متعجب ہوئی۔
''ہاں۔ اس میں کوئی حرج تو نہیں۔ تمہارے ماموں کا گھر ہے، تمہاری امی وہاں رہتی ہیں۔''
وہ نہیں جانتا تھا اس کا عام سا لہجہ مقابل کو کتنا خاص لگ رہا تھا۔ وہ لمحوں میں اس کی ذات کو معتبر کر گیا۔ وہ خوش تھی بے تحاشا خوش......

☆☆☆

Digest
Novels
Lovers
Group ❤❤

تم نے کہا تھا
اگر کبھی ہم
بچھڑ گئے تو ایسا کرنا
دل میں پیار کے جگنو بھر کر
کچھ پل
مجھ کو ڈھونڈتے رہنا
دیکھنا میں لوٹ آؤں گا
تم یہ کہہ کر چلے گئے تھے
لیکن
تیری کھوج میں اب تک
میں اور جگنو بھٹک رہے ہیں

عدن حیران نگاہوں سے اپنے سامنے کھڑے انسان کو دیکھ رہی تھی۔ یہ وہ مومن تو نہیں تھا جو یہاں

ے گیا تھا۔ ویران آنکھیں، اداس حلیہ، لاپرواانداز، اس کی حالت تو کسی بھٹکے ہوئے مسافر جیسی تھی۔

ہارون کے بے حد اصرار پہ وہ ماموں کی طرف چلی آئی۔ جس بات کا ڈر تھا وہ نہیں ہوا، مومن وہاں کہیں بھی نہیں تھا۔ ہارون اور ماموں نماز پڑھنے گئے تو خواتین کھانے کا انتظام کرنے لگیں۔ مومنہ اس کے پاس تھی مگر ایک دم اٹھ کر چلی گئی، اب اس کے جانے کا مطلب سمجھ میں آیا تھا۔ وہ فوراً وہاں سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"پلیز عدن! ایک بار میری بات سن لو۔" ملتجی ہوا۔

"میرے سامنے سے ہٹو۔" ایک نظر ڈال کر اس پہ دوسری نگاہ نہیں ڈالی تھی۔

"میری طرف دیکھ نہیں سکتیں، میرا نام نہیں لے رہیں، کیا اتنی نفرت کرنے لگی ہو؟" وہ اس کے گریز کے سب اصول سمجھ رہا تھا۔

"میرا تم سے محبت نفرت کا کوئی تعلق نہیں ہے۔"

"تو پھر وہ تعلق رہنے دو جو ہے۔ کزن تو ہوں نا تمہارا۔"

"کیوں راستے میں آرہے ہو؟ اب کیا چاہتے ہو مومن جاوید، اب کون سا زہر گھولنے آئے ہو؟" وہ مدھم مدھم بولتے تھکنے لگی تھی تب ہی ایک دم اس کی آنکھوں میں دیکھتے تلخ لہجے میں بولی۔

"عدن! کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں؟" اس کے حالت دیکھتے ہوئے طویل گفتگو کا ارادہ ترک کرتے ہوئے ایک مخصوص بات کی۔

"میں نے تمہیں ہر چیز کے لیے معاف کر دیا تھا مگر تمہاری وجہ سے تین ماہ جس اذیت میں رہی ہوں نا اس کی معافی نہیں ہے مومن۔" وہ فوراً منکر ہوگئی۔

"میں اپنے جرم سے بڑی سزا کاٹ رہا ہوں عدن۔"

"سزا تو میں نے کاٹی ہے تمہیں کون سی سزا ملی؟" اس کے لہجے میں پرانی عدن جھلک رہی تھی جو کسی کی نہیں سنتی تھی۔

"کیا واقعی مجھے سزا نہیں ملی؟" وہ بے یقین ہوا۔ یقیناً اس جملے کی ٹھیس بہت گہری تھی۔ اس کے لہجے میں کچھ تو تھا جس نے اسے چپ کروادیا۔

"معاف کر دو عدن! شاید اسی سہارے جلاوطنی کے سال گزر جائیں۔" اس کے لہجے کے ساتھ آنکھ بھی رونے لگی اور اس کے رونے پہ ہی تو وہ ہار جاتی تھی۔

عدن کو مومن کے پیچھے ہارون کا چہرہ نظر آیا تو بے دم سی نیچے بیٹھ گئی۔ وہ ایک بار پھر سے ہارون کی ناراضی برداشت نہیں کر سکتی تھی مگر ہارون کا انداز حوصلہ افزا تھا۔

"میری بیوی اتنی ظالم تو نہیں کہ کسی کی چھوٹی سی غلطی معاف نہ کرے......" وہ مدھم سی چال چلتا مومن کے برابر آ کھڑا ہوا۔ "لیکن عدن کا دل سزا دینے پہ ہے تو اس متعلق سوچا جا سکتا ہے۔" اس کے سنجیدہ لہجے پہ دونوں ہی چونک گئے۔

"ایک فیملی ٹور تمہاری طرف سے...... کیسی سزا ہے عدن؟" ہارون نے تائید کے لیے اسے دیکھا تو کچھ سمجھ میں نہ آنے پہ سر اثبات میں ہلا گئی۔

یہ خاموش معافی بھی مومن کے لیے انمول تھی۔

سب جیسے اسی معافی کے منتظر تھے۔ کمرے میں ایک دم ہلچل مچ گئی۔ مسکراہٹوں کا دور چل نکلا۔ سب پہلے جیسا لگ رہا تھا جیسے یہ چند دل سوز لمحے درمیان میں آئے نہ ہوں۔

کیا واقعی سب پہلے جیسا تھا...... وہ آنکھیں تو اب بھی اداس ہیں۔

عدن، مومن اور مومنہ کی تکون ٹوٹ گئی۔ اب وہاں ایک نئی تکون تھی۔ جن میں پہلی تکون کی مانند محبت نہیں تھی تو نفرت بھی نہیں تھی۔ جلن نہیں تھی...... بس خلش تھی...... بلکہ خلش، اداسی، بے چینی اور تہی دامنی کا مکمل وجود تھا اور وہ مومن جاوید تھا۔

☆☆